دلگداز

نمبر ۱ بابت ماہ جنوری سنہ ۱۸۹۰ء جلد ۴

باہتمام

خادمِ قوم محمد عبد الحلیم شرر مہتمم دلگداز

دلگداز پریس مین چھپکر

لکھنو جھنوائی ٹولہ سے شائع ہوا

سنہ ۱۸۹۰ء کا خیر مقدم

ای سنہ ۹۰ء آ - اور خوشی سے آ - اگرچہ تو ہم پر ایک نیا حاکم ہے - جیسا تو ناتجربہ کار ہے ویسے ہی ہم بھی تیرے مزاج اور تیرے اصول سے محض ناواقف ہین - اگلے دنون جب کوئی نیا حکمران تخت پر بیٹھتا تہا لوگ گھبرا اُٹھتے تھے کہ دیکھیں کیا ہوتا ہے مگر اب جب سے جمہوری سلطنت کے اصول جاری ہوے اس قسم کے موقعون پر کوئی دہشت نہین پیدا ہوتی - دنیا کے بڑے بڑے انتظام بدل دیا تے ہین - اور لوگون کو کانون کان خبر نہین ہوتی - پانچوین برس گورنر جنرل کا تبادلہ ہو جاتا ہے اور سارے ہندوستان کی قسمت ایک نئے شخص کے ہاتھ مین دی جاتی ہے مگر رعایا سے اس عظیم الشان تغیر کا کوئی اثر نہین ظاہر ہوتا - اگلے وقتون کی طرح نہ بازار بند ہوتے ہین نہ شہرون کے پھاٹک بند کیے جاتے ہین اور نہ ہر شخص اپنے دروازون مین قفل چڑھا دیتا ہے - جب ہمین اتنا بڑا اطمینان حاصل ہو گیا تو اب اسکا کیا غم ہو سکتا ہے کہ سال پلٹا - اور ہماری قسمت ایک نئے شخص کے ہاتھ مین دی گئی - وہ زمانہ بہت دور نکل گیا جب آئے دن تلوار چلا کرتی تہی اور ہر مرتبہ شروع سال پر لوگ نئی نئی خونریزیون کے منتظر ہو جاتے تھے اب تو ہم ایسی صلح پسند گورنمنٹ کے تابع فرمان ہین جو خدا نے چاہا تو حتے الامکان نہ کبھی خود کسی سے لڑیگی اور نہ ہمین لڑنے دیگی جس اطمینان سے وہ خود بیٹھی ہے اُسی اطمینان سے اُسنے ہمین بھی بٹھلا دیا ہے - لہذا اسکا تو کبھی ہمارے دل مین کوئی خیال ہی نہین ہو سکتا کہ سنہ ۹۰ء مین ہم کسی قسم کی خونریزی کا سامان دیکھین گے - نہین ہم یونہین جسطرح سنہ ۸۹ء مین اطمینان سے بیٹھے تھے سنہ ۹۰ء مین بھی بیٹھے رہین گے -

ای سنہ ۹۰ء ہمین تجھسے کوئی خوف نہین ہان اگر ڈر ہے تو صرف اسقدر کہ ہمارے لیے

کوئی نیا ٹکس نہ لایا ہو۔ ہندوستان اب جس چیز سے ڈرتا ہی وہ ٹکس ہے جسکی اِن
دنون بالی مچی ہی ہے۔ از سنہ ۹ کاش تو ہمین اس امر سے مطلع کردیتا تو ہم
بڑے ذوق و شوق سے تیرا استقبال کرتے خصوص زیادہ تر اس خیال سے کہ
تو ہماری قیصرہ عالی نژاد کے پوتے شاہزادہ وکٹر کو اپنے پہلے ہی مہینے مین ہمارے
شہر مین لایا۔

شروع سال پر انسان کے خیالات مین عموماً ایک تغیر ہوجایا کرتا ہے۔ گذشتہ
امیدین اور آرزوئین جو اس سے پہلے سال دلمین جمی رہی تھین اور جنکو وہ گزشتہ
سال نہین پورا کرسکا تھا اگرچہ اُس سال کے اختتام پر ایک صدمہ ہوا تھا کہ افسوس
یہ تمنا مین رہ گئین۔ اور بعض بعض کے منہ سے بے اختیار یہ بھی نکل گیا تھا کہ
یہی دن ہمارے یونہین گذر گئے۔ مگر اب ابتدائے سال سنہ ۹ء مین وہ امیدین
از سر نو زندہ ہوئی ہین اور آرزومندون نے اُنکو اس سال کی گود مین ڈالدیا ہے
کہ دیکھیے کیا سلوک کرتا ہو۔ ظاہر اسباب دل گواہی دیتا ہے کہ یہ سال ہماری کوئی
آرزو باقی نرکھے گا۔ آئندہ غیب کا حال خدا ہی جانتا ہے۔

قومی دنیا کس رنگ پر ہے؟ اسکو سب ہی جانتے ہین آئے دن اخبارات مین یہی
تذکرہ رہتا ہو کہ مسلمان لوگ سُست ہین۔ جفاکشی سے بھاگتے ہین۔ ترقی کرنا نہین
جانتے اور ترقی کے متعلق اُنکو کسی بات کی آرزو نہین ہوسکتی مگر ہمکو تو یہ طریقہ نصیحت
اچھا نہین معلوم ہوتا۔ سچ پوچھیے تو اس قسم کے مضامین نے اور ہمتین پست کردین
اور ہمین شک بھی نہین کہ ریفارمران قوم جس رنگ پر لوگون کو لیجانا چاہتے ہین
اکثر مسلمانون نے اُس رنگ کو اختیار کرلیا ہے اور روز بروز اختیار کرتے جاتے ہین
عام طور پر قومی دنیا مین ایک حرکت نمودار ہوگئی۔ اب رہا یہ کہ انتہائی ترقی پر پہونچے
ہوسے زیادہ مسلمان نظر آئین یہ ہوتے ہوتے ہوگا۔ ہمکو اپنی قومی حیثیت سے ابھی
سنہ ۹ء مین دو امور ایسے ملے ہین جنپر ہم جہان تک خوشی ظاہر کرین زیبا ہے۔
اول تو یہ کہ آنریبل ڈاکٹر امیر علی کلکتہ ہائی کورٹ کے جج ہوے اور کلکتہ ہائی کورٹ
کی یہ پہلی کرسی ہے جسپر ایک مسلمان جنٹلمین کو اجلاس کرنے کی عزت حاصل ہوئی
دوسرے وہ کامیابی جو مسٹر محمود کو علیگڈھ کالج کے لائف سکرٹری ہونے مین

حاصل ہوئی - یہ ایک بحث ایسی چھڑی تھی کہ جسنے مسلمانون مین ایک بڑا تفرقہ ڈال
دیا تھا اور افسوس بڑے بڑے لائق لوگون کو اس امر مین لغزش ہوگئی ہمنے
اسوقت تک اس بارے مین اپنی راے ظاہر نہین کی تھی اور ہم دیکھ رہے تھے کہ ہمارے
بعض سمجھدار دوستون نے بھی اس امر مین سید صاحب کا ساتھ چھوڑ دیا لیکن
مصلحتاً ہم ساکت بیٹھے رہے - مگر آج سید صاحب کی کامیابی کے بعد بڑے زور وشور
سے کہتے ہین کہ بہت خوب ہوا - اور وہی ہوا جو ہونا چاہیے تھا اور جو حق تھا -

اس گفتگو کو اس مسئلہ سے شروع ہونا چاہیے کہ کالج کی سکرٹری ہونے کے
لیے کسی کو باعتبار علم ترجیح ہوسکتی ہے یا کسی اور اعتبار سے - میرے خیال مین صرف
باعتبار علم ترجیح ہونا چاہیے اور شاید اس سے کوئی انکار بھی نہ کرسکے گا - اب اسکے
بعد پوچھا جاتا ہے کہ مسٹر محمود علماً بڑھے ہین یا مولوی سمیع اللہ خانصاحب - ہندستان
کی پبلک تو مسٹر محمود ہی کو ترجیح دیگی اور اگر مولوی سمیع اللہ خانصاحب کو دعوے ہو
اور اپنے آپ کو مسٹر محمود سے علماً زیادہ خیال کرتے ہون تو یون اچھی طرح مقابلہ
ہوسکتا ہے کہ دونون نوکری چھوڑکے اُس گورنمنٹ مین ملازمت کی درخواست کرین
جسنے تمام عہدے دینے مین کمپٹیشن (امتحان مقابلہ) کو اپنے اوپر لازم کرلیا ہو پھر
ہم دیکھین پہلے کسکو کامیابی ہوجاتی ہے - رہی دینداری کی شرط - اول تو مولوی
سید احمد خان صاحب کے سکرٹری ہوتے وقت مولوی سمیع اللہ خان صاحب نے
کیون ووٹ دیا - آنریبل ڈاکٹر سر سید احمد خان بہادر سے زیادہ دینی الزام تو شاید کسی پر
نہ قائم کیے گئے ہونگے - اور تعجب یہ کہ مولوی سمیع اللہ خانصاحب نے خدا جانے کب
توبہ کی ورنہ کل تک تو سر سید احمد کے مریدون مین انکا بھی شمار تھا -

مسٹر محمود سے تو کالج کو یہ مدد ملسکتی ہے کہ خود لا لکچر دینگے جسکی وجہ سے ماہوار ایک بہت بڑی
بچت ہوگی سمیع اللہ خان صاحب بتائین وہ کیا مدد دیتے - ہان اگر یہی شدید دعوی ہے
کہ اُن کے زمانہ مین باورچیخانہ کا انتظام اچھا تھا جسکے اکثر کالج کے لڑکے بھی معترف ہین
تو گستاخی معاف اُنکو باورچیخانے کی داروغگی کی درخواست کرنا چاہیے تھی -

افسوس مولوی سمیع اللہ خانصاحب نے اس طمع مین قوم پر بہت بڑا ظلم کیا اول تو
قوم مین تفرقہ ڈالنے سے بڑا کوئی ظلم ہی نہین دوسرے اُن لوگون سے مدد لی جو کانگرس

کی وجہ سے سید صاحب کے جانی دشمن ہین اور جو روز دہوکے دے دے کسی نہ کسی
بیوقوف بناکے اُسکی زبان سے سرسید کو گالیان کہلوایا کرتے ہین - اب لتنی طرح
ندامت مولوی سمیع اللہ خانصاحب کو اُٹھانا پڑی ہوگی - وہ لوگ اچھے رہین گے جو
کانگریس کے ہمدردین ہین اور سید صاحب کی شکایتون سے اپنے اخبارون کے کالم
ناپاک کیا کرتے ہین - مگر سمیع اللہ خانصاحب کو اتنی بڑی ندامت ہوگی جسکو ہمین
کا دل جانتا ہوگا -

یہ سنہ ۹۰ء تمام قوم کے لیے خوشی لایا ہے - کل مسلمان مسرور ہین اور ایک دوسرے
کو مبارکباد دے رہے ہین - لیکن یہ سال اگر غم لایا ہو تو مولوی سمیع اللہ خان اور
اُنکے چند طرفدارون کے لیے جو اپنے دل کی مردہ امیدون پر بیٹھے رو رہے ہین اور فکر مین
ہونگے کہ کس گمنامی کے گڑھے مین لیجا کے اُنکو دفن کرائین - جسطرح ہر رمضان کے بعد
عید ہوا کرتی ہے اُسیطرح اس بحث کے مختلف صدمون کے بعد تمام مسلمانون کے
سامنے سنہ ۹۰ ایک عید بن کے نمودار ہوا ہے - اور اس موقع پر ہمین نہایت افسوس معلوم
ہوتا ہے جب ہم اُن لوگون کا خیال کرتے ہین جو کسی وجہ سے اپنے دلون کو خوش
نہین کرسکتے -

یہ بات کون نہین جانتا کہ ہر دن انسان کے لیے تازہ امیدین لے کے آیا کرتا ہے
جو شام تک دلون مین رہتی ہین اور دوسری صبح سے پہلے یا تو پوری ہوجاتی ہین یا مایوسی
کا صدمہ دے کے رخصت ہوجاتی ہین اسی طرح بہت ایسی ہی آرزوئین ہوتی ہین جنکا
پورا ہونا سال پر منحصر ہوتا ہے اور اختتام سال اُن آرزوؤن کے ساتھ اچھا یا برا سلوک
کرتا ہے - بعض تمناؤن کا تعلق ایسا طولانی زمانہ ہے کہ عمرین گذر جاتی ہین اور پورے
ہونے کی نوبت نہین آتی - بہرحال یہ ہی ایک ایسا وقت ہے کہ دلون مین ابھی صدہا
آرزوئین نئی نئی پیدا ہوئی ہین جنمین سے کچھ تو گذشتہ سال کی باقیات ہین اور کچھ
بالکل نئی ہین - اے مبارک سنہ ۹۰ وہ آخری زمانہ جب تو ہمسے رخصت ہوگا (گو یہ نہین معلوم کہ تو ہم سے
رخصت ہوگا یا ہم ہی تجھسے رخصت ہوجائینگے) اسوقت ہمارے خیالات تیری نسبت چاہے جیسے ہون مگر اسوقت
بہت اچھے ہین - جو تمنائین تو نے ہمارے دلمین پیدا کی ہین اور جنکے پورا کرنے کا تو
تو ہمسے وعدہ کرتا ہے وہ ہمارے دل مین ایک خوشی کا جوش پیدا کررہی ہین اور اتنی

یہ مجموعہ آرزو تیری شرح سرائی مین ہمین محو بنائے دیتا ہے۔
دلگداز کے متعلق ہمین جو کچہ کہنا تہا سنہ ۱۹۰۸ع کو رخصت کرتے وقت کہہ چکے۔ ہماری ایک بہت بڑی آرزو تہی کہ دلگداز کے لیے انتظام اشاعت اچہا ہو اور پرچہ ٹہیک وقت پر شائع ہو سکے۔ یہ آرزو اُن تمناؤن مین تہی جو سنہ بہر دل مین رہین اور کسی طرح پوری نہ ہو سکین اب اے سنہ ۱۹۰۹ یہ آرزو ہم تجہسے متعلق کرتے ہین۔ اور ابہی تک جیسے اسباب پیدا ہوئے ہین اور جنکی بنا پر مضبوطی کے ساتہہ ہمنے وقت پر پرچہ نکال دینے کا اشتہار دیا اُن سب کے لحاظ سے تو ہمین نہایت مبارک سال معلوم ہوتا ہے اور امید ہی نہین یقین ہے کہ ہم اپنے ارادے مین ضرور کامیاب ہونگے۔ سال کا پہلا پرچہ بحمد اللہ کہ ٹہیک وقت کے قریب شائع ہوا ہے اور جنوری ہی کے مہینے مین معزز قدردانون کے ہاتہہ مین پہونچا ہے۔
ناول کے ذریعہ سے اسوقت تک ہمنے اپنے دوستون کو ہندوستان کے باہر کی سیر کرائی تہی سنہ ۱۹۰۷ع مین ارض مقدس شام کی زیارت کرائی گئی اور بنی اسرائیل کے وطن مین وہ میدان دکہائے گئے جو سلطان صلاح الدین اور رچرڈ دی لائن ہارٹڈ (شیردل) کے جولانگاہ تہے۔ سنہ ۱۹۰۸ع بہر ہم اور ہمارے دوست کوہ قاف کے جنوبی دامن مین تہے اور اُس حسن خیز خطہ کی سیر کر رہے تہے جہان قدرت نے حسن کے نمونے دکہانے مین جی لگا کے اپنی صنعت صرف کی ہے اور اعلی فیاضی سے کام لیا ہے خصوصاً اس زمانے مین جبکہ وہان ترکون اور روسیون کی توپون کی آوازین گونج رہی تہین اور تلوارین چمک رہی تہین۔
اب سنہ ۱۹۰۹ع مین اپنے احباب کو کسی دور و دراز سفر کی تکلیف نہ دینگے۔ ہندوستان کے مغربی سبزہ زارون اور جنوبی میدان کی ہم سیر کرائین گے۔ یہ ناول بہی ہمارے احباب کو بہت پسند آئے گا۔ اور ہمین امید ہے کہ دلچسپی کے اعتبار سے یہ ناول گذشتہ ناولون سے اچہا رہے گا۔ ہمارے احباب مین سے جن لوگون کے ذمہ کچہ روپیہ باقی ہے وہ براہ عنایت نہایت عجلت سے کام لین۔ نیا سال شروع ہوا ہے پچہلا حساب بیباق ہوئے اس سال کی قیمت آنا چاہیے۔ گذشتہ سال کی قیمت بہت سے دوستون کے ذمہ باقی ہے جنہون نے شاید پرچے کی بے انتظامی کے خیال سے

قیمت ارسال فرمانے مین تاخیر کی ہمنے جسطرح اُنکی شکایتون کو سر آنکھون سے
قبول کیا اُسی طرح اس سرد مہری پر بھی اُنکا شکریہ ادا کرتے ہین - مگر چونکہ دلگداز
کا انتظام درست ہوگیا اور یہ پرچہ وقت پر شائع ہوکے بتا رہا ہے کہ آئندہ بھی ایسا
ہی ہوگا - لہذا امید ہے کہ سب صاحب سنہ ۹ع کی قیمت بہت جلد ارسال فرماکے
ہمین اپنا مشکور و ممنون بنائینگے -

عمر دو روزہ

دو روزہ ہی کہیے - کیونکہ دنیا کی اتنی بڑی طول طویل عمر مین سے انسان کو
اپنی زندگی کے لیے اتنی تھوڑی محدود وسعت ملی ہے تو اُسے دو روزہ نہ کہین تو
کیا کہین ؟ اور قطع نظر اس کے یہ کتنی بڑی خرابی ہے کہ کوئی اعتبار نہین - قضا
جسوقت آجائے اُسی وقت جانو کہ زندگی تمام ہوگئی - اس سے غرض نہین کہ اس
دار فانی مین کتنے دنون رہنے کا اتفاق ہوا - مگر خیال تو کرو کہ ایسی دو روزہ عمر مین
انسان کیا کیا کر لیتا ہے اور صرف یہی نہین کہ موت کو بھول کے دنیاوی دلچسپیون
کا گرویدہ ہوجاتا ہے - ستم تو یہ کہ خود زندگی کی ماہیت پر غور کرتے کرتے یہانتک
لغزش کھا جاتا ہے کہ سوا اس دنیاوی زندگی کے کسی دوسری زندگی کا اقرار نہین
کرتا جسکے کہ اُس کے نزدیک یہی موت آخری اور اصلی موت قرار پائی ہے - اس امر کا
تصفیہ آجتک دنیا مین کوئی نہین کر سکا کہ آیا یہی چند روزہ زندگی ہے یا دنیا
سے جانے کے بعد انسان کسی دوسرے عالم مین زندہ موجود رہتا ہے - یہ دنیاوی موت
جو دنیا سے جدا کر دیتی ہے اسکا حال بہت لوگون نے دریافت کرنا چاہا مگر آج تک
کسی کو نہ معلوم ہوا - قدرت نے اس طلسم کا کھلنا اُسی وقت پر منحصر رکھا ہے جب خود
انسان اُس عالم مین ہو -

خیر چاہے موت کے بعد کوئی زندگی ہوتی ہو یا نہوتی ہو ہماری غرض تو صرف دنیاوی
عمر سے ہے جسمین ہمین ایسے ایسے سامان راحت نظر آرہے ہین کہ کسیطرح چھوڑنے
کو جی نہین چاہتا - کسی پیاسے کو پانی کے دو گھونٹ پی لینے دیجیے پھر دیکھیے کہ پیاس
کسقدر ترقی کر جاتی ہے اور وہ شخص کسقدر بے صبر ہو جاتا ہے - ہزار جھٹکے دیجیے

چینے مگر وہ اپنی قوت بھر کٹورا منہ سے جدا نہیں ہونے دیتا۔ علیٰ ہذا القیاس کسی فاقہ مست اور بھوکون مرنے والے کو جب تک کھانا کھانے کو کچھ نہ دیجیے غنیمت مگر اور جو ایک نوالے حلق سے اُترے اور آتش شوق تیز تر گردد کا مضمون صادق آگیا۔ پہلے تو تھوڑا بہت ضبط تھا ہی اب ضبط کہان۔ وہی حال اس دنیاوی عمر کا ہے جب تک اس کے لطف سے نہیں واقف تھے اسکی کچھ پروا بھی نہین تھی مگر جو جو اسکے مزون سے واقف ہوتے گئے وہ وہ دل گرویدہ ہوتا گیا اور شاید یہی وجہ ہے کہ دنیا مین چاہے کتنے ہی دنون رہیے مگر آخر وقت یہی معلوم ہوتا تھا کہ دو تین روز سے زیادہ دنیا مین رہنے کی مُہلت نہین ملی۔

اے عمر دوروزہ! اگرچہ تو ہمین دو ہی تین روز اپنا مہمان رکھتی ہے مگر ان دو دنون مین ہم جو جو سامان راحت دیکھتے ہین وہ ایسے نہین کہ مرنے کے بعد کبھی بھول جائین۔ تیرے فرودگاہ مین آنے کے وقت ہمنے جن لوگون کو اپنا میزبان پایا اُنکی شفقتین تیری مہمان داری کا پہلا نمونہ تھین آہ وہ کیسے رحمدل اور مہربان بلکہ صورت کے عاشق تھے کہ ہماری ایک ذرا سی تکلیف بھی اُنکے دل کو نہ برداشت ہوتی تھی۔ اُسوقت کے بعد سے یہ ہوا کہ ہم نظر بڑھا بڑھا کے اور سارے دنیا مین وسیع صحنون مین پھر پھر کے دنیاوی سامانون کو دیکھنے لگے۔ اصل یہ ہے کہ جو خبر ملی وہ دلربائی کی ایک خاص ادا رکھتی تھی آہ! اُن دنون یہ آسمان کے تارے اور یہ آفتاب و ماہتاب کیسے بھلے معلوم ہوتے تھے جب ہم جوش وخروش سے انکی طرف متوجہ ہوتے تھے اور اپنے خیال مین گویا ان سے باتین کرتے تھے۔ اسکے بعد جب ہمنے دنیا کی سبزہ زارون اور موسم بہار کے شگفتہ پھولون کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ ظاہر مین فوق البھڑک ہونے کی وجہ سے تارے صرف بچون کا کھلونہ تھے آہ! یہ عالم اور یہ لطف تارون مین کہان جو موسم بہار کے باغون مین ہے۔ جوانان چمن کا نظر کو ترو تازہ کر دینے والا خوشگوار رنگ۔ غنچون کا تبسم ناز اور پھولون کا ہجوم شوق مین بے انتہا ہنس پڑنا۔ طیور کی مستانہ تانین اور وفور طرب سے بیخود ہو ہو کے چہچہا اُٹھنا۔ نسیم کا رقص اور مستانہ روی اور اُس کے دلفریب رقص پر جوانان چمن کو بار بار حال آنا۔ یہ ایسی کیفیتین تھین جنسے فرحت اُٹھانے کے لیے یہ عمر دوروزہ کیا کافی ہوسکتی تھی۔ بعض باغ دیکھے تھے اور بعض

دیکھنے کی ہوس تھی آہ! بالکل یہی مضمون تھا کہ ع کچہ نکالی تھی ہوس کچہ اور بھی ارمان تھے - بعض سیاحون کی زبانی کوہساروں کی کیفیت اور پہاڑیون کے پہلوؤن سے آبشارون اور چشمون کے نکل نکل کے بہنے کی بہار اور خود رو درختون کی سادہ مزاجی اور وہان کے آزاد اور بیخوف طیور کی کلیلون کا حال سنکے ایسے مشتاق ہوے تھے کہ رہ رہ کے دلمین شوق اُبھرتا تھا اور بار بار جی مین آتا تھا کہ تمام تعلقات دنیاوی چھوڑ کے ہم بھی وہین چلے جائین جہان ایسے لطف نظر آتے ہین مگر افسوس زمانے نے مہلت نہ دی اور دو دن کی زندگی مین کہان کہان جاتے - جب اپنے ہی خیالات کی جانب متوجہ ہوتے تھے تو معلوم ہوتا تھا کہ گویا ہر حسینہ اپنی طرف کھینچ رہی ہے -

جوش جوانی مین جب ولولے حد سے بڑہے جاتے تھے اور رنگین خیالی محبت کی طرف اُڑائے لیے جاتی تھین بارہا دشت نوردی اور اُس آزادی کی سرزمین سے ملنے کو جی ایسا ہی چاہا کہ حقیقت مین ہمکو کچہ پروا نہوتی اور کوئی تعجب نہ تھا جو ہم تمام علائق دنیا کو چھوڑ چھاڑ کے چلے جاتے - مگر دنیا نے اس پر تکلف اور آبادی مین جہان ہم مقیم تھے ایسی نئی نئی دلچسپیان نظر کے سامنے پیش کین کہ ہزار چاہا مگر گھر سے دو قدم بھی آگے نہ بڑہ سکے - باغ جوانی نے دلی جذبات مین ایک جوش پیدا کر دیا اور شباب کی بہارون نے جن پریوشون کو حسن و جمال اور ناز و ادا مین یکتا تسلیم کرا دیا تھا اُنمین سے دو ایک ایسی بلا خیز اور خرمن جان مین آگ لگا دینے والی صورتین پیش کر دین کہ دل ہاتھہ سے نکلگیا اور عشق خانہ برانداز نے تمام لطف اور موسم بہار کی سب دلچسپیان بھلا دین، اور گویا نظر کو یقین آگیا کہ دنیا مین جو کچہ ہے یہی ہے - واقعی اب معلوم ہوا کہ وہ چمن فی نفسہ کوئی چیز نہین - قدرت نے اُنہین صرف سامان وصل یا حسن کے استقبال کے لیے پیدا کیا ہے - ان سب چیزون مین جب لطف ہے جب کوئی پہلو مین بھی ہو -

حسن کی قدر دانی تو بعد کی باتین ہین ابتدا اگر بارگاہ حسن تک دسترس حاصل ہو سکے تو بھی عمر نوح چاہیے - پریوشون کے وعدے! معاذ اللہ! قیامت کا آنا برحق ہے اور ستم شعار ناز فروشون کے وعدے پورے ہونے مین کلام ہے - خوبرویون کی

کل فردائے قیامت خیال کیجاتی ہے اور یہان عمر اتنی تہوڑی کہ دو روزہ۔ اور پہر
اس دو روزہ عمر مین بہی یہ نا پائداری کہ جو سانس آئی ہے غنیمت ہے۔ پوری
پوری عمرون کی امیدواری مین ایک شب وصل نصیب ہوئی اور وہ بہی عمر دو روزہ
کی طرح ایسی تہوڑی کہ بات کرنے کی نوبت نہ آئی اور صبح ہو گئی۔
اصل یہ ہے کہ دنیا مین رہنے کے لیے بہت تہوڑی مدت ملی یہ ایسا مقام ہے کہ
بہت وقت ایک سرسری نظر ڈالی جائے یا روا روی کی سیر کیجائے! خدا کی قدرت کا
پورا مظہر دنیا ہے ... بازیٔ دید و دیانت۔ کفر و ایمان کے امتحان کا یہی مقام ہے
صنعت پروری پر انسانی کاریگری کے نقش و نگار دنیا ہی مین بنائے جاتے ہین
پھر ان کامون کے لیے یہ مختصر سا زمانہ کیا کافی ہو سکتا ہے۔ یہی کیا کم ہے کہ دنیا مین
آتے ہی انسان یہان کے مختلف علائق کو دیکھ کے گہبرا اٹہتا ہے ... بے اختیار
اس کی زبان سے نکلتا ہے۔ یک سر و ہزار سودا۔ اس سے بنتا ہی نہین کہ کیا کرے
اور کدہر متوجہ ہو۔ نہ کہ عمر کی کمی کا ایک اور جانگزا خیال اُسکے دل کو حیران و
پریشان کر دے ان تمام باتون کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ یہان کے آنے والون مین
اکثر یہان کی دلچسپیون کی صورت دیکہتے ہی گہبرا اٹہتے ہین کہ کیا کرین اور کسکی طرف
متوجہ ہون اس گہبراہٹ مین مختصر سی زندگی جسے عمر دو روزہ کہتے ہین پوری
ہو جاتی ہے اور وہ ایسے ہی دنیا سے رخصت ہو جاتے ہین جیسے آئے تہے اگر
دنیا سے جانے والون مین بہتون کی زندگی کے کارنامے دیکہے جائین تو صاف
معلوم ہو گا کہ اُنہون نے کچہ نہین کیا نہ کوئی دنیا کا کام کیا کہ آیندہ نسلون کے لیے
کوئی یادگار چہوڑتے نہ کوئی عقبے کا کام کیا کہ وہان اطمینان سے گذرتی۔ اگرچہ
اس قسم کے لوگون کے حالات گمنامی کے پردے مین آ گئے مگر غور کرنے سے ایسے
نمونے بہت سے مل جائین گے۔ واقعی قدرت کے کمی عمر کے اس قانون نے دنیا
کو بہی بہت نقصان پہونچایا۔ بہت سے ایسے لوگ جو بہت کچہ کر سکتے تہے اُنکی زندگی
کے حالات دیکہ کے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اپنی مختصر سی عمر مین اُنہون نے جو کچہ کیا
تہوڑا نہ تہا۔ اور اگر زندگی کسی قدر بڑہ جاتی تو بہت کچہ کرتے۔ آہ! اُنکے مرجانے کا
صدمہ دنیا کو ہمیشہ رہے گا

ہمارے زمانے مین سول سروس کے امتحان مین جو کمی عمر کی گئی تہی اسپر تمام
ہندوستان نے غل مچایا۔ اگرچہ اس مدت مین وسعت دلانے کی کوشش سب ہی
نے کی مگر اب نیشنل کانگرس والے اپنی جگہ پر خوش ہو رہے ہین کہ کانگرس ہی کی
وجہ سے اس کوشش مین کامیابی ہوئی۔ خدا کرے ایسا ہی ہو اور نیشنل کانگرس
کی کوششین سعی مشکور ہون۔ مگر ایک سول سروس کیا چیز ہے۔ قدرتی انتظام نے
کمی عمر کا قانون مقرر کرکے تمام ترقیون کے راستے روک دیے ہین جسکا یہ نتیجہ ہے
کہ دنیا مین آئے تو کچھ کرنے کے لیے ہین حالانکہ اصل مین کچھ کر نہین سکتے۔ کوئی خدا
کی اعلیٰ عدالت سے اس بات کا خواستگار کیون نہین ہوتا کہ عمر دو روزہ نے ہمارے
حوصلے پست کر دیے ہین ترقیون کے جتنے راستے ہمین دکھائے گئے ہین سب آسان
تہے بشرطیکہ عمر مین کچھ مہلت ملتی لہذا ہماری دنیاوی زندگی مین زیادہ وسعت دیجے
زیادہ نہین عمر دو روزہ کے جیسے دو روز ہین ویسے ہی ویسے چار روز تو ہو جاتے۔
نیشنل کانگرس اپنے خیال مین اپنے آپ کو زیادہ کامیاب تصور کرتی ہے تو اس بات مین
ضرور کوشش کرے۔ اور ہم بھی وعدہ کرتے ہین کہ ہم ہی نہین سارے مسلمان
اس روز نیشنل کانگرس کے ممبر ہونگے جس روز کانگرس اس مضمون کا رزولیوشن
پاس کرکے خدا کی سپریم گورنمنٹ تک پہونچا دیگی۔ ہمارے جوان ہمت سرسید کی جانب
سے کھٹکا ہوگا کہ شاید اسوقت بہی نہ شریک ہون مگر ہم ذمہ دار ہین کہ انکو زبردستی
شریک کر دینگے کیونکہ زیادتی عمر کی چاہے انکو اپنے لیے ضرورت نہ ہو۔ مگر ہم کو ان کی
عمر مین ترقی ہونے کی ضرورت ہے۔ اسمین کوئی شک نہین کہ انکی عمر مین برکت ہونا
انکے لیے نہین بلکہ ہمارے لیے ضروری اور مفید ہے۔

ہمارے ریفارمر

ریفارمر تو انگریزی لفظ ہے اسلام کے ساتھہ ہزار کوشش کیجائے مگر اسکا جوڑ
نہین بیٹھتا۔ اسکے مقام پر عربی کا ٹہیک لفظ مجدد ہے۔ اور یہ لفظ دین کی اصطلاحات
مین مقبولیت کے ساتھہ رواج بہی پا چکا ہے۔ جن لوگون کو انگریزیت کے ساتھہ
ایسی محبت ہے کہ بقول ہمارے ایک لائق دوست کے قرآن بہی [illegible]

ہو اپنے کتب خانون مین رکہتے ہین اور کیا عجب جو چاہتے ہون کہ انکو امۂ اعمال بہی انگریزی مین لکہا ہوا ملے (چاہے سمجہ مین نہ آئے) اُن کے لیئے ہم ریفارمر کا لفظ استعمال کرتے ہین ورنہ ہمکو مجددی کا لفظ پسند ہے۔

حدیث مین آیا ہے کہ ہر صدی کی ابتدا پر ایک مجدد ہوگا جو دین اسلام کو از سر نو تازہ کردیگا۔ اسلامی دنیا پر غور کر لیجیے تو ایک صدی مین بہت سے لوگ ایسے ملین گے جنکو مجدد ہونے کا درجہ حاصل تہا صحابہ کے بعد ابتدائی زمانہ ان پہلے فقہا و محدثین کا تہا جنہون نے علم فقہ کو خود ہی شروع کیا اور خود ہی انتہا سے ترقی پر پہونچا دیا۔ اور جنہون نے حدیث کو ایک علم بنا دیا اور اپنی پوری پوری عمرین اسی کی تدوین مین صرف کردین۔ اسمین شک نہین کہ وہ بہت ہی عمدہ اور اعلے کامیابی کا زمانہ تہا جسنے ایک دو نہین صدہا مجدد پیدا کردیے تہے اُنکی کوششون سے صرف اُنہین کی صدی کو نفع نہین پہونچا بلکہ اُنکی دینداری کے جوش نے اسلام مین ایسی جان ڈالی جو قیامت تک باقی رہیگی وہ نہ صرف ہی صدی کے نہین اسلام کی پوری عمر کے مجدد تہے۔ ہان اُنکے عہد کے بعد جب اسلام مین خرابیان اور فتنہ و فساد پیدا ہونے لگے تو اُنکے دفع کرنے کے لیے مختلف اوقات مین ایسے علما پیدا ہوتے رہے جنہون نے نئے زمانے کے اہل اسلام کے ساتہہ وہی کام کیا جو انبیاے بنی اسرائیل یکے بعد دیگرے یہود کے ساتہہ کرتے رہے۔

اسلام کا زمانۂ عروج اُن لوگون سے معمور ہے جو دین کی خدمت مین اپنا مثل اور نظیر نہین رکہتے تہے۔ وہ لوگ جنکے حالات دریافت کرنے کے لیے آج ہم تاریخ کے صدہا ورق اُلٹ ڈالتے ہین اور آجکل کے خیرخواہان قوم جنکے حالات ڈہونڈہتے پہرتے ہین وہی ہمارے دین کے مجدد تہے۔ طبقات علما اور ہر صدی کے فضلا کی سوانح عمری دیکہیے تو معلوم ہو کہ وہ کس رتبے کے لوگ تہے اور انہون نے جو کچہ کیا ہے اُسمین کوئی اُنکی شرکت کا بہی دعوے کرسکتا ہے یا نہین۔ مشاہیر علما جنکے نام اور جنکی عظمت دریافت کرنے کے لیے تواریخ کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت نہین اور جنکا حال اسلامی دنیا کے ہر بچہ کو معلوم ہے اُنکا شمار بہی تو صدیان کیسی اُن برسون کے برابر ہوگا جو ظہور اسلام سے لیکے ہمارے عہد تک گذرے۔ اس پیشین گوئی مین جو ہر صدی پر ایک مجدد

بتایا گیا ہے شاید اس سے اقل تعداد مجدد کی مراد ہے کیونکہ قیامت کی قریب والی صدیون مین جبکہ علم دنیا سے اُٹھ جائیگا کوئی تعجب نہین کہ ہر صدی پر ایک ہی مجدد ہو اور آج سے بیشتر کے زمانہ مین تو ہر صدی مین صدہا ایسے گذر گئے ہو جو بجاے خود ایک مجدد کی حیثیت رکھتے تھے۔

افسوس! گذشتہ زمانہ کے بے نفس علما کا یہ داب تھا کہ زمانہ اُنھین مجدد مانتا تھا مگر وہ براہ انکسار انکار ہی کرتے تھے اور اب ایسا زمانہ شروع ہوا ہے کہ آج کے علما مین سے بعض بعض کو شوق ہے کہ اپنے کو مجدد کہلاتے ہین۔ نواب صدیق حسن خان اور مولانا ابوالحسنات مولوی محمد عبدالحی صاحب مرحوم کے باہمی مباحثات کو جسنے دیکھا ہوگا وہ دیکھ لیگا کہ اپنی اپنی زبان سے مجدد ہونے کا کیونکر دعوی کیا گیا مگر ہمکو اس سے کیا بحث۔ خدا کرے ایسا ہی ہو۔

غور طلب یہ امر ہے کہ تجدید کا رفارم جو کیا جاے تو کیونکر کیا جاے۔ ایک عقلی فلسفہ جسمین انسانی ذہن بہت واضح ترقی کر سکتے ہین اُسکا یہ حال ہے کہ اسلام کی ایک ہزار سال کی علمی وسعت اور ترقیون مین دو ہی چار علما ایسے ہونگے جنھون نے یونانیون کے مسلمات کو توڑ کے فلسفہ کو نئے اصول پر قائم کیا ہو۔ معلم اول کا خطاب جس شخص کو دیا گیا اُسکی نسبت ابھی تک صریحی دعوی نہین ہو سکتا کہ اُسنے سوا اسکے کہ فلسفہ کو نہایت خوبی سے ایک جدید زبان مین منتقل کردیا کسی قسم کی تجدید بھی کی جب عقلیات کا یہ حال ہے تو علوم نقلی جنپر دین کا دار و مدار ہے اُنمین تجدید کرنا نہایت دشوار کام خیال کیا جا سکتا ہے۔ رسالت جسوقت اپنا منصب پورا کرچکی اور صریحی الفاظ مین کہدیا گیا کہ اب دین قیامت تک انھین اصول پر رہے گا اور اُس مین کسی قسم کا تغیر و تبدل نہ ہوگا پھر ریفارم یا تجدید کے کیا معنے۔ ظاہر ہے کہ تجدید کا لفظ جب دینیات مین استعمال کیا جاے گا تو اُس سے لغوی معنی ہرگز نہ مراد لیے جائینگے کیونکہ احکام الٰہی مین تغیر و تبدل نہین ہو سکتا۔ تجدید کے معنی اُس موقع پر یہ ہونگے کہ دین نیا کر دیا جاے یعنی دین کا جوش جو دلون مین کم ہو گیا تھا وہ ازسرنو پیدا کردیا جاے۔ عبادت کا ذوق و شوق۔ احکام الٰہی کی محبت۔ اخلاق کے اعلے نمونے خدا ترسی کی برکتین۔ جسکا مختصر یہ کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر جو دنیا مین کم ہو گئے

ہوں انھین پھر ترقی ہو جائے اور دل جو معصیت کے زنگ سے خراب ہو گئے ہوں انھین پھر جلا دیدیجائے۔ اصطلاح دین مین تجدید کے یہی معنے ہین اور اسی قسم کی کارروائی کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ سچا ریفارم ہے۔

آجکل جس قسم کے ریفارم کیے جا رہے ہین ان سے اسلام مین اصلاح در کنار روز بروز اور زیادہ خرابیان پیدا ہوتی جاتی ہین۔ وہ لوگ جو مقتدائی کے مسند پر بیٹھے ہین انھون نے ریفارمر کا وزنی لفظ جو یورپ کے اوہام پرست اصحاب کے ساتھ ہندوستان مین آیا ہے ابھی تک نہین سنا۔ ہان انکو مجدد کا لفظ بیش یا زیادہ ملتا ہے۔ اگرچہ انھون نے کسی دل کو بھی اسلام کا سچا پرجوش مطیع نہین بنایا۔ ایک شخص بھی انکے پند و نصائح سے ایسا نہین ہوا کہ اسلام اور دین نبی ہاشمی کا دردمند ہوتا۔ وہ اپنی علمی تحسین اور اپنے شاگردون کی کثرت پر مجدد ہونے کے مدعی ہین۔ تمام علما کے گروہ مین اگر کوئی شخص یہ خطاب کچھ پھبتا ہے تو وہ شیخ الکل مسند الوقت جناب مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب محدث دہلوی ہین کیونکہ انکی ہمت سے محبت رسول اللہ اور پابندی سنن رسول ہندوستان مین پہلی حدیث کو یہان کے علمانے چھوڑ دیا تھا جسکے متروک ہوجانے سے اسلام کے بہت بڑے بڑے اصول در کنار خود توحید مین فرق آگیا تھا۔ مولانائے ممدوح کی کوشش سے اسقدر تو ایسا رواج ہوا کہ آج ہر شہر اور ہر قریہ مین کچھ نہ کچھ چرچا ضرور ہے۔

دوسری طرف وہ جماعت ہے جو عربی تعلیم کو تعلیم ہی نہین خیال کرتی۔ اور تعلیم یافتہ کا لفظ خاص اپنے لیے مخصوص کر لیا ہے۔ اُس کے نزدیک لفظ مجدد کوئی وقعت نہین رکھتا کیونکہ ان لوگون کے خیال مین مجدد کا انتظار ہی ایک قسم کی ضعیف الاعتقادی ہے۔ ہان لفظ ریفارمر کچھ انھین ایسا پیارا معلوم ہوا ہے کہ ہر انگریزی دان نوجوان ریفارمر بنا جاتا ہے۔ ہمین بھی افسوس ہے کہ یہ خطاب نوعمرون ہی مین صرف ہو گیا وہ تجربہ کار اور سن رسیدہ حضرات جنھون نے دراصل ان موجودہ خیالات کو ہندوستان مین پھیلایا ہے اپنے لیے کونسا خطاب اختیار کرینگے۔ مگر ریفارمر کا لفظ عام اس سے کہ نوعمرون مین رہے یا بوڑھے تعلیم یافتون مین افسوس اسلام کے حال پر دونون کی توجہ ایک ہی قسم کی ہے۔ ظاہر ہے کہ انگریزی جدید فلسفہ نے دونون کو آزاد

بنا دیا ہے - انہی اصلاح یا ریفارمیشن کا کام کرتے وقت امید نہیں کہ ایک کو بھی یہ خیال رہے کہ دین کے آئین و قوانین تبدیل کے لیے نہیں ہوتے ہیں اور نہ اس کے جزئیات میں عقلی معرکہ آرائیوں کی گنجایش ہوتی ہے جس داب اور جس عظمت کی نظر سے ایک پیغمبر برحق کی تعلیمات کو دیکھنا چاہیے اس ادب سے دیکھنے والوں سے تو دنیا خالی ہو گئی - جن لوگوں نے اصلاح کا کام اپنے سر لیا ہے وہ اس قسم کی اصلاح کرنا چاہتے ہیں جیسی کہ ایک پیغمبر دوسرے پیغمبر کی شریعت پر تصرف کرتا تھا - اگر اسلام نے گنجایش دی ہوتی تو ہم اپنے موجودہ ریفارمروں کو پیغمبر مان لیتے - مگر کیا کریں جبکہ ہمیں بتا دیا گیا ہے کہ اب چونکہ پیغمبر نہیں پیدا ہو سکتے لہذا جو کوئی اس قسم کا کام کرنا چاہے وہ بجز مخرب دین کے اور کسی قسم کا خطاب نہیں پا سکتا -

لوتھر اور پچھلے عیسائی پادریوں نے جس قسم کا ریفارم دین عیسوی میں کیا سو جودہ اسکولوں کے تعلیم پائے ہوئے مسلمان چاہتے ہیں کہ اس قسم کا ریفارم اب اسلام میں بھی کیا جائے - مگر قطع نظر اسکے کہ دین مسیحی میں بھی وہ ریفارم ناجائز بلکہ بے دینی کا پہلا زینہ تھا اگر خیال کیا جائے تو اسلام اور عیسائیت میں بہت بڑا فرق ہے - جسکی وجہ سے یورپ کے ریفارم کا قیاس اسلام پر نہیں کیا جا سکتا - صاف ظاہر ہے کہ دین مسیحی کوئی شریعت لے کے نہیں آیا تھا - ابتدا اً مسیحی احکام اور اعمال میں شریعت موسوی کے تابع تھے اور تورات ہر مسئلہ میں انکا مرجع تھی آخر یہود کی عداوت نے عیسائیوں سے تورات مقدس کی پابندی بھی چھڑا دی - دین عیسوی پر ان موجودہ ریفارموں کے پہلے ایک ایسا زمانہ آ گیا تھا کہ وہ کسی شریعت کے پابند نہ تھے - ہر پادری کی زبان عوام کے لیے ایک شریعت بن گئی تھی - پادریوں نے ان دنوں اپنے اس ناجائز استحقاق کے ذریعہ سے تمام حظوظ اور نفسانی خواہشوں میں کامیابی حاصل کر لی اور دین بھی ایسی خرابیوں میں مبتلا ہو گیا کہ اگر اسمیں ریفارم نہ کیے جاتے تو دنیا عجب خرابیوں میں پڑ جاتی - بخلاف اسکے اسلام ایک مضبوط شریعت رکھتا ہے جو کل گذشتہ امم کی شریعتوں سے زیادہ مضبوط ہے - بلکہ دعوے کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ اسلام اس فضیلت خاص

منفرد ہے۔ اسلام نے اپنے ابتدائی اٹھان کے وقت ایک ایسا قانون اور آ
ئین بناکے اپنے پیروون کے ہاتھ مین دیدیا تہا کہ کسی قسم کی دخل دہی کی گنجا
ئش ہے اور نہ کوئی اس بات کا موقع پاسکتا ہی کہ کسی جزئی مسئلہ مین بہی تغیر وتبدل
کرسکے۔ بعض غیر متعصب مورخین کا یہ فیصلہ نہایت عمدہ ہی کہ نبی ناصری یعنے
حضرت مسیح کو اپنے دین کی تکمیل کی بابت مہلت نہین ملی اور اسی وجہ سے دین
عیسوی ایک ناقص مذہب رہ گیا۔ اگر عیسائی علمانے اپنی ناقص شریعت کے
مضبوط بنانے کے لیے کوششین کین اور اپنی تعلیمات مین اپنے قیاسات کو دخل
دیا تو کیا ضرور ہے کہ ہم پیغمبر ہاشمی کی مضبوط اور ہر حیثیت سے درجۂ کمال پر پہونچی
ہوئی شریعت مین بہی دخل دین۔

بعض ہمعصرون سے التماس

ہمنے اردو لٹریچر کے متعلق جو مضمون لکہا تہا اسکی نسبت لائق اڈیٹر شیر قیصر نے
خیال کیا کہ آزاد کے مضمون کی مخالفت مین لکہا گیا ہے۔ ہم کہہ سکتے ہین کہ اس کی
کچہ اصلیت نہین۔ باہمی لڑائی اور مخالفت ہماری پالسی کے خلاف ہو یا نہ ہو مگر
دلگداز کے اصول کے بالکل خلاف ہی۔ ہم جو مضمون لکہتے ہین اُسمین صرف اپنی رائے
ظاہر کردیا کرتے ہین اسکی ہمین کبہی پروا نہوئی کہ کون موافق ہے اور کون مخالف
اس امر خاص مین اول تو ہمین اپنے دوست آزاد کی جانب یہ حسن ظن نہین ہی کہ
اُنہون نے ہمپر حملہ کیا کیونکہ ہماری غرض اور تہی اور حضرت شوق کی غرض اور ہے
ہمنے نفس زبان کی نسبت بحث کی اور اس مسئلہ پر محاکمہ کیا کہ اردو زبان پر دہلی اور لکہنؤ
والون مین سے کسکے زیادہ حقوق ہین اور دونون مدعیون مین سے کسکو زیادہ اجتہا
د کا حق حاصل ہے۔ اور آزاد کے مضمون کی یہ غرض ہی کہ اردو شعر ونظم کو موجودہ نیچرل
رنگ پر لانے مین لکہنؤ والے بہت پیچہے ہین اور دہلی والے سبقت لے گئے۔
اور روز بروز بڑہتے جاتے ہین۔ انکا یہ دعوی اپنے مضمون مین ہمنے بہی تسلیم کرلیا تہا
بلکہ ہمنے تو یہ لکہدیا تہا کہ دہلی والون کے کلام مین ابتدا ہی سے نیچر کی جہلکیان پائی

دلگداز

نمبر ۲ بابت ماہ فروری سنہ ۱۸۹ء جلد ۱۲

ترتیبہ

خادم قوم محمد عبد الحلیم شرر مہتمم "دلگداز"

دلگداز پریس مین چھپکر

لکھنؤ جھوائی ٹولہ سے شائع ہوا

مدینۃ الزہرا اور اُس کا قصر

ہمارے بعض دوست جو آگرہ اور دہلی کی قدیم اسلامی عمارتون کے کھنڈر دیکھتے ہین وہ اگلے اسلامی جبروت کو یاد کر کے اکثر اوقات اس قدر متاثر ہو جاتے ہین کہ دنیا کی تمام ترقیان اور ناموروں کی ساری عزتین انکی نظر مین بے حقیقت معلوم ہونے لگتی ہین دنیا کی ناپائداری اور انسانی حالات کی بے ثباتی انکے دل پر ایسی زندگی سے جی ہٹا جاتا ہے اور دلپر کچھ ایسی افسردگی طاری ہو جاتی ہے کہ کچھ کرنے کو جی نہین چاہتا اگرچہ قدیم کھنڈرون کی زیارت سے یہ بہت برا اثر دلون پر پڑتا ہے - اور پست ہمتی آئندہ ترقیون سے روکنے لگتی ہے لیکن مگر اس سے ایک عظیم الشان فائدہ بھی ہوتا ہے ضعیف دل اور جاہ طلب جانبازون کو بیشک چاہیے مایوس ہو کے بیٹھ رہین مضبوط اور مستقل دل انہین سے کچھ کام کرنے کی ایک نظیر پاتے ہین اور انہین یہ جوش پیدا ہوتا ہے کہ ہمارے قدیم عالی ہمت بزرگون نے جب ایسی ایسی اولوالعزمی کے کام کیے ہین تو ہمین بھی کچھ نہ کچھ کرنا ہی چاہیے - اور اگر ہم حقیقت مین مایوس ہو گئے ہین اور ہم سے کچھ نہین ہو سکتا تو ایک حیثیت سے قدیم منہدم عمارتون کی طرف ہمین زیادہ توجہ کرنا چاہیے اصل مین پوچھیے تو منہدم عمارات قدیم نہین ہین بلکہ سلطنت کی ناموریون اور ان اگلی اولوالعزمیون کی مجسم لاشین ہین جو آج ہمین بے گور و کفن پڑی ہوئی معلوم ہوتی ہین - اگر ہمین توفیق ہوتی یا ہم مین ہمت ہوتی تو ہم ان لاشون کے ساتھ عمدہ سلوک کرتے اور انہین اچھے اچھے کفنون مین لپیٹ کے رکھتے اور اگر اتنی توفیق نہین تو ہمین چاہیے کہ یہ لاشین اپنی قوم کے سامنے ڈال دین تاکہ سب کے سب حلقۂ ماتم باندھ کے انکے گرد بیٹھین اور روتے روتے انکے ساتھ اپنے آپ کو بھی فنا کر دین -

اے ہندوستانیو! جو ہندوستان کی عمارتوں پر آنسو بہا رہے ہو تو عمارتیں تو اس ملک میں ہیں جہاں پانچ کروڑ آدمی توحید کے قائل اور بت پرستی کے آنسو بہانے والے موجود ہیں اور جہاں ایسی آزاد گورنمنٹ ہے جو تمہاری حسرتوں میں شریک ہونے کو اور تمہیں تسلی دینے کو موجود ہے آؤ ہم تمہیں وہ اسلامی یادگاریں دکھائیں جو ایسی سرزمین میں ہیں جہاں ایک شخص بھی نہیں ہے جس پر ٹھیک طور سے موحد کا اطلاق ہو سکے جہاں کی اکثر عمارتیں کلیسا کا کام دے رہی ہیں کسی زمانے میں وہاں ایک خدائے واحد پکارا جاتا تھا۔ آج وہ توحید پامال کر دی گئی اور اب انہیں عمارتوں میں علی الاعلان تین خدا پکارے جاتے ہیں۔ ایسی عمارتیں بھی خوش نصیب نہیں کہ کسی طرح ہی درست ہو کر زمانے سے بچ تو رہیں۔ افسوس تو اُن عمارتوں کا ہے جو ویرانوں میں پڑی ہوئی ہیں اور کسی کو اتنی اجازت بھی نہیں کہ آج انکے کھنڈروں پر بیٹھ کے اگلے جاہ و جلال کو یاد کرے اور دو آنسو بہائے غرناطہ کے قصر حمرا کا نام اکثر لوگ سن چکے ہیں مگر قرطبہ کے گرد و جوار کی عمارتوں کا تذکرہ بہت کم لوگوں نے سنا ہوگا ہسپانیۂ عظمیٰ کے اموی خلیفہ امیر المومنین ابو المطرف عبد الرحمان الناصر لدین اللہ کو عمارتوں کا نہایت شوق تھا گرچہ اسکی زندگی زیادہ تر فتوحات اور فوجکشی میں گذری مگر جس عظمت شان کی عمارتیں اُسنے قرطبہ کے گرد و جوار میں تعمیر کرائیں ممکن نہیں کہ کوئی بادشاہ سوبرس اطمینان کے ساتھ حکومت کرنے کی صورت میں بھی تیار کرا سکے۔

عبد الرحمن ثالث سلسلۂ خلافت میں اندلس کا آٹھواں تاجدار تھا اور اپنے نام کے لحاظ سے تیسرا عبد الرحمن تھا جو ہسپانیہ کے اورنگ خلافت پر جلوہ افروز ہوا۔ پہلا عبد الرحمن بن معاویہ بانی خلافت اسپین تھا جو مشرقی دنیا میں بنی امیہ کے زوال کے بعد عباسیوں کے ہاتھ سے بچکر نکلگیا اور افریقہ کے ریگستانوں میں دشت نوردی کرتے کرتے اندلس کا فرمانروا ہوگیا۔ عبد الرحمن بن معاویہ لیاقت اور نیز شجاعت کے لحاظ سے ایسا شخص تھا کہ یوروپین اور نیز ایشیا کے مورخین کے قلم اُس کے کارنامے دکھاتے وقت بڑا جوش و خروش دکھا جاتے ہیں۔ عبد الرحمان بن معاویہ ۱۷۱ھ ہجری میں داصل بحق ہوا۔ دوسرا عبد الرحمان عبد الرحمن بن حکم تھا جو چوتھا

[illegible] خصوصیت سے تھا عبدالرحمٰن بن حکم نے بڑی دیانت سے [illegible]
[illegible] سیاسیات دیکھا میں اور ۲۳۸ ہجری میں دنیا سے رخصت ہوا۔ تیسرا
عبدالرحمٰن الناصر لدین اللہ تھا جس کا حال ہم بیان کرنا چاہتے ہیں
خلیفہ ناصر لدین اللہ شہزادہ محمد بن عبداللہ کا بیٹا تھا باپ ایام [illegible]
خلیفہ عبداللہ سے [illegible] ہو گیا تھا اور شاہی فوج کے مقابلہ میں ایسا [illegible]
[illegible] چار روز کے بعد مر گیا اور اسی وجہ سے ناصر لدین اللہ کو لوگ [illegible]
[illegible] مقتول کہتے تھے۔ شہزادہ محمد کے مرنے کے بعد خلیفہ عبداللہ کو [illegible]
[illegible] سے ایسی محبت ہو گئی کہ اسکے واسطے وہ تمام دنیاوی سامان [illegible]
[illegible] تھا [illegible] تربیت کے لیے ملک کے منتخب علما اور اہل کمال [illegible]
[illegible] برس کے سن میں قرآن کی تعلیم سے فراغت ہو گئی اور تمام مسائل عقائد
[illegible] کرائے گئے اسکے بعد حدیث کی کتابیں پڑھائی گئیں پھر تاریخ اور تمام علوم
[illegible] کی تعلیم شروع ہوئی عبدالرحمٰن ایک زبردست عالم کے رتبہ تک پہنچ گیا [illegible]
[illegible] گئے ۔ ربیع الاول ۳۰۰ھ کو خلیفہ عبداللہ نے سفر آخرت کیا جسکے بعد
عبدالرحمٰن الناصر لدین اللہ خلیفہ قرار پایا۔ خلیفہ ناصر لدین اللہ جب تخت پر بیٹھا ہے
[illegible] وقت [illegible] برس کی عمر تھی مگر مورخین اعتراف کرتے ہیں کہ اسکی دانائی اور
[illegible] اس سن کی حیثیت سے بدرجہا زیادہ تھی۔ علاوہ فہم و فراست کے خدا نے
[illegible] حسن و صورت بھی ایسی دی تھی کہ تمام ملک میں اسکے حسن و جمال کا شہرہ تھا
عبدالرحمٰن کی ماں [illegible] ایک معزز عیسائی خاندان کی لڑکی تھی عبدالرحمٰن نے تخت
پر بیٹھتے ہی ملک کی آمدنی تین حصوں پر تقسیم کر دی ایک حصہ سے فوج آراستہ
کی جاتی تھی ایک حصہ عمارات کے کام آتا تھا اور ایک حصہ بیت المال میں خزانہ
[illegible] میں جمع کیا جاتا تھا اور اسی انتظام کی وجہ سے اسکو تعمیر کے متعلق اپنے
حوصلے پورا کرنے کا بخوبی موقع ملا ۳۲۵ھ میں قرطبہ کے سب سے بڑے بازار میں آگ
لگ گئی اور ایسی آگ لگی کہ کئی روز تک کسی طرح بجھائی نہ جا سکی تین شبانہ روز
عالیشان اور سربفلک عمارتوں پر شعلے بھڑکتے رہے۔ تمام نقصان برباد اہل قرطبہ کے
[illegible] فیاضی اور اولوالعزم بادشاہ خلیفہ الناصر لدین اللہ نے یوں پوچھے کر حکم دیا

تمام منہدم عمارتین بہ نسبت سابق کے زیادہ خوشنمائی اور خوبصورتی سے از سر نو
تعمیر کی جائین اور کل مصارف کا بار خود سلطنت پر ڈالا جائے۔

یون تو اُس حوصلہ مند خلیفہ نے خاص قرطبہ مین صدہا عمارتین تعمیر کرائین مگر سب سے
شوق اور اُسکی اولو العزمی نے اپنا پورا زور اُسوقت دکھایا جب اُسکے حکم سے
قصر زہرا کی بنیاد ڈالی گئی جو اسپین کا مورخ کانڈی بتاتا ہے کہ اس خلیفہ کے
حرم مین ایک پری جمال اور حورش لونڈی تھی بادشاہ اُس سے نہایت مانوس تھا
اور اُسکے ناز و ادا پر شیفتہ تھا۔ شاہی حوصلون کو دیکھ کے اُس نے زہرا اُس لونڈی
ہی کا نام تھا اور اُسکی طرف نسبت دے کے بادشاہ نے اس محل کا نام قصر زہرا رکھا
خلیفہ ناصر لدین اللہ بہار اور خزان کے موسم ایک نہایت ہی عمدہ سبزہ زار مین گذارا
کرتا تھا جو قرطبہ سے چار پانچ میل کے فاصلے پر دریاے وادی الکبیر کے کنارے واقع تھا
اُسی مرغزار مین اُس قصر کی بنیاد ڈالی گئی۔ قصر کے بعد اسلامی جوش نے ایک شاندار
مسجد تعمیر کرائی جو جامع زہرا کے نام سے یاد کی گئی اور شاہی دربار اور فوج کی
ضرورت سے خلیفہ نے اُس قصر کے گرد ایک پورا شہر آباد کر دیا جو مدینۃ الزہرا کہلاتا تھا
افسوس ملک اسپین کا جغرافیہ آج اس شہر سے خالی معلوم ہوتا ہے مگر آثار قدیمہ
ڈھونڈھنے والا تواریخ کے صفحون پر دیکھے کہ مدینۃ الزہرا ایک نہایت ہی خوشنما
بلکہ اپنی شان شوکت کے لحاظ سے ایک عجیب و غریب شہر تھا۔

مورخین کہتے ہین کہ قصر زہرا کی تیاری کے بعد تمام مبصرون اور جہاندیدہ لوگون نے
اتفاق کیا کہ دنیاے اسلام اُس عمارت کی نظیر سے خالی ہے حتے کہ اُن دنون غیر سلطنتون
کے سفیر اور دور دور کے مسافر آ کے اُس عمارت کو حیرت و استعجاب کی نگاہون سے
دیکھتے تھے اور یقین کر لیتے تھے کہ ایسی دنیاوی جنت نہ دیدہ ہے نہ شنیدہ بلکہ اعتراف
کرتے تھے کہ اس خوشنمائی اور عظمت و شان کی طرف کسی کا خیال ہی نہ گیا ہوگا۔
سنہ ۳۲۵ھ مین قصر زہرا کی تعمیر شروع ہوئی اور ابتدا سے آخر تک روزانہ چھ ہزار سلین
آتی تھین جو نہایت خوبصورتی کے ساتھ بڑی بڑی چٹانون سے تراشی جاتی تھین
اور اینٹ کی جگہ صرف ہوتی تھین وہ سلین جو فرش کے کام آتی تھین وہ ان سے
علحدہ تھین اور اُنکا شمار ان اینٹون مین نہ تھا ڈھلائی وغیرہ کے کام کے لیے

تیرہ ستون افریقہ سے آئے تھے۔ انیس ستون فرنگستان سے بہم پہونچائے گئے
تھے اور ایک سو چالیس ستون قیصر روم نے ہدیتہً بھیجے تھے۔ اس قصر میں چھوٹے
بڑے سب ملا کے پندرہ ہزار سے کچھ زیادہ دروازے لگے تھے۔ اور کل دروازوں
پر لوہے اور تانبے کی چادریں چڑھی ہوئی تھیں اور اس لوہے یا تانبے پر سونے کا
پانی پھیر دیا گیا تھا۔ جسکی وجہ سے اس قصر میں آفتاب کی شعاعیں ایک عالم نور کا سماں
دکھا رہی تھیں۔ اس قصر پر سونا زیادہ پھیر دیا گیا تھا اور در و دیوار پر سونے کے بیل بوٹے
بنے ہوئے تھے اور ہر چہار طرف مرصع کاری کی گئی تھی جسکی جھلک آنکھوں کو خیرہ اور
دلوں کو متحیر کر دیتی تھی خصوصیت کے ساتھ اور وہ بڑا کمرہ جو مجلس الذہب کہلاتا تھا
ان دونوں کی آب و تاب اور شانداری نے دنیا بھر کے سیاحوں کو اپنا دلدادہ و شیدا
بنا لیا تھا۔

اس قصر اور اسکے گرد کے باغ کی زیب و زینت کے لیے خلیفہ ناصر نے ایک نہر
جاری کی تھی اسمیں جو صنعتیں اور کاریگریاں صرف کی گئی تھیں انہوں نے عقلاؤں کو
اور زیادہ حیرت و استعجاب میں ڈالدیا تھا یہ نہر جبل قرطبہ سے لائی گئی تھی نہایت
شیریں لطیف اور سرد پانی آتا تھا اور قصر ناعورہ میں جو قرطبہ کے مغرب جانب تھا
جاتا تھا۔ قصر ناعورہ بھی زہرا کی ایک بے مثل عمارت تھی اور کئی بلند چبوتروں پر
اسکی کرسی دی گئی تھی۔ اس نہر میں یہ صنعت کی گئی تھی کہ ان تمام اونچے چبوتروں پر
جنپر قصر بنایا گیا تھا چڑھتی تھی اور کل عالیشان عمارتوں پر ہو کے گذرتی تھی جو قصر
ناعورہ کے آس پاس واقع تھے انتہائی بلندی پر ایک نایاب اور خوشنما سنگ رخام
کا حوض تھا اور اسکے کنارے ایک بہت بڑا شیر بنا کے بٹھایا گیا تھا۔ شیر پر طلائی
گلکاری بنی تھی اور ایسے ایسے قیمتی جواہرات لگائے گئے تھے کہ اسکی چمک دمک
دور سے دیکھنے والوں کو دھوکا دیتی تھی کہ حوض کے کنارے سے آفتاب طلوع
ہو رہا ہے اور شیر کی صورت ایسی ہیبت ناک اور رعب دار بنائی گئی تھی کہ دولت
امویہ کے رعب و داب کی تصویر آنکھوں کے سامنے پھر جاتی تھی۔ مورخین کہتے
ہیں کہ شاہان سلف نے اپنے آثار دکھانے کے لیے جتنی صنعتیں پیش کی ہیں یہ
ان سب سے بڑھا ہوا تھا۔ نہر چبوتروں اور شیتوں پر چڑھکے اس شیر کے

مشرقی کمرے مین نصب کیا - اُس کمرے کا نام "مونس" تہا کمرۂ مونس مین نصب ہونے کے بعد یہ اور لطف پیدا کیا گیا، اُس کے اوپر چارون طرف عاشر دنیے کی بارہ مورتین کھڑی کی گئین جنپر موتی اور بے بہا جواہرات جڑے ہوئے تھے خاص قرطبہ مین صنعت و دستکاری کا ایک بہت بڑا کارخانہ تہا، وہ ارصناعی یہ مورتین اُسی کارخانے مین تیار ہوئی تہین - ان مورتون کی تفصیل یہ بتائی گئی ہے کہ ایکطرف شیر ہرن اور گہڑیال کی تصویرین تہین اور انکے مقابل مین دوسری طرف اژدہے عقاب اور ہاتھی کی مورتین قائم تہین - ادہر ادہر کے دونون پہلوؤنمین سے ایک جانب کبوتر شاہین اور طاؤس تھے اور انکے مقابل مین دوسرے پہلو پر مرغ چیل اور باز نصب تھے - قطع نظر اُس طلائی کام اور اُس مرصع کاری جو قیمت مین سلطنتون کے خراج سے زیادہ تھی یہ بہت بڑی صنعت تھی کہ ان سب جانورون کے منہ سے ہر وقت حوض مین پانی گرا کرتا تہا اور یہ لطف یہ کہ پانی اسقدر کبھی نہین بڑہتا تہا کہ حوض سے چہلک جاے - کیونکہ حوض ہی سے جانورون مین پانی پہونچتا تہا -

تیاری کے بعد بادشاہ نے قصر زہرا کو اپنا مستقر قرار دیا - اگرچہ ان دنون کی لڑائیون اور بعض بغاوتون نے خلیفہ ناصر کو قصر زہرا مین کبھی اطمینان سے نہین بیٹھنے دیا مگر پہر بہی حتے الامکان اُسنے کوشش کی کہ اپنی زندگی کا زیادہ تر حصہ اُس بے بدل قصر اور اُس پری جمال معشوقہ زہرا کے پہلو مین بسر کرے - تیرہ ہزار سات سو چالیس نوجوان خاص قصر زہرا کے ملازم تہے - جو مختلف خدمتون پر مامور تھے کہتے ہین کہ ان نوجوانون مین تین ہزار سات سو ستاسی صقلی والے تھے - اور ان نوجوانون کے علاوہ چھہ ہزار تین سو چودہ پریوش لڑکیان تہین جو ہر وقت اُس شاہی قصر کی آراستگی مین سرگرم رہتی تہین - کاندی لکھتا ہے کہ قصر الزہرا کے خاص شاہی نشست گاہ کے کمرے مین علاوہ اور تمام صناعیون کے ایک یہ صنعت تھی کہ کمرے کے درمیان مین زبرجد کا ایک نہایت نازک ونفیس فوارہ تہا جسکی چوٹی پر ایک سونے کی بط تھی اور انسانی حیرت خیز کاریگری کی خبر دیتی تھی - اس بط کی نسبت بیان ہے کہ قسطنطنیہ کی بنی ہوئی تھی - اور اس فوارے کے محاذات مین

ہیرے بے بہا اور بے مثل موتی آویزان تھا جسکو شہنشاہ یونان نے خلیفہ
عبدالرحمن الناصر لدین اللہ کی خدمت مین نذر کیا تھا وہ اونچا اور سب سے
بلند چبوترہ جہان سے آبشارون کی روانی۔ درختون کی سرسبزی پھولون کی
شادابی فوارون کی روانی اور عمارتون کی آب وتاب کا سماں نظر آتا تھا
انتہا سے زیادہ دلکش تھا۔ اس بنگلے مین اکثر اوقات خلیفہ جب کسی محنت اور کسی کام
سے تھک جاتا تھا آرام کیا کرتا تھا بنگلہ کی چھت سنگ مرمر کے ستونون پر قائم
تھی اور ان ستونون پر سنہری کاکاری بنی ہوئی تھی کہتے ہین کہ اس بنگلے مین
سیماب کا ایک بڑا حوض رکھا تھا جسمین پارہ بھر دیا گیا تھا جو ترکیبون سے ایسا
متحرک کر دیا گیا تھا کہ خود بخود اسمین لہرین اٹھتی تھین اور ہر وقت حرکت کرتا رہتا
تھا۔ اس متحرک پارے پر جب آفتاب یا ماہتاب کی شعاعین پڑتی تہین عجب حیرت
انگیز سمان نظر آتا تھا اور اسکی آب وتاب سے آنکھین خیرہ ہو جاتی تھین۔ سب
طرف دروازون پر ریشم اور روپہلے سنہرے پردے آویزان رہتے تھے ان پردون
پر جابجا بیشقیمت بوٹے اور ایسی تصویرین بنی ہوئی تھین کہ دیکھنے والے کو اصل باغ
اور زندہ جانورون کا دہوکا ہوتا تھا۔ خلاصہ یہ کہ اس قصر اور اسکے گرد کے باغ
مین وہ تمام سامان فراہم تھے جو کسی بڑے سے بڑے جلیل القدر صاحب جبروت
شہنشاہ کے خوش کرنے کے لیے مہیا کیے جاسکتے۔

مدینۃ الزہرا مین اس قصر کے گرد اور بہت سی عمارتین بنوائی گئی تھین ایک محل
تھا اور خاص شاہی گارد کے لیے بہت سی بارکین تعمیر کی گئی تھین خلیفہ الناصر لدین
اللہ کے گارد مین بارہ ہزار جوان تھے چار ہزار اسکلاوونیا کے رہنے والے
جو پیادہ تھے۔ اور قصر کے اندر حاضر رہتے تھے باقی آٹھ ہزار مین چار ہزار
حبشی اور چار ہزار خاص اندلسی جوان تھے جو سوار تھے۔ ان پلٹنون اور رسالون
کی سرداری کے لیے خاص شاہی خاندان کے شاہزادے اور معزز امرا وشیوخ
اندلس وافریقیہ منتخب کیے جاتے تھے۔ ہر رسالہ اور ہر پلٹن کے لیے الگ بارک
بنی ہوئی تھی۔ جنمین ہر ہر قوم کے لوگ الگ الگ رہا کرتے تھے۔ سوا ان اوقات
کے جب خلیفہ خود میدان جنگ کا قصد کرے اور کسی حال مین یہ فوج پایتخت

اُسکی خدمت مین جو چند عورتین تھین اُنمین سے ایک تو مزنہ تھی جو بادشاہ کے معاملات کی کاتبہ تھی ایک صفیہ تھی۔ جو اُس عہد کی ایک مشہور مصنفہ تھی و عبداللہ الراعی کی بیٹی تھی۔ اور اُسکے اشعار و قصائد سے بادشاہ اکثر اپنا دل خوش کیا کرتا تھا۔ جنمین عاشقانہ جذبات کے ساتھ علم کے اعلیٰ خیالات بھی پائے جاتے تھے۔ احمد بن قاسم کی بیٹی عائشہ کے اشعار بھی بادشاہ اکثر سنتا تھا اور [illegible] مسرور ہوکے داد دیتا تھا۔ عائشہ قرطبہ کی ایک کنواری لڑکی تھی۔ جسکی مورخین بہت تعریف کرتے ہین اور کہتے ہین کہ تین باتون مین وہ اپنے کل ہم عصرون سے فوق لے گئی تھی اپنی پاکدامنی حسن و جمال اور علم و فضل مین اُسکے برابر زمانے مین کوئی لڑکی نہ تھی۔

آخر داعی اجل نے لبیک کہی۔ اور عشرتکدۂ زہرا بزم ماتم بنگیا۔ ۲۔ ماہ مبارک رمضان سنہ ۳۵۰ھ مین سہ شنبہ کے روز رحمت حق نے بڑھ کے خلیفہ ناصر لدین اللہ کو اپنی گود مین لے لیا۔ اس نامور خلیفہ نے پچاس برس چھ مہینے اور تین دن سلطنت کرکے بہتر برس کی عمر مین سفر آخرت کیا۔

اُس کا بیٹا حکم جو امور سلطنت اور شاہی اولوالعزمیون مین ہمیشہ شریک رہا تھا دوسرے روز تخت خلافت پر بیٹھا حکم تخت پر بیٹھنے کے بعد المستنصر باللہ حکم [illegible] الناس کے لقب سے یاد کیا گیا حکم نے اپنے زمانے مین علمی ترقیون کی طرف خاص توجہ کی اور اُسی کی کوششون سے علمی دنیا مین بھی خلافت اندلس خلافت بغداد کی حریف بن گئی۔ اُسکے حالات بھی ہم کسی اور موقع پر ظاہر کرینگے۔

ہمارا جدید ناول

ہمارے دو ناول پورے ہوچکے۔ اور جنوری سنہ ۱۹۰۰ء سے ہمنے تیسرا ناول شروع کیا۔ اس دفعہ ہمارا قصد تھا کہ ناول کے متعلق کوئی مضمون نہ لکھین مگر اکثر احباب کی متواتر تحریرون نے مجبور کردیا کہ اس جدید ناول کے متعلق اپنا خیال ظاہر کرکے آئندہ کی کچھ پیشین گوئیان کرین۔ اس دفعہ ہم ہندوستان ہی مین

واقعات پر بنیاد قائم کی گئی ہے لہذا اتنا تو ضرور ہے کہ تاریخ کی خود مسلمہ بناؤن پر
مسلمان اکثر کامیاب رہین گے - علاوہ برین آن پہلی لڑائیون کے زمانے مین
چونکہ ہندو مسلمانون مین قومی اختلاف نہایت جوش وخروش پر تہا لہذا اس
ناول کے ہیرو بہی اپنی فیاض سوسائٹیون مین پورے متعصب نظر آئین گے
ہندو راجہ اپنی راج سبہا مین جن الفاظ سے مسلمانون کو یاد کرتے ہونگے اور جس
حقارت کی نظر سے مسلمانون کو دیکہتے ہونگے اُس سے زیادہ نفرت اور تعصب
مسلمانون مین نظر آئے گا - جب وہ اپنی خاص صحبتون مین ہندوان کا تذکرہ کرتے
ہونگے - یہ برتاو چونکہ اُس زمانے کا سچا اور تاریخی اصول ہے لہذا ادنی لکہنے والا اس سے
گریز نہین کرسکتا - ہان سلطان محمود اور نیز شریف النفس ارکان ہند کے شریفانہ
اور فیاضانہ برتاؤن کے ذریعہ سے دکہایا جائے گا کہ بہ نسبت موجودہ زمانے کے
جسے لوگ بے تعصبی اور امن وامان کا زمانہ کہتے ہین وہ زمانہ کسقدر اچہا تہا لیس
اس مقام پر مین اس مضمون کو تمام کرتا ہون اور دعا کرتا ہون کہ پبلک مین اپنے
غیر متعصب ثابت ہون -

دلگداز کے متعلق ایک جدید التماس

(ضرور ملاحظہ ہو)

گذشتہ دو سال تک جو بے انتظامی رہی اُسکے معاوضہ مین اب قصد کر لیا گیا کہ
اس سال نہایت عمدگی اور خوش اسلوبی سے پرچہ کا انتظام جاری رکہا جائے
یہ فروری کا پرچہ ٹہیک تاریخ پر ناظرین کی مشتاق آنکہون کے سامنے اور فیاض
ہاتہون مین پہونچتا ہے اور آیندہ بہی ہمارے دوست ایسی ہی امید رکہین -
جو امر اس خاص موقع پر مین ظاہر کرنا چاہتا ہون وہ یہ ہے کہ دلگداز کی پالسی اس
وقت تک خیالی اور تاریخی مضامین مین ملی جلی رہی یکسوئی اور خاص ایک
سبجکٹ پر پالسی کے محدود کر دینے کے متعلق معزز ناظرین سے بارہا مشورہ کیا گیا
مگر کسیطرح کوئی فیصلہ نہوسکا - سنہ ۹۹ء مین جو خطوط آئے اُنسے معلوم ہوتا ہے کہ

اب پبلک مین تاریخ کا مذاق بڑھ گیا۔ اور لوگ چاہتے ہین کہ دلگداز کے مضمون زیادہ تر بلکہ عموماً تاریخی مضامین شائع ہوا کرین۔

لہذا اب ہم بھی یہی چاہتے ہین کہ تاریخی مضامین زیادہ تر شائع کیے جایئن لیکن ہمین ایک بہت بڑی دقت ہے جسکی طرف اگر ہمارے قدردان احباب توجہ کرین تو نہایت سہولت سے دفع ہو جائے۔ خیالی مضامین تک تو یہ تھا کہ ہم اپنے ذہن خیالات سے کام لے کے دوستون کو خوش کر لیا کرتے تھے لیکن جب ہم تاریخ کی دنیا مین قدم رکھینگے تو ہمین ہر قدم پر کتب تواریخ کی ضرورت ہوگی۔ ہم نے بہت کوشش کی مگر لکھنؤ مین کوئی کتب خانہ نملا جسمین وہ عربی اور انگریزی تاریخین موجود ہون جنسے ہمارا کام نکل سکے۔ اب مجبور ہو کے ہمنے ارادہ کر لیا کہ خاص اپنے دلگداز فنڈ کے سرمایہ سے عربی تاریخین منگوالین۔ لیکن افسوس دلگداز فنڈ مین اتنا روپیہ بھی سردست نہین موجود جو اپنی اغراض کے لیے کافی ہوسکے۔ تا کہ خریدی کتب تواریخ کا ایک زائد بار ڈالا جائے۔ لہذا ہم اپنے ناظرین سے اس موقع پر دوبارہ زور دے کے عرض کرتے ہین کہ اگر سب صاحب توجہ کرکے اگلا زر باقیات اور سنہ حال کی قیمت بھیجدین تو ہم تمام کتابین خرید لین اور عمدہ سے عمدہ تاریخی مضامین ہمیشہ پیش کرتے رہین۔ اسمین ہماری قومی تاریخ کو بہت بڑا فائدہ پہونچے گا۔ اور وقتاً فوقتاً ہم کو تاریخی مضامین بھی شائع کرسکینگے جسکو لٹریچر کا تھوڑا سا رنگ نہایت دلچسپ اور موثر بنادے گا۔ ایسے رؤسا قوم مین کہان ہوا جو موقع پر خاص قسم کی فیاضی سے ہماری مدد کرین۔ اگر ایسی ہی امید ہوتی تو سبحان اللہ۔ اگر کوئی رئیس اسطرف توجہ کرکے تھوڑی بہت رقم سے یکمشت ہماری اعانت کردے تو ہم اُسکا شکریہ نہایت احسان مندی کے لہجے مین پبلک کے سامنے شائع کرینگے۔ اور عام طور پر خریدارون سے امید ہے کہ وہ اپنی ڈاک قیمتین ارسال کرکے ہمین اپنی اس غرض مین کامیاب ہونے کا موقع دین۔ جو صاحب اس بارے مین خاص طور پر خط و کتابت کرین تو بجز کی ضرورت سے ہم اُنکا اور زیادہ اطمینان کرادینگے اور ہماری اس غرض کی جانب کو دل سے توجہ کرنا چاہیے۔ اگر پبلک نے تھوڑی سی توجہ کی تو مارچ کے

والا زمین اس امر کو ہم زیادہ زور دے کے اور زیادہ وضاحت کے ساتھ لکھیں گے۔

خادم قوم مسٹر نگر

اطلاع

ہمارے دوست حکیم محمد حسن صاحب جنکی لیاقت نہایت اعلے درجہ کی ہے اور خاص لکھنؤ مین چار پانچ سال مطب کر چکے ہین۔ اب وہ کسی رئیس کی سرکار مین نوکری کرنا چاہتے ہین۔ اگر کسی صاحب کو ضرورت ہو تو ایسا طبیب دشواری سے ملے گا۔ خواہ انکا تصفیہ کی خط و کتابت سے ہو سکتا ہے جن صاحب کو ضرورت ہو تحریر فرمائین۔

مسٹر نگر ایڈیٹر

دلگداز

نمبر ۳ بابت ماہ مارچ ۱۸۹۰ء جلد ۴

مرتبہ

خادم قوم محمد عبد الحلیم شرر مہتمم "دلگداز"

دلگداز پریس مین چھپکر

لکھنو جھوائی ٹولہ سے شائع ہوا

آٹھویں صدی ہجری کا ایک مسلمان مسافر

یہ عجیب وغریب مسافر ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ بن محمد بن ابراہیم المعروف بہ ابن بطوطہ ہی۔ لیکن ممالک مشرق کے لوگ اسے شمس الدین کے نام سے یاد کرتے ہین۔ یہ شخص ملک مراغہ کے شہر طنجہ مین پیدا ہوا تھا۔ مراغہ جسے اب انگریزی مین مراکو کہتے ہین افریقہ کے انتہائی حدود پر واقع ہے۔ وہ مشہور آبنائے جسے جبرالٹر کہتے ہین جو مشرق قلزم یا بحیرۂ روم کو بحر اعظم مغرب یعنی اٹلانٹک اوشن سے ملاتی ہے اور شمالاً وجنوباً یورپ کو افریقہ کے پاس پہونچاتی ہے اسکے جنوبی ساحل سے مراغہ کی سرزمین شروع ہوتی ہے اور شمالی ساحل پر اسپین یعنی قدیم اندلوسیہ کی زمین ہے۔ دونون ساحلون پر ایک دوسرے کے مقابل دو شہر آباد ہین۔ یعنی شمالی ساحل پر شہر جبرالٹر واقع ہی جو ابتو جبرالٹر ہے مگر کسی زمانے مین جبل الطارق تھا اور شمالی ساحل یعنی مراغہ کی سرزمین پر ایک آباد وسیع اور قدیم شہر ہے جسکو انگریزی مین ٹنجیر اور عربی مین طنجہ کہتے ہین یہی شہر طنجہ جو پرانی دنیا کی آخری حد پر واقع ہی ابن بطوطہ کا مولد ہی۔ ابن بطوطہ کہتا ہے کہ مینے صرف بہ نیت حج بیت الحرام اور زیارت قبر رسول علیہ السلام جمعرات کے روز ۲ رجب ۷۲۵ھ کو اپنے پیارے وطن طنجہ کو چھوڑا۔ اعزا اور اقربا مین سے ہر زن ومرد کی مفارقت اپنے اوپر گوارا کرلی۔ اور اسطرح وطن سے نکلا جسطرح چڑیا اپنے آشیانے سے اڑجاتی ہی میرا سن اسوقت بائیس برس کا تھا اور ماں باپ بقید حیات تھے جنھون نے نہایت دلسوزی سے آنسو بہا بہا کے اور کلیجے پر صبر کی سلین رکھہ رکھہ کے مجھے رخصت کیا مینے انکی مفارقت کا داغ سینے مین لیا اور وطن کو خیرباد کہی۔"

ابن بطوطہ کا سفر معمولی حاجیون کا سفر نہ تھا۔ یہ اولوالعزم مسافر جو ملک راستے مین پڑے انکو بخوبی دیکھتا بھالتا ہر شہر کی عزیز سوسائیٹیون کو پرکھتا اور گاؤن گاؤن

پھرتا یا یون کہنا چاہیے کہ ہر روز نیا دانہ کھاتا اور نیا پانی پیتا۔ روانہ ہوا الجیریا تونس طرابلس۔ اور برقا کے مرغزارون کی ہوا کھاتا ہوا مصر مین پہونچا۔ مصر مین عرصے تک شہر شہر اور گانو گانو پھر کے سرزمین شام مین پہونچا۔ شام مین بیت المقدس اور تمام مقامات کا سفر کرتا ہوا ایشیاے کوچک مین داخل ہوا۔ اس ملک کے جنوبی اضلاع کی سیر سے خوب سیر ہو کے کوہ لبنان اور بعلبک ہوتا ہوا شہر دمشق مین آیا۔ دمشق کا حال اُسنے نہایت تفصیل سے لکھا ہی جو اس مضمون کے ذریعہ سے ہمارے دوستون کو بھی معلوم ہو جائے گا۔ دست ہم اجمالی طور پر ابن بطوطہ کے سفر کا حال بیان کرتے ہین۔

دمشق سے نکلکے ابن بطوطہ ارض عرب سے برکتین حاصل کرتا ہوا مدینہ طیبہ حضرت رسول علیہ السلام مین آیا۔ وہان سے مکہ مین جا کے شریک حج ہوا۔ ابن بطوطہ کے دل مین بچپن سے سفر کا شوق تھا۔ پہلے تو صرف حج اور زیارت روضہ رسول علیہ السلام کی نسبت تھی مگر اب خیالات ایسے وسیع ہوے کہ ساری دنیا کے سفر پر آمادہ ہو گیا۔ اور مکہ معظمہ سے خشکی کے راستے عراق عرب مین آیا وہان کے تمام شہرون مین ہوتا ہوا ایران مین پہونچا۔ ایران مین خوب پھر پھر کے اور تمام مشہور شہرون کی سیر کر کے پھر عرب مین واپس آیا اور عدن سے جہاز پر سوار ہو کے جنوبی سواحل افریقہ کے شہرون کی طرف روانہ ہوا۔ زنجبار ہوتا ہوا میڈیگاسکر کے قریب تک پہونچ گیا وہان سے واپس آنے کے بعد سواحل عرب یمن اور عمان پر ٹھہرتا ہوا گذرا اور خلیج فارس کی طرف سے چڑھ کے ملک ایشیاے کوچک کی سیر مین مشغول ہوا عرضاً و طولاً قطع کر کے بحر اسود کے سواحل پر گیا۔ پھر بلغاریہ مین جا کے قسطنطنیہ مین گیا۔ قسطنطنیہ اسوقت تک مسلمانون کے قبضہ مین نہین آیا تھا۔ ایک مہینے سے زائد وہان ٹھہر کے براہ خشکی سیدھا مشرق کی طرف چلا۔ ماوراء النہر اور ایران ہوتا ہوا اور ہر ہر مقام کی سیر کرتا ہوا کابل و قندھار آ پہونچا۔ اسکے بعد اُسنے ہندوستان کا سفر شروع کیا۔ پنجاب سے لیکے بنگالہ تک اور شمال اور وسط ہند کے بہت سے مقامات کے علاوہ سندھ سے راس کماری تک اُسنے ہر ہر شہر کی زیارت کی۔ سرانديپ کے تمام شہرون مین پھرا۔ اسکے سواحل کرناٹک سے گذرتا ہوا برہما مین داخل ہوا۔ برہما کی سیر سے خوب

سیر ہو کر جاوا اور جزائر چین مین پھرتا رہا۔ پھر خاص چین مین گیا اور وہان سے اپنے [illegible] کا قصد کر کے عرب ہوتا ہوا اور وسط افریقہ سے گذرتا ہوا مراقش مین پہونچا وطن مین پہونچکے ابن بطوطہ نے اپنا سفرنامہ مرتب کیا اور ایک ایسی عمدہ کتاب اسلامی کتب خانون کی زیب و زینت کے لیے مرتب کر دی کہ اس وقت تک دنیا اسکی نظیر سے خالی ہے

نہین اسلام ہی کی لائبریریان نہین دنیا کی کل لائبریریان اس قسم کی کتاب سے [illegible] کے خالی نہین اگرچہ اب کچھ تو بوجہ آج سفر مین انتہا سے زیادہ وسعت پیدا ہو جانے کے اور کچھ بباعث عام ذوق سفر بڑھ جانے کے یورپین لوگون کے سفر زیادہ وسیع معلوم ہوتے ہین لیکن پھر بھی ابن بطوطہ کے سفرنامہ کی وقعت کو کوئی نہین پا سکتا۔ اول تو قدیمی طور سے قطع منازل کرنے اور ہر ہر گاؤن مین اپنے اختیار کے موافق قیام کرنے سے جو کچھ تجربہ اور [illegible] اطلاع سفر ایک قدیم مسافر کو حاصل ہو سکتا تھا وہ اب ان دنون کے کسی مسافر کو ریلوے ٹرین اور ڈاک کے جہازون پر سفر کرنے کی صورت مین ممکن نہین اور قطع نظر اس کے سفرنامہ ابن بطوطہ کو اسلیے اور زیادہ تر ترجیح ہے کہ وہ آج سے پانسو برس پہلے کے حالات دنیا کا نمونہ دکھاتا ہے جسپر گمنامی کے پردے پڑے ہوئے ہین اور جس عہد کی تاریخ کا ایک ایک جملہ (اگر ملتا ہو) تو سونے کے مول خریدا جاتا ہے۔ اور موجودہ تمام سفرنامے عام اس سے کہ وہ کسی بادشاہ کے لکھے ہون یا وزیر کے یا کسی معمولی شائق سفر کے ان سب کے ذریعہ سے جو کچھ حالات معلوم ہو سکتے ہین وہ چودھوین صدی [illegible] پر محدود ہین۔ مگر واقعی ہماری قوم سے جہان اولوالعزمی جاتی رہی وہان اولوالعزمی کے کامون کی قدر بھی جاتی رہی۔ اسکا ثبوت اس سے زیادہ کیا ہوگا کہ سفرنامہ ابن بطوطہ کی ایسی کتاب پہلے فرانس والون نے بہم پہونچائی اور ۱۸۵۳ء مین پہلے پہل مع فرنچ ترجمہ کے پیرس دار السلطنت فرانس مین طبع ہوئی جسکی نقل اب تقریباً بیس برس ہوئے مصر مین چھپی ہے۔

مسلمان اپنے خیال مین سعدی شیرازی کے سفر کو اپنے قومی مسافرون کی اولوالعزمی کی انتہا سمجھتے ہین۔ کبھی انکے خیال مین بھی نہ آیا ہوگا کہ ابن بطوطہ کے ایسے مسافر

سند حدیث حاصل کی انہین نے سب سے زیادہ مستند اور تجہ شہاب الدین
معروف بابن شحنہ حجازی تہے - ماہ مبارک رمضان ۷۲۶ھ مین کتاب صحیح بخاری کو
جلسون مین بیٹھ کے ابن شحنہ ممدوح کی زبان سے انکے سند حاصل کی اور ابن شحنہ
مشہور مورخ شام امام حافظ علم الدین ابو محمد قاسم بن محمد بن یوسف کے تلمذ
شرف تہا - وہ حافظ علم الدین ممدوح اسپین کے شہر اشبیلیہ کے رہنے والے تھے
جنہون نے آخر سرزمین شام مین توطن اختیار کیا اور سب سے مشہور تاریخ شام مرتب کی
اسکے علاوہ تربت رسول کے خدام مین اسے ایسے کئی لوگون کے نام بتا سکتے ہین
جو غرناطہ کے رہنے والے تہے - اور جنہون نے سرزمین یورپ سے لیکے خدا کو چہوڑ کے
خاص پیغمبر عرب صلوات اللہ وسلامہ علیہ کے روضہ مطہر کی خدمت
کے لیے وقف کیا تہا -

ابن بطوطہ نے ایک عجیب واقعہ لکہا ہے جس سے اُن دنون کے دینی جوش اور
نیز بادشاہون کی قدردانی کا اندازہ ہونے کے ساتھ یہ بھی معلوم ہوتا کہ ایک
غرناطہ کا رہنے والا کیونکر ہندوستان مین آیا اور شاہی دربار مین پہونچا - ابن
بطوطہ لکہتا ہے کہ میرے ہمراہی غرناطہ کا ایک خوش اوقات اور پاک نفس فقیر
علی بن حجر زیارت مدینۃ الرسول سے شرفیاب ہوا تہا - اتفاقاً پہلی ہی شب کو اُس نے
خواب مین منادی غیب کی زبان سے یہ دو شعر سنے -

"ہنیئاً لکم یا زائرین ضریحہ — امنتم بہ یوم المعاد من الرجس"

یعنی اے اُس رسول پاک کے روضہ قدس کی زیارت کرنے والو تمہین مبارک
ہو کہ ببرکت اُسی رسول کے روز جزا کو تم تمام خرابیون سے امن اور نجات پاگئے -

"وصلتم الی قبر الحبیب بطیبۃ — فطوبیٰ لمن یضحی بطیبۃ او یمسی"

تم ارض طیبہ مین روضہ حبیب خدا کی زیارت سے شرفیاب ہوے - مرحبا اُس
شخص کو جسکی صبح یا شام ارض طیبہ مین ہو -

یہ اشعار اُسنے صبح کو مجہسے بیان کیے - پہر مین تو دنیا کے اور اطراف مین چلا گیا اور
علی بن حجر جوار رسول ہی مین مقیم رہا - یہان تک کہ ۷۳۴ھ مین جب مین سرزمین
ہند مین پہونچا تو اُسنے بہی اتفاقاً ہندوستان کا سفر کیا اور دہلی مین پہونچکے میرے

...وس سمجھا نہین اترا - مجھے جب شہنشاہ ہند کے دربار مین جانے کی عزت حاصل
ہوئی تو مین نے بادشاہ سے اسکا حال بیان کیا اور ان اشعار کو پڑھا - بادشاہ نے
علی بن حجر سے ملنے کا شوق ظاہر کیا - اور مجھے اصرار کیا کہ اسکو دربار مین لا کے
حاضر کرون - جب علی بن حجر سلطان محمد تغلق کے سامنے آیا تو بادشاہ نے اس
سے خواہش کی کہ مدینہ طیبہ مین جو خواب دیکھا تھا اسکو اپنی زبان سے بیان کرے
اسکی زبانی یہ اشعار سنکے سلطان بہت خوش ہوا - اور ... انعام کے طور پر
تین ہزار اشرفیان اور ایک خاصہ کا گھوڑا مع تمام سامانون کے اسکو دیا گیا -
علی بن حجر اس وقت سے ایک عمدہ مکان مین رہنے لگا - ان دنون دہلی مین غرناطہ
کا ایک شخص فقیہ تھا جو جمال الدین مغربی کے لقب سے مشہور تھا اسنے علی بن حجر کو
اپنے مکان کے ایک حصہ مین اتارا اور وعدہ کیا کہ اپنی بیٹی اسکے عقد مین دیدیگا -
ایک غلام اور ایک لونڈی مول لی دونو وقت اس کی خدمت مین رہا کرتے تھے اور
وہ اشرفیون کو ہر لحظہ اپنے سامنے رکھتا تھا کہ کوئی چرا نہ لے - اتفاقاً غلام اور
لونڈی کا ہاتھ اشرفیون تک پہونچگیا اور لے کے چلدیے - اس نقصان نے علی بن
حجر کو ایسا صدمہ دیا کہ کھانا پینا چھوٹ گیا - اور بیمار پڑ گیا سلطان کو اسکی خبر ہوئی تو
حکم دیا کہ اسے سو اشرفیان پھر دیدی جائین مگر جب تک یہ خبر پہونچے پہونچے موت
علی بن حجر کا کام تمام کر چکی تھی - علی بن حجر کے بعد جمال الدین مغربی متوطن غرناطہ دہلی
ہی مین رہا - بلکہ ایک مقام پر ابن بطوطہ لکھتا ہے کہ وہ اپنے باپ کے ساتھ ہندوستان
مین آیا تھا - پھر یہین اسنے شادی کر لی اور صاحب اہل وعیال ہو گیا -

ابن بطوطہ نے ہندوستان اور بخصوص شہر دہلی اور شاہی دربار کے حالات نہایت
تفصیل سے لکھے ہین - جن لوگون نے آجکل تاریخین لکھی ہین انہون نے سلطان محمد تغلق
کے حالات پر ایسے ریمارک کیے ہین کہ انکی تحریر سے اس بادشاہ مین ہر طرح کے عیوب
اور برائیان ثابت ہوتی ہین - حالانکہ ابن بطوطہ جسنے اسکے دربار کو اپنی آنکھون سے
دیکھا ہے نہایت آزادی سے دعوی کرتا ہے کہ اس بادشاہ مین اگرچہ بعض بہت
بڑے نقصان تھے مگر اسمین بہت سی خوبیان بھی تھین جو اسکے پہلے اور بعد دنیا کے
کسی شہنشاہ مین نہ ہوئی ہونگی -

آئندہ پرچے میں ہم خاص طور پر ان تمام امور کو لکھیں گے جو ابن بطوطہ نے
دہلی اور سلطان دہلی کے متعلق اپنے سفرنامہ میں لکھے ہیں بلکہ [illegible]
ہی نہیں جو کچھ اُس نے اپنے سفرنامہ میں لکھا ہے اور جن جن مقامات کی سیر سے
تجربے حاصل کیے ہیں سب بیان کرنے کے قابل ہیں - اس مضمون میں ہم اُسکے
سفرنامہ میں سے خاص شہر دمشق کے متعلق حالات منتخب کرکے لکھتے ہیں
اگرچہ اس شہر کا حال ایک مرتبہ گذشتہ کے پرچوں میں ہمارے ایک دوست لکھ
چکے ہیں - اور اُس پر کسی قدر ہم نے بھی لکھا تھا ہمارے اُن لائق دوست نے اپنے
مضمون کو باقی آئندہ کرکے چھوڑا تھا لیکن اب تک وہ وعدہ اُنکی طرف سے پورا نہیں
ہوا - لہذا اب ہم خود لکھ رہے ہیں کیونکہ غالباً ہمارے دوست نے جو کچھ
لکھا تھا ابن بطوطہ کے سفرنامہ ہی سے نقل کرکے لکھا تھا -

ابن بطوطہ کہتا ہے کہ کوہ لبنان اور بعلبک ہوتا ہوا میں شہر دمشق کو نویں تاریخ ماہ
مبارک رمضان کی ۷۲۶ھ میں دمشق پہنچا اور مالکیوں کے مدرسہ میں جو
مدرسہ شرابشیہ کے نام سے مشہور تھا اُترا -

دمشق ایک ایسا شہر تھا کہ میرے طولانی سفر میں اُس سے پہلے جتنے مقامات
میری نظر سے گذرے تھے سب مجھے ہیچ معلوم ہونے لگے - شہر دمشق کے
ہر چہار طرف نہریں جاری ہیں اور سایہ دار درخت گویا اُسکی آبادی کو اپنے بغل
میں لیے ہوئے ہیں ایک نازک دماغ شخص کو اپنی تفریح کے لیے دمشق
سے زیادہ کسی جگہ سامانات فراہم نہیں ملسکتا -

کہتا ہے کہ انہیں باغوں اور سبزہ زاروں اور نہروں کی وجہ سے اہل دمشق نے ہفتہ
کا روز سیر و تفریح کے واسطے مخصوص کر لیا ہے اُس روز تمام کارخانوں میں
تعطیل ہوجاتی ہے اور سب لوگ شہر سے نکلکر باہر جاتے ہیں اور دن بھر باغوں
میں پھرکے نہروں کے کنارے بیٹھ بیٹھ کے اور ہوا سے سبزی کی خنکی سے لطف
اُٹھا اُٹھاکے رات کو گھروں میں واپس آتے ہیں اور شاید انہیں مرغزاروں اور
آبشاروں نے شعرا کے دل میں ولولے پیدا کیے کہ صدہا قصائد اور اشعار اُس
خوش سواد شہر کی تعریف میں کہ ڈالے - ابن بطوطہ نے اس موقع پر بہت [illegible]

آنکے ہمراہی مجاہدین کی تلوارین برہنہ تھین اور اسپاہ [illegible] تھا [illegible]
کرتے ہوے کنیسہ مذکور کے نصف حصہ تک پہونچ گئے اور [illegible] سے
نصف حصہ تک ابوعبیدہ صلحاً پہونچے۔ صحابہ [illegible] کردہ [illegible] چند عہد تھا
کہ جسقدر حصہ انکے فتح کیا گیا تہا اسکی مسجد بنالی اور جسقدر حصہ [illegible] صلحاً [illegible]
ہوے تہے وہ کنیسہ ہی باقی رکہا گیا۔ فتح اور مسجد کی [illegible]
شاید مسلمانون کے سوا اور کسی قوم [illegible] مجبوری [illegible] اسی وجہ سے کہنا [illegible]
کہ اس مسجد کی ابتدا جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد سے [illegible]
ولیدنے جو [illegible] سے از سر نو تعمیر کرائی اور مرمت مین اپنی پوری [illegible] صرف کردی [illegible]
آخر زمانہ نے اسیکی طرف منسوب کردیا۔
[illegible] کے تذکرے کے متعلق ہمنے یہ واقعہ بھی بیان کردیا ہے کہ خلیفہ ولید نے
[illegible] کرتے وقت [illegible] سے درخواست کی کہ جسقدر رو پیہ چاہین لے لین [illegible] حصہ جو
ابتک کنیسہ ہے اسکو بھی مسجد مین شامل کرلینے کی اجازت دیدین۔ عیسائیون نے [illegible]
نہین منظور کیا بلکہ الٹے مشہور کردیا کہ جو اس کنیسہ کو منہدم کریگا وہ خدا اور [illegible]
بیٹے کے غضب سے مجنون ہوجائے گا ولید خلفاے راشدین کی ایسی [illegible]
کہان سے لاتا۔ اس جواب پر اسکو غصہ آگیا۔ اسنے زبان سے کہا "انا اول من
یجن فی سبیل اللہ" مین پہلا وہ شخص ہون جو خدا کی راہ مین مجنون ہوجانے [illegible]
گوارا کرلے گا۔ اتنا کہکے اسنے حکم دیدیا کہ کنیسہ مسمار کرکے مسجد مین شامل کرلیا جائے
لیکن چند روز کے بعد عمر ابن عبد العزیز خلیفہ ہوے جنکو خلفاے راشدین کے بعد تمام
شاہان اسلام کا فخر کہہ سکتے ہین۔ اسکے حکم سے جسقدر کنیسہ غصباً مسجد مین شامل کیا گیا
تہا وہ حصہ مسجد منہدم کردیا گیا اور وہان پھر کنیسہ تعمیر ہوا۔
یہ مسجد طولاً مشرق سے مغرب تک تین سو ہاتھ لمبی ہے اور عرضاً سمت قبلہ سے مقابل کی
دوسری دیوار تک دو سو ہاتھ چوڑی ہے۔ ہر چہار طرف [illegible] ستون ہین۔ اور وسط مسجد [illegible]
آٹھ ستون تو پختہ گچ کے بنے ہوے ہین اور چھ ستون سنگ رخام کے ہین [illegible]
عمدہ گل بوٹون کی مناسبت سے رنگ آمیزی کی گئی تہی مسجد کے سامنے صحن [illegible]
گذر کر بڑا گنبد ہے جسکو قبۃ الرصاص کہتے ہین۔ یہ سب سے بڑا گنبد ہے اور [illegible]

[illegible] سب [illegible] کی [illegible] یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک عقاب [illegible]
[illegible] شہر [illegible] قائم [illegible] دیکھو [illegible] معلوم ہوتا ہے [illegible]
[illegible] آسمان [illegible] لیے ہوئے [illegible] کی صرف
[illegible] ایسی [illegible] انسان [illegible] حیرت کر رہا ہے صحن [illegible]
[illegible] ایک طرف [illegible] تین طرف بڑے [illegible] ہیں ان
[illegible] ستونوں میں اور [illegible] بنائے ہیں اور [illegible]
[illegible] ہیں جنکے مختلف رنگوں اور خوشی رنگ آمیزیوں سے ایک
[illegible] لطف پیدا ہوتا ہے خصوص اس وقت جب آفتاب کی شعاعیں پڑتی ہیں۔
[illegible] مسجد [illegible] تین قبہ (گنبد) ہیں۔ انمیں سے مغرب کی جانب جو سب سے
بڑا قبہ ہے وہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قبہ ہے۔ یہ قبہ سنگ مرمر
کے [illegible] اور [illegible] ستونوں پر قائم ہے۔ اور حقیقت میں حسب سے بڑائی کی گئی ہے
مشہور ہے کہ اس جامع مسجد کی آمدنی اسی قبہ میں جمع ہوتی تھی اور لوگوں کے بیان سے
معلوم ہوا کہ سب ملا کے پچیس ہزار دینار سالانہ کی آمدنی تھی۔ دوسرا قبہ جو شرق کی
جانب ہے۔ اگرچہ وضع اور صورت میں بالکل قبہ عائشہ رض کے مثل ہے مگر اس سے
چھوٹا ہے وہ قبہ زین العابدین رضی اللہ عنہ کہلاتا ہے۔ تیسرا درمیانی قبہ جو سنگ
رخام کے چار منقش ستونوں پر عجب خوشنمائی سے ہشت پہل بنایا گیا ہے اسکے نیچے
لوہے کی جالی لگی ہے اور درمیان میں تانبے کا ایک فوارہ لگا ہے جسمیں سے پانی
چھت تک بلند ہو کے گرتا ہے صحن کے مشرق طرف ایک دروازہ ہے جسمیں سے
ہوکے ایک اور نہایت ہی خوشنما مسجد کو راستہ گیا ہے جسکو مشہد علی بن ابی طالب رض
کہتے ہیں اور اس دروازے کے مقابل میں ایک مقام ہے جسکی نسبت لوگوں کا
بیان ہے کہ جناب عائشہ صدیقہ رض نے وہاں بیٹھ کے حدیثیں سنی تھیں اور قبلہ
کی جانب ایک بڑا کمرہ ہے جسمیں امام شافعی نماز پڑھاتا ہے اور مشرقی حصہ مسجد میں
محراب کے سامنے ایک مقام ہے جہاں قدیم متبرکات حفاظت سے رکھے ہیں۔ وہ
قرآن مجید جو جناب عثمان رضی اللہ عنہ نے شام والوں کے پاس بھیجا تھا اسی مقام
میں رکھا ہے ہر جمعہ کو نماز کے بعد یہ خزانہ کھولا جاتا ہے اور لوگ اُس قرآن پر [illegible]

صفحون پر شائع کیا گیا ہے اپنے اُن احباب کا ہم شکریہ ادا کرتے ہین
لیکن بعض اعلی درجہ کے جان نثاران اسلام نے خاص قسم کی راے سے
ہمارے ساتھہ ہمدردی کی لہذا ہمارا فرض ہے کہ اُنکی اعانت اور نیک
خیالات سے عام قدردانان دلگداز کو بھی مطلع کر دین۔ صرف مطلع کرنا ہی
نہین ہے بلکہ ہم چاہتے ہین کہ ہمارے سب دوست اس امر خاص مین انکی
سے بھی آگاہ فرمائین۔

اول تو ہمارے قدیم شفیق اور منشی سید حسین صاحب رحمانی پروپرائٹر ملونا
کے چھوٹے بھائی جناب منشی محمد کرامت حسین صاحب روحانی نے تحریر فرمایا کہ
کتب خانے مین عربی کی اکثر تاریخین موجود ہین اور جملہ وہ بغرض ہمدردی ہمارے
پاس بھیج سکتے ہین۔ ہم شکریہ کے ساتھ اُنکے کتب خانے سے مدد لینگے
لیکن خدا اُنکو صحت عاجل عطا فرمائے کہ حسب وعدہ وہ اپنے کتب خانہ سے کتابین
نکلواکے ہمارے پاس روانہ کرسکین۔

دوسرا خط ہمارے دوست جناب منشی فضل الدین احمد صاحب تاجر کتب قومی مقیم
کا ہے جو ایک نیا خیال پیش کرتے ہین۔ ہم اُنکے خط کو مختصر کرکے شائع کرتے ہین
تاکہ ناظرین کو اُنکا مطلب معلوم ہو جائے:۔

مخدوم جناب مولوی محمد عبد الحلیم صاحب شرر مہتمم دلگداز زاد لطفہ۔ السلام علیکم۔ نمبر ۲ جلد ۴
دلگداز بابت ماہ فروری سنہ ۹ع مین کتب خانہ قومی کی نسبت جو خیال آپ نے ظاہر کیا ہے اُسے
دیکھہ کے مجھے آپ کی عالی ہمتی اور فیاضی پر مسرت بھی ہوئی اور حیرت بھی ہوئی۔ کون نہین جانتا
کہ ان کتابون کے لیے ہزارون روپیہ کی ضرورت ہے۔ بلکہ میرے خیال مین پورے طور پر دس
بیس ہزار روپے بھی کافی نہین ہوسکتے۔ اسقدر روپیہ یا اس سے کم بھی آپ کہان سے لائینگے
میرے نزدیک آپ نے یہ وعدہ اپنے حوصلے سے زیادہ کرلیا ہے۔ مین یہ چاہتا ہون کہ اسکے لیے
آپ علیحدہ ایک فنڈ کھولین۔ دلگداز سے کوئی علاقہ نہین۔ یہ قومی کام ہے قوم ہی اس کام مین
مدد کرے گی۔ آپ مایوس نہ ہون۔ مرے سارے قدردان اور نیز ہمدردان اسلام آپ کی ضرور مدد کرینگے
بے شک آپ کے پاس کتب خانہ ہونا چاہیے اور اس کتب خانے کو یونہین قائم ہونا چاہیے
مین اس کار خیر مین سب سے پہلے ابتدا کرتا ہون اور اپنے اس چھوٹے سرمایہ سے پانچ

ہوتا ہون آپ کی تحریر آنے پر روپیہ بھیجدونگا - والسلام

آپکا نیازمند محمد فضل الدین تاجر کتب قومی لاہور

دوست کو بھی ارسال زر سے روکتے ہین کیونکہ صرف یا غریب بالفرادہ کوئی چیز نہین ہین - اگر ہمارے احباب نے اس راستے کو قبول کرکے چندہ وغیرہ کی مدد ہی خواہش کی تو آپ سے یہ پانچ روپیہ طلب کرلیے جائینگے -

ذیل کا خط ہمارے لائق اور مشہور و مستند قوم جناب مولوی ریاض الدین احمد صاحب انسپکٹر سررشتہ تعلیم ریاست رامپور کا ہے - ہمارے ان دوست نے نہایت پرجوش خط تحریر کیا ہے جسکو ہم پورا اندر ناظرین کرتے ہین - اگرچہ اس خط مین ہماری بہت ہی ستائی کی گئی ہے اور اپنی حیثیت کو اس سے بہت کم دیکھ کے ہم نہین چاہتے تھے کہ اس خط کو شائع کرین مگر مولوی صاحب ممدوح کے تحریری اور نیز زبانی اصرار نے مجبور کردیا -

حامی اسلام و مخدوم قوم حضرت شرر خدا آپ کی عمر مین برکت دے - تسلیم - آپ کی تحت خانہ والی کوشش نے میرے دل مین حسرت کے ساتھ ایک جوش پیدا کردیا - آپ کے کارنامون اور آپ کی جوش اسلامی ہر دیون کو مین اول سے آخر تک دیکھتا رہا ہون - آپ ہی ایک ایسے شخص ہین جسنے اپنی زندگی اور اپنے خیالات بلکہ اپنی تمام آرزوئین اور امیدین قوم پر تصدق کردین - یہ زمانہ جب کہ مسلمان بالکل غفلت مین پڑے ہوے تھے - جبکہ مسلمانون کے خیالات کسی کے ابھارے نہین ابھر سکتے تھے - جبکہ دین کی محبت اور اسلام کا جوش کسی دل مین نہین باقی تھا آپ اپنا معجز نما قلم لے کے اٹھے اور قوم کے ساتھ وہ کام کیا جو اٹھارہ سو برس ہوے حضرت مسیح نے مردون اور بیمارون کے ساتھ کیا تھا - واقعی آپ نے ہمتون مین توانائی اور دلون مین جوش پیدا کردیا - آپ نے مردہ ہاتھ پاؤن مین جان ڈالدی - دلگداز اون پرچہ ہے - وہ پرچہ ہے جسنے تین برس کے اندر اتنا جوش پیدا کیا جو ایک صدی کے اندر بھی مشکل پیدا ہوسکتا تھا - یہ دلگداز کی برکت ہے کہ اسلام کا ضعف اب لوگون کو آنکھون سے نظر آتا ہے اور ہمت والے کچھ کرنا چاہتے ہین - ایسے پرچہ کے مالک کو اپنے قومی ہی کام کے لیے کسی چیز کی ضرورت ہو تو کتنی بڑی شرم افسوس نہین حسرت کی بات ہے کہ اسکا بار خود اسی بیچارے پر ڈالا جاے - اے وہ لوگو! جنکے دل مین جوش ہے اور اس امر کو گوارا کرتے ہو اگر تم مین غیرت ہے تو ڈوب جاؤ (ہمارے دوست معاف کرین یہ جملہ سخت ہے) خدا وہ دن

نہ لاسکے کہ قوم مین ایسا بے غیرتی کا سکوت پیدا ہو جائے - مین اور سب مسلمان جانتے ہین
کہ اگر آپ اس کام کے لیے روپیہ طلب کرینگے اور چندہ کا ایک فنڈ کھولینگے تو آپ سے
کسی قسم کی خود غرضی یا دنیا طلبی کا ظہور نہ ہوگا - اس روپیہ سے آپ کوئی گاؤن نہین خریدینگے
آپ کوئی عالیشان مکان نہیں بنائینگے - آپ کسی اپنے عزیز کی شادی نہین کرینگے - ایک کتب خانہ
فراہم کرنے کو کہتے ہیں جس سے مدد لیکے قوم ہی کی خدمت کیجئیگا پھر آپکو آتے کیا شرم ہے
جو آپ علیحدہ چندے کا فنڈ نہین کھولتے سب لوگ آپکی مدد کرنے کو موجود ہو جائینگے
آپ چندہ کا نام تو لیجیے - میرے خیال مین آپکو تاریخی کتب خانہ کی نہایت ضرورت ہے اگر
اس قسم کا سامان آپکے پاس نہ ہوگا تو آپ کیا کر سکتے ہین اور کیا لکھ سکتے ہین مین اپنی
طرف سے بیس پچیس روپیہ دینے کو موجود ہون - اسکی طرف تو ریاستون کو متوجہ ہونا چاہیے
آپ رامپور سٹیٹ کے لائق کارکنون جناب جنرل اعظم الدین خان بہادر اور نواب [illegible] جنگ
بہادر کی طرف توجہ کیجیے وہ ضرور متوجہ ہونگے - مین امید کرتا ہون کہ آپ میرے اس خط کو
دلگداز مین شائع کر دینگے اور آپ خود اپنی طرف سے کہنا نہین پسند کرتے تو میری طرف سے
اپنے خریدارون کی خدمت مین عرض کیجیے کہ اس کام مین اپنے اسلامی جوش سے کام لین
زیادہ نیاز - خادم محمد ریاض الدین احمد عفی عنہ

اب اسکے بعد جو رائے ہمارے دیگر احباب قائم کرینگے اسپر عملدرآمد کیا جائیگا اور وقتاً
فوقتاً اور خطوط بھی مناسب دیکھے گئے شائع کیے جائینگے اور اگر چندہ مقرر ہوگیا تو
روپیہ کی رسید بھی برابر دلگداز مین شائع ہوتی رہیگی -

مدرسۂ اسلامیہ

ہم آج بڑی خوشی سے اطلاع دیتے ہین کہ مدرسہ اسلامیہ جسکے لیے راجہ امیر حسن خانصاحب بہادر نے
بہت بڑی فیاضی دکھائی تھی یکم اپریل سے کھلجاتا ہے اور پورے طور پر اسکا انتظام کر دیا گیا ہے مسلمان اپنے
لڑکون کو اگر تعلیم دلانا چاہتے ہون تو اس قومی مدرسہ سے عمدہ کوئی مدرسہ نہین مل سکتا

بمبئی پارسی اوپیرا کمپنی

یہ کمپنی چند روز سے ہمارے شہر مین اپنے دلفریب اور بے مثل تماشے دکھا رہی ہے لکھنؤ والون مین
ابھی تھیٹر کا مذاق کم پیدا ہوا ہے مگر یہ اس کمپنی ہی کا اثر ہے کہ ہمارے شہر کے لوگ بھی نہایت دلچسپی سے
متوجہ ہوتے جاتے ہین اور واقعی یہ تماشے اس کمپنی نے اپنے دکھائی ناظرین حیرت مین آ گئے

پیدوفا
قوم مہتم
کا لکھا ہوا
ماحیپیکر
کیا جو پر اثر
ے اور
ی غدبات
راماسے
ین وہ اور
موجود
مت مین
مین گے
ناظرین
خواتین
رمائین
ہم محصول
عدد
نین دفتر
ین آئین -

دلگداز

نمبر ۴ بابت ماہ اپریل سنہ ۱۸۹۰ء جلد ۱۲

مرتبہ

خادم قوم محمد عبد الحلیم شرر مہتمم "دلگداز"

دلگداز پریس مین چھپکر

لکھنو جھوائی ٹولہ سے شائع ہوا

دمشق

باوجودیکہ تاریخ کے پچاس کے قریب صفحے اس شہر کے حالات مین صرف ہوگئے - مگر ہم صرف جامع دمشق کا حال بیان کر سکے تھے - اس مرتبہ سب سے علاوہ ہم مختصراً شہر دمشق کے عجیب حالات نذر ناظرین کرتے ہین - اس شہر کی وسعت اس سے معلوم ہو سکتی ہے کہ مشہور مورخ حافظ ثقہ ابو القاسم علی بن حسن بن عساکر نے صرف اس شہر کی تاریخ اسی جلدون مین لکھی تھی جو آٹھ سو اجزا پر تمام ہوئی - اور شہاب الدین ابو محمد عبد الرحمن بن اسمعیل مقدسی شافعی نے اسکا خلاصہ کئی جلدون مین کیا - خیال مین نہین آسکتا کہ اس شہر کے حالات اسقدر وسیع تھے جتنے حافظ ابو القاسم نے آٹھ سو جز مین بیان کیا تھا اور واقعی دمشق کی آبادی اور رونق اُس عہد کی مختلف شہادتون سے ایسی ثابت ہوتی ہے کہ اُس کی تاریخ مین اس سے بھی زیادہ تطویل ہوتی تو نازیبا نہ خیال کیا جاتا ابن بطوطہ جن دنون گیا ہے ان دنون جامع بنی امیہ مین جس شان و شوکت سے طالب علمون کو تعلیم دی جاتی تھی وہ موجودہ انہدام مدارس قومی کے مقابل مین نہایت عبرتناک معلوم ہوتی ہے - وہ کہتا ہے کہ مختلف فنون علم اور خصوص حدیث کے تحت حلقہ درس روزانہ قائم رہتے تھے - اساتذہ یعنی معلمین یا ائمہ حدیث یا قراء قرآن مجید اونچی اونچی کرسیون پر صبح اور شام کو جلوہ افروز ہوتے تھے اور کتب حدیث یا قرآن یا دیگر فنون کی کتابون کو باواز بلند خوش الحانی کے ساتھ اپنے شاگردون کے حلقہ مین سناتے تھے - قراء قرآن کا یہ قاعدہ تھا کہ مسجد کے ستونون سے تکیہ لگا کے بیٹھتے تھے اور کم عمر بچون کو قرات کی تعلیم دیتے تھے اور تعلیم یون دی جاتی تھی کہ قرآن بچون کے آگے نہ قرآن کھلا ہوتا تھا اور نہ وہ حسب دستور قدیم لکھ لیا کرتے تھے یا استاد کی زبانی سنکر زبانی یاد کر لیا کرتے تھے - لکھنے کی

تعلیم کے لیے دوسرے اساتذہ تھے جو صرف لکھنا سکھاتے تھے اور لیے صرف یہی خدمت متعلق رہا کرتی تھی۔ اسکے بعد ابن بطوطہ کہتا ہے کہ میرے زمانہ دمشق میں جو لوگ جامع دمشق میں بیٹھ کے درس دیا کرتے تھے انمین سے بعض حدیث میں جنکی دور دور شہرت ہے اور اپنے علم و فضل اور زہد و ورع کے لحاظ سے مقتداے عصر تسلیم کر لیے گئے ہیں عالم صالح برہان الدین بن فرکاح الشافعی مصر نورالدین ابو الیسر بن الصائغ۔ امام علامہ شہاب الدین بن جہبل اور امام بدرالدین علی سخاوی مالکی انمین سے امام نورالدین ابوالیسر کی بابت بیان ہوا ہے کہ جب جلال الدین قزوینی مصر مین قاضی القضاۃ کے عہدے پر مامور ہوئے تو وہ امام نورالدین کے علم و فضل اور ورع و تقویٰ سے واقف تھے لہذا انکے لیے قضا دمشق کا عہدہ تجویز کیا اور خلعت مع پروانہ قضا انکے پاس بھیجا لیکن انھون نے صاف انکار کر دیا کہ یہ خدمت مجھ سے نہ سرانجام پا سکے گی اور اتنی بڑی ذمہ داری کا کام مین اپنے سر نہین لے سکتا امام نورالدین ابوالیسر کے انکار کرتے ہی امام علامہ شہاب الدین کے دل مین خوف پیدا ہوا کہ کہین ایسا نہو یہ قضا کی مصیبت میرے سر ڈالی جائے اور اس خیال نے خوف کو اور ترقی دلادی کہ ایک شخص کے انکار کے بعد میرا انکار باعث ناراضی سلطنت ہوگا۔ بس اس خوف نے اس درجہ مجبور کیا کہ امام نورالدین کے انکار کرتے ہی وہ دمشق سے بھاگ گئے اور آخر میں علاءالدین قونوی قاضی دمشق مقرر کیے گئے۔

اس موقع پر یہ بھی بیان کرنا چاہیے کہ ان دنون دمشق مین کون کون علماء خدمت قضا کو سرانجام دیتے تھے۔ جلال الدین محمد بن عبدالرحمن قزوینی پہلے شافعیون کے قاضی القضاۃ تھے اور یہان سے ترقی پاکر مصر مین طلب کیے گئے تھے۔ مالکیون کے قاضی دمشق مین شرف الدین ابن خطیب الفیوم تھے جو اپنے علم و فضل کے علاوہ حسن صورت اور دولت مندی و ریاست کی حیثیت سے بھی مشہور تھے۔ اور یہ چونکہ شیخ الشیوخ صوفیہ تسلیم کر لیے گئے تھے اور خیالات تصوف ہی مین محو رہا کرتے تھے لہذا قضا کا کام انکی طرف سے نیابتہً شمس الدین بن قفصہ ادا کیا کرتے تھے اور مدرسہ صمصامیہ مین بیٹھ کے انفصال مقدمات کرتے تھے

شیون کے قاضی القضاۃ عماد الدین حورانی تھے - اور تمام شہر پر قاضی القضاۃ
کا ایسا رعب بیٹھا ہوا تھا اور ایسی صورت و دبدبے کے آدمی تھے کہ مشہور
ہو گیا تھا کہ انکے پاس جانے کی ضرورت نہین ہے کیونکہ جہان انسان نے انکا نام
سن لیا پہنچے ہی مقام پر خود اپنے دل سے انصاف کے ساتھ اپنے جھگڑے کا
تصفیہ کر لیا کرتا تھا اسی وجہ سے میان بی بی کے باہمی نزاعون کے مقدمات
زیادہ انھین کے پاس جاتے تھے اور قاضی حنابلہ امام صالح عز الدین ابن مسلم تھے جو
بہت سن رسیدہ قاضی تھے - اور آخر عمر مین انہون نے حجاز کا سفر کیا -
مدینہ طیبہ حضرت رسول علیہ السلام مین جا کے انتقال کیا -
سلسلہ تعلیم کے جو جامع بنی امیہ مین جاری تھا اسی زمانے مین شوق بہت
بھی ترقی کر رہا تھا جنکے لیے علیحدہ عمارتین بنی ہوئی تھین دور اطراف
سے لوگ آ آ کے وہان تعلیم پاتے تھے سب سے زیادہ مدرسے شافعیہ کے تھے
انہین سے سب سے بڑا مدرسہ عادلیہ تھا جسمین قاضی القضاۃ شافعیہ فصل
مقدمات کرتے تھے - اور اسی مدرسے کے مقابل مین شافعیون کا دوسرا عظیم الشان
مدرسہ ظاہریہ تھا جسمین ملک الظاہر کی قبر تھی اور اس مدرسے مین قاضی القضاۃ
شافعی کے نائب یا آجکل کی اصطلاح کے موافق اسسٹنٹ بیٹھ کے فیصلہ کرتے تھے
ان نائبون مین دو شخص زیادہ سربرآوردہ تھے فخر الدین قبطی اور جمال الدین ابن
جو جلال الدین محمد قزوینی کے مصر جانے کے بعد دمشق مین قاضی القضاۃ
شافعی ہو گئے تھے - حنفیہ کے بھی بہت سے مدرسے تھے اور سب سے بڑا مدرسہ
سلطان نور الدین تھا جو قاضی القضاۃ حنفیہ کا دار القضا تھا - مالکیہ کے تین مدرسے
مدرسہ صمصامیہ جسمین قاضی القضاۃ مالکی خدمت قضا کو بھی سرانجام دیتے تھے اور رہتے
بھی تھے اور مدرسہ نوریہ جسکو سلطان نور الدین محمود بن زنگی نے تعمیر کیا تھا - اور مدرسہ
شرابشیہ جسکو دمشق کے ایک تاجر شہاب الدین شرابشی نے تعمیر کرایا تھا - حنابلہ کے
بھی مختلف مدرسے تھے جن مین سب سے زیادہ عالیشان اور مشہور مدرسہ نجمیہ تھا -
اسکے بعد ابن بطوطہ بیان کرتا ہے کہ شہر دمشق کے ان دنون آٹھ پھاٹک تھے جنمین
جا پھاٹکون کے اسنے نام بھی بتائے ہین - باب الفرادیس باب الجابیہ - باب الصغیر

اور باب شرقی او کہتا ہے کہ باب جابیہ اور باب صغیر کے درمیان میں ایک
گنج شہیدان ہے جہان بہت سے صحابہ اور انکے ساتھ جام شہادت نوش فرمانے
والے پُرجوش مسلمان شہادت کی زندگی بسر کرتے ہوئے خواب نوشین میں مدفون
رہے ہیں اور اسی مقام پر ام المومنین ام حبیبہ بنت ابی سفیان اور انکے بھائی
معاویہ رضی اللہ عنہما کی قبرین ہیں اور موذن رسول اللہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ
بھی یہین مدفون ہیں اور اویس قرنی اور کعب احبار کی قبرین بھی اسی مقام پر ہیں۔
دمشق کے مغرب جانب ایک اور مقام ہے جو قبور شہداء کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔
صحابہ کرام بلکہ خاص ان لوگون مین سے جنکی شان مین قرآن مین آیا ہے اذ
یبایعونک تحت الشجرۃ یہ نامور اسی مبارک تختہ زمین کے نیچے آرام فرما رہے ہیں۔
ابو درداء انکی زوجہ ام الدرداء۔ فضالہ بن عبید۔ واثلہ بن اسقع۔ سہیل بن حنظلہ
رضی اللہ عنہم اجمعین۔ دمشق سے مشرق جانب چار میل پر ایک گاؤن ہے جسے
منیحہ کہتے ہیں وہان سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی قبر شریف ہے اور اس قبر
کے متصل ایک چھوٹی سی خوبصورت مسجد بھی ہے۔ اس مسجد کی محراب پر یہ عبارت
لکھی ہے "ہذا قبر سعد بن عبادہ راس الخزرج صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم"
یہ قبر سعد بن عبادہ کی ہے جو قبیلہ خزرج کے سردار اور رسول اللہ صلعم کے صحابی تھے
اور ایک اور گاؤن مین جو دمشق سے ایک فرسخ پر واقع ہے جناب امیر علی
بن ابی طالب کی صاحبزادی اور حضرت رسول خدا علیہ السلام کی نواسی ام کلثوم کا
روضہ مقدس ہے کہتے ہین کہ ان صاحبزادی کا اصلی نام زینب تھا لیکن شکل اور
صورت مین چونکہ رسول اللہ صلعم کی صاحبزادی یعنی اپنی خالہ ام کلثوم سے
بہت مشابہ تھین لہذا آنحضرت نے انکی کنیت بھی ام کلثوم رکھدی۔ اس روضہ سے
متعلق ایک عمدہ مسجد ہے اور بہت سی جائداد اور اراضی اس روضہ کے متعلق
ہین۔ اہل شام اس مقام کو قبر ست ام کلثوم کہتے ہین اور ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے
قریب ہی جناب امام حسین علیہ السلام کی صاحبزادی سکینہ رضی اللہ عنہا مدفون ہیں
اور دمشق کے مشرق جانب اسکے مضافات مین سے ایک گاؤن ہے جو جامع نیرب
کے نام سے مشہور ہے۔ اس گاؤن مین ایک قبر ہے جسکی نسبت مشہور ہے کہ

تابع ہین۔ ابن بطوطہ کہتا ہے کہ جس قسم کا اور جن اغراض کے لیے [illegible]
کا مدرسہ قائم ہے انھین اغراض کے لیے شہر دمشق مین بھی ایک مدرسہ ہے
جو مدرسہ ابن منجا کے نام سے مشہور ہے۔

اسمین کوئی شک نہین کہ دمشق بڑا ہی خوش نصیب شہر ہے۔ خدا نے تمام
دنیا کی خوبیون کے علاوہ اسے دینی برکتون اور انبیاے سابقین کی مقدس
یادگارون سے ایسا آراستہ کر دیا ہے کہ باستثناے چند بلاد کوئی شہر اسکی برابری
کا دعوے نہین کرسکتا۔ دمشق اور صالحیہ کے شمالی طرف ایک پہاڑ ہے جسے
جبل قاسیون کہتے ہین انبیاے سلف مین سے اکثر اس پہاڑ پر چڑھے ہین جنکی
برکت نے اس پہاڑ کو آج زیارت گاہ خلائق بنا دیا ہے۔ اس شہر کے متصل وہ
غار ہے جسمین خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوے تھے۔ یہ ایک تنگ اور
طولانی غار ہے۔ غار کے اوپر ایک عالیشان مسجد بنی ہے جسکو نہایت
شائستگی اور خوشنمائی کے ساتھ بنایا گیا ہے۔ کہتے ہین کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام
نے اسی غار سے تارے ماہتاب اور آفتاب کو دیکھا تھا جیسا کہ قرآن مجید مین آیا ہے۔
غار کی پشت پر وہ مقام ہے جہان حضرت ابراہیم غار سے نکلکر اکثر تشریف لے جایا
کرتے تھے۔ اس شہر کے مغرب جانب بھی ایک بہت پرانی یادگار ہے جو ایک غار
سے عبارت ہے جسے مغارۃ الدم کہتے ہین۔ اس پہاڑ کی چوٹی پر ایک سرخی نمایان ہے
جسکی نسبت لوگ کہتے ہین کہ وہ حضرت ہابیل بن آدم علیہ السلام کے خون کی سرخی
ہے اور خدا نے محض انکی یادگار قائم رکھنے کے لیے اس سرخی کو آج تک باقی رکھا۔ اور
یہ بھی مشہور ہے کہ اس مقام پر ابراہیم۔ موسی۔ عیسی۔ ایوب۔ اور لوط علیہم السلام
ان پیغمبرون مین سے ہر ایک نے نماز پڑھی ہے۔

جبل قاسیون مین ایک گاؤن ہے جو قرآن مجید مین ذات قرار و معین کے الفاظ سے
تعبیر کیا گیا ہے۔ یہین جناب مسیح علیہ السلام کو لیکے مریم بتول نے پناہ لی تھی۔ اس
گاؤن کی نسبت جو الفاظ ابن بطوطہ نے استعمال کیے ہین شاید انمین کسی قدر
مبالغہ ہو مگر جہان تک اصلیت تسلیم کیجائیگی وہ بھی اسکی خوبی کو بہت ترجیح کے ساتھ
ثابت کر دے گی کیونکہ وہ کہتا ہے "یہ گاؤن دنیا کے تمام مقامات سے زیادہ

خوشنما اور خوش سواد ہے بڑی بڑی شاندار عمارتیں اور رفیع البنیان محل قائم
ہیں اور باغوں کی آراستگی سے عجیب شان سے لطف پیدا کیا گیا ہے۔ ابن بطوطہ
نے ان گاؤں کی تصویر کھینچنے اور اسکی آبشاروں نہروں کا حال بیان کرنے
میں بہت زور دیا ہے۔ کہتا ہے کہ کس خوبی سے یہ نہریں بنائی گئی ہیں اور کس ترتیب
سے کہیں بلند ہو جاتی ہیں اور کہیں پست ہو جاتی ہیں۔ وہ خوبی اور وسعت دنیا میں
اور کہیں نظر نہ آئے گی۔ علاوہ جناب مریم کے مکان کے یہاں ابراہیم کا مکان ہے
جس میں بیان ہوتا ہے کہ جناب حضرت علیہ السلام پیدا ہوئے تھے۔ لوگ اس مکان میں
نماز ادا کرنے کے لیے دور دور سے آتے ہیں۔ دمشق کے شرق میں ایک اور گاؤں
بیت لاہیا ہے جسے بیت الالٰہیہ کہتے ہیں اس میں ایک کنیسہ تھا جس میں آزر بت تراش
بیٹھ کے اپنے بت بنایا کرتا تھا اور جناب خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام نے ان بتوں کو توڑ
ڈالا تھا۔ اس کنیسہ کے مقام پر ایک عالیشان مسجد بنی تھی۔
اس کے بعد ابن بطوطہ دمشق کے اوقاف یعنی خیرات فنڈوں کا حال بیان کرتا ہے
جو اہل ملک کی کوششوں سے قائم تھے۔ کہتا ہے کہ یہاں مختلف اغراض کے لیے بہت سے
فنڈ قائم ہیں۔ جنکے ذریعے سے ہر قسم کی فیاضی کے نمونے نظر آتے ہیں۔ مثلاً ایک فنڈ
اُن لوگوں کے لیے قائم ہے جو اپنی ناداری کے باعث حج سے معذور ہیں۔ اس فنڈ
سے اُن کو امداد دیا جاتا ہے اور وہ باطمینان حج کر آتے ہیں۔ ایک فنڈ اسلیے قائم کیا
ہے کہ غریب اور محتاج لڑکیوں کا عقد کر دیا جائے۔ اور وہ اپنے لیے اپنا خبرگیران شوہر پا سکیں
ایک فنڈ اس غرض کے لیے ہے کہ محتاج اور مفلس قیدیوں کو خواہ مسلمانوں یا دوسری
قوم کے لوگوں کے ہاتھ سے زر فدیہ ادا کر کے رہائی دلائی جائے۔ ایک فنڈ بطور میونسپلٹی کے
لیے قائم ہے جسکے سرمایہ سے دمشق کی گلیاں اور سڑکیں خوبصورتی سے بنائی جائیں
و صاف رکھی جائیں۔ اور کہتا ہے کہ دمشق کی سڑکیں نہایت خوش اسلوبی سے بنائی
گئی ہیں۔ بیچ میں گاڑیوں اور گھوڑوں کے گذرنے کا راستہ ہے اور دونوں طرف
پٹریاں بنی ہیں جن پر پیادہ آدمی گذرتے ہیں اسکے علاوہ بہت سے جزئی کاموں
کے لیے الگ الگ فنڈ ہیں جن سے ہمیشہ لوگوں کی حاجتیں پوری کی جاتی ہیں اور
غربا کو مصائب سے نجات دلائی جاتی ہے۔

[illegible] انسانی ہستی اور اس میں [illegible] چند لوگوں کو اس کمال تک پہونچنے کے لیے
[illegible] ہے کہ [illegible] چند میں [illegible] استوار ہونا نہایت دشوار ہے [illegible]
[illegible] کا امتحان مقرر کر دیا [illegible] میدان میں پاس ہونا [illegible]
[illegible] انسانی قوت سے بہت زیادہ اور نہایت دشوار بلکہ بے تائید ایزدی
غیر ممکن ہے -

شمع سحر

کہتے ہیں کہ شمع سحر کی آہ وزاری میں قیامت کا اثر رہتا ہے - شاید صبح
کو قبولیت دعا کا وقت بنایا گیا ہے اسکو بھی اس اعتقاد سے کچھ تعلق ہو کیونکہ
صبح کے وقت شمع کے منظر میں ایک عجیب حسرت پائی جاتی ہے - یوں تو صبح سے
[illegible] دل [illegible] میں بتلا کر دینے والے ہوتے ہیں مگر آہ شمع سحر میں
خدا جانے کیا اثر ہے کہ نگاہ کے سامنے آتے ہی بیچین کر دیتی ہے - دونوں شمعوں
پر [illegible] ہی حسرت برستی ہوتی ہے - وہ بھی جو ہماری رات کی محفلوں کی رونق رہتی تھیں
[illegible] زمین پر ہیں - اور وہ بھی جنہوں نے بزم فلک کو رات بھر دنیا والوں کا مسود
بنا دیا تھا [illegible] جو آسمان پر ہیں - یہی ایسی حسرتمندی اور بیکسی کا نمونہ ہوتی ہیں کہ
اگر انکی مایوسانہ حالت کا واسطہ دلا کے کسی مقصد کے لیے دعا مانگیے تو کارکنان
قضا و قدر ایسے سنگ دل نہیں ہیں کہ اس دعا کو قبول نکرین - آہ! کوئی اس ظالم
شمع کی صورت تو دیکھے - اسکی وہ شعاعیں جو کسی کی تیز نظر کی طرح ہر وقت ہماری
طرف متوجہ رہتی تھیں اب تو وہ اپنی بیکسی پر رو رو کے روتے اس درجہ مایوس
ہو گئی ہیں کہ نیچے جھکنا کیسا زمین میں گڑی جاتی ہیں - افسوس! اسوقت انکی نگاہ کہاں
پہونچی ہے جہاں اسکے شہیدان تغافل یعنی پروانوں کی لاشوں کا ڈھیر ہے - آج
وہ یہ سب جان دے چکے - کاش اسنے انکی زندگی میں انکی طرف یوں نظر پھیری
ہوتی - سحر کی خنک ہوا اگرچہ دلوں میں ایک فرحت اور تر و تازگی پیدا کرتی ہے - مگر
اس سے بدرجہا زیادہ رنج اور صدمہ ہوتا ہے جب اسوقت رخصت ہونے والے

کی آراستگی اور اپنے دلفریب کرشمون کی رونق دوبالا کی اور دو پیاری دلون مین جا بسنے والی صورت اُن لوگون کو دکھا دی نہین حسن پرستی کا لپکا ہے۔ اپنے نزدیک تو انہون نے احسان کیا تھا کہ خدا کی اعلی صناعی کا نمونہ اپنی صورت سے جلوے مین بھین اور قدردان آنکھون کو دکھا دیا۔ مگر ہاے اُنھین اسکی خبر ہوئی کہ اس صورت سے کیا کیا ستم ڈہا دیے۔ نگاہ نے کسیپر بجلی گرائی۔ غمزہ تیر کمان کسکے دلمین پیوست ہوگیا۔ زلفین کسکی گلوگیر ہوئین اور خندہ خنائی نے کسکا خون ڈالا یہ وہ باتین ہین جو حسن کی کرشمہ سازیون سے روز ظاہر ہوا کرتی ہین۔ مگر افسوس حسینون کو اسکی خبر بھی نہین ہوتی۔ یہ مظالم برداشت کرتے کرتے عشاق کے وکیل یعنی شعرا اسقدر بیتاب ہوے کہ اُنہون نے سارا الزام بیچاری بھولی صورت والیون ہی کے سر رکھدیا سچ پوچھیے تو وہ بیچاریان بمصداق نیکی برباد گنہ لازم زبردستی کو ماخوذ کر لی گئی ہین اُنکی کیا خطا۔ اگر آپ کا دل ہی ایسا ہو کہ خواہ مخواہ لطف کو قہر اور ناز کو ستم بنا لیتا ہو تو اسکو وہ بیچاری کیا کرین۔

ذرا عشاق کی حالت تو دیکھیے کہ ان کے گروہ مین کس زبردستی کی بیتیا بیان ہوتی ہین۔ کسی نے ذرا کوٹھے پر کھڑے ہوکے کسی پڑوسن سے دو باتین کین۔ آپ نے کسی طرح دیکھ پایا۔ اتفاقاً اُسکی نظر بھی آپ پر پڑ گئی اور غریب بے عصمتی کے خوف سے گھبرا کے بھاگی۔ آپ نے اُسے غمزہ و ناز سمجھا۔ اُسکی اسوقت کی شرمیلی اور خوف بھری نگاہ کو آپ نے تیر نظر کے لفظ سے تعبیر کیا اور بے تکلف کلیجا پکڑ کے بیٹھ گئے۔ یہ بھی کوئی بات ہو کہ زبردستی خواہ مخواہ کو عاشق ہین اور پھر اُسکی ہر حرکت کو ناز۔ انداز۔ غمزہ ادا خیال کر کر کے لگے شکایتون کا طومار باندھنے۔ کسی کا آنچل شانے سے ڈہلکے لٹک پڑا اُسنے سادی وضع اور معمولی طور پر پھر سنبھالکے ڈوپٹہ اوڑھنے کی کوشش کی اور آپ ہین کہ جوش عشق مین جامے سے باہر ہوے جاتے ہین۔

اسی قسم کے صدہا واقعات ہین جنسے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حسینون کی کوئی خطا نہین خطا انھین لوگون کی ہے جو خوبرویون کے حرکات وسکنات پر گرویدہ ہوجاتا کیسا خوف رسوائی سے منہ چھپانے والی پریوشون کے پیچھے پڑ جاتے ہین۔ عشاق یا دل بیتاب والون کی بے اعتدالیون نے سچ پوچھیے تو کمسن پری زادون کو منہ کھولنا

دشوار کر دیا ہے۔ اسلیئے کہ انکی زبان سے جو لفظ نکلجاتا ہے وہ ہر دلدادہ کے لیے
سننے کو تو پیام مرگ اور حقیقت مین دارو مدہوشی لیے ہوئے آتا ہے۔
اگر چاہے عشاق کیا کرین وہ اپنے دل کے ہاتھون مجبور ہین۔ وہ تو بہت
چاہتے ہین کہ ان خیالات سے اپنے دل کو روکین مگر کیا کرین جب وہ مانتے ہی
نہین انکی کیا خطا ہے کسی نے ترچھی نظر سے دیکھا اور انکا دل انکے قابو سے نکلگیا
کسی کی بھولی صورت دیکھی اور انکا دل مچلگیا۔ کسی کو خبر ہی نہین کہ یہ ہین کون اور
کیون اسقدر گھبرائے ہوئے ہین مگر آپ ہی آپ جوش عشق مین حد سے گذرے
جاتے ہین۔ اور پھر لطف یہ کہ اس غریب نے ترس کھاکے اپنی حیرت دفع کرنے
کے لیے اگر کبھی پوچھ لیا کہ آپ کون ہین تو آپ کی الفت اس بیہودگی کے جملے کو
دوسرے پیرایے مین لے لیتی اور تغافل شعاری سمجھے
انہین مصائب اور نہین خرابیون کا خیال کرکے شاعر نے یہ شعر کہا ہے۔ اور اسی
شعر کے ذریعہ سے دکھا دیا ہے کہ معشوق اور حسینان جہان درکنار خود عشاق
بیچارے بھی اپنے دل اور اپنی زبان کے ہاتھون کسقدر تنگ ہین۔ دنیا مین
کوئی ہوگا جو منہ پر تلوار کھائے اور اسلیئے شکریہ ادا کرے۔ خنجر کلیجے مین چبھا جاتا
ہو اور وہ اس خنجر کے کاٹ کی تعریفون کا پل باندھ دے۔ یہ وصف اگر ہے تو
صرف دنیاے عشق کے ازخود رفتہ مجنونون مین جسطرح کوئی سڑی سودائی
لڑکون کے ہاتھ کے ڈھیلے کھاکھا کے چور چور ہوجاتا ہے اور پھر دوسرے دن اسی
شوق مین نکلتا ہے بلکہ اگر لڑکے نہین بولتے تو خود چھیڑ کے انہین اپنی طرف متوجہ
کر لیتا ہے۔ اسیطرح یہ بیماران نگاہ ناز تیر نظر اور خنجر مژگان کے زخم دل و جگر پر
اٹھاتے ہین اور پھر جوش مین آکے کہہ اٹھتے ہین ع قربان نگاہ تو شوم
از نگاہے۔
نامورون اور بہادرون کا نام ترقی نیکنامی اور عزت کی سب سے اونچی بلند
چوٹی پر لکھا گیا جنہون نے ہر حملہ مین آگے قدم بڑھایا اور ہر دفعہ تیغ و سنان کا زخم
کھاکے اور آگے بڑھے۔ اگر دشمن نے انپر ایک کاری وار کیا تو انہون نے اسکے
رستہ پر اپنی شجاعت کا نقش بٹھانے کے لیے اپنا سینہ اور آگے بڑھا دیا کہ اپنے

دل مین آرزو نہ رکھہ سلے دوسرا اور بہی کر ے واقعی ایسے لوگ بہت بڑی بڑی
منزلتون کے مستحق تھے اور ایسے تھے وہ انہین کے میدان رزم مین سے
سلطنتون کا تغیر و تبدل اور بڑے بڑے شہنشاہون کی تقدیرین تحریر
زمانے نے ایسے لوگون کے ساتھہ برا سلوک بہی نہین لیا کیونکہ زمانے سے
گذشتہ ورق آج بہی انکے نام اپنا فخر سمجھکے بلکہ دنیا کی پیشانی کا ٹیکا بنائے ہوئے
کر رہے ہین۔

حیرت ہو تو اس بات کی کہ مظلوم شہیدان تغافل اور دلدادگان پائمال جانت سب
اور تیر نظر کہانے پر اس سے بڑھ بڑھ کے مسرت اور دلچسپی ظاہر کرتے ہین ان کو
کو زمانے نے وہ عزت نہین دی جو میدان جنگ کے نبرد آزماؤن کو دی گئی
عشق کا جنگل ناموری کا اکہاڑا نہین ہے۔ یا اسمین سوا فرہاد و مجنون کے اور کسی
رتبے کا نیکنام ہوا ہی نہین کہ زمانہ اسپر فخر کرتا اور بجا ہے فرہاد و مجنون نے اگر
اپنے جنون انگیز ولولون اور عشق کی گرمجوشیون مین ناموری پیدا بہی کی تو کیا
ہوا۔ انکے عہد مین زمانے نے انپر جو جو جور و ستم کیے انکا تو ذکر ہی نہین بعد کو بہی
انکے ذکر کو دلچسپی کے ساتھہ یاد کیا تو ان دلدادہ عشاق نے جو کسی بے زبان اور
تغافل شعار کے سامنے اپنے جوش عشق کی بیتا بیان ظاہر کرنے کے لیے کوئی
عمدہ مثال ڈہونڈہتے تہے۔ یا شعرا نے جو عشاق کے وکیل ہین۔ عام دنیا نے جس
طرح اور فن کے نامورون کو نیکنامی اور مقبولیت کا خلعت دیا ہے ان غریب
دل از دست دادہ عشاق کو کسی نے نہین دیا۔ ان کی بیکسیون نے انکی امیدونکو
خاک مین ملا دین ابتدا اگر انہون نے بہت کوشش کی کہ اپنے پر آرزو دل کے مرقع
سے ان حسینون کی تصویرین نکال ڈالین جو انہین کبہی کسی وقت ایک حالت پر قرار
نہین پکڑنے دیتین اور آخر مجبور ہو کے انہون نے وہی شعر زبان سے نکالا جسے
ہم اس مضمون کے سرے پر بیان کر چکے ہین کہ ؎

مردم ز فرط ذوق و تسلی نمی شوم یارب کجا برم لب بخر ستامی را

آہ کیا ذوق ہے! اور کیا شوق ہے! جب ہی تو عشاق مین یہ کمال ہے کہ ہجوم بیتابی
اور ذوق بیقراری مین معشوقون کی ان ستم آمیز اداؤن کا خیال ہی نہین کرتے

جو عالم مین چاہیے کتنی ہی بھولی معلوم ہوتی ہون اور سادگی تو بیے ہوے
ہون مگر اصل مین بلحاظ ستم زدہ عشاق کے دیکھیے تو اُنکا ہر پہلو ایک نئی جانستان
ظلم کو لیے ہوتا ہے - زمانہ حیرت مین ہے کہ ان جفاکشون کو کیا مزہ ملتا ہے۔ وہ
سب وہ بڑی بڑی تمناؤن کے ساتھ آرزومند رہتے ہین کہ وہی جفا شعار جو ابھی اپنے
بیداد جور سے دل وجگر کو زخمی کر گیا ہے پھر آکے اسی طرح تیغ ادا کے دو ایک ہاتھ
اور لگا دے -

آپ پوچھیے تو عشاق کا یہ ذوق وشوق کوئی نظیر اور مثال نہین رکھتا - ہان اگر کوئی
مثال ہے تو ہماری اور بد نصیب قوم کی - کیونکہ مسلمانون کو ایک زمانے تک اسباب
زوال کے ساتھ موانست کا سابقہ رہنے کی وجہ سے کچھ ایسی محبت ہوگئی ہے کہ ہم نصیبی
سہتے سہتے عاجز آگئے مگر ہمت واستقلال سے خدا سمجھے اُن برکات وسکنات سے جو
باعث زوال ہین کسیطرح باز نہین آتے - زمانہ مٹاتا جاتا ہے اور ہم اسکے جور کو نازِ معشوقانہ
خیال کر کے خود ہی اُسکے ساتھ شریک ہوے ہین اور اپنے اوپر اور ظلم کرتے جاتے ہین
ان مین سے دو چار دوسری قومون کی ترقیان دیکھ کے خواب نوشین سے چونکے ہین
اور تمام قوم کو جان بوجھ کے خود اپنے ہاتھون اپنے اوپر ظلم کرتے دیکھ کے اُنکے دل وجگر
مین ایک شورش پیدا ہوئی ہے - اور بے اختیار چلا کے کہہ اُٹھتے ہین ؎

می دہم از فرط ذوق و تسلی نمی شوم — یارب کجا برم لب خنجر ستانے را

فتح طرابلس

فتوحات عرب کے اکثر واقعات مکرر وسہ کرر بیان کیے گئے - اگرچہ وہ سچے
واقعات ہین اور اسلامی قدیم شجاعت کا دفتر اتنا مختصر نہین ہے کہ اسکو ہم یا ہمارے
ہمعصر اخبار بتمام وکمال بیان کر سکین - واقدی کی فتوح الشام اکثر لوگ دیکھ چکے ہین
مگر اس کتاب پر معتمد مورخون کو پورا پورا اعتبار نہین تاہم لڑائی کی نوعیت اور فتوحات
کا سلسلہ اچھے طور سے معلوم ہوجاتا ہے - لہذا اگر اُس کتاب سے مدد لیکر ہم
بیان کرنے پر آتے ہین تو ہم ملک کے سامنے کوئی نیا واقعہ نہین پیش کرینگے اور اکثر ان کو

سنی ہوئی بات ہونے کی وجہ سے مزہ بھی نہ آئے گا۔ اس مرتبہ ہم انگریزی کی سب سے زیادہ معتمد تاریخ گبن سے لے کے افریقہ کی فتوحات کا پہلا واقعہ اپنی زبان مین پیش کرتے ہین۔ یہ واقعہ نیا ہے اور دلچسپی سے بھی خالی نہین۔

خلیفہ ثانی جناب فاروق رض کے عہد مین پورا ملک مصر فتح ہو چکا تھا مگر افریقہ مین آگے بڑھنے کا قصد پہلے پہل جناب عثمان رض کے عہد مین کیا گیا۔ اسلام نے اپنی فتوحات کے پھریرے ایشیا اور یورپ مین بھی اڑائے۔ مگر جس تکمیل اور اولوالعزمی کے ساتھ براعظم افریقہ پر فوج کشی کی گئی ہے اور اسلامی افواج نے جن نہ تھکنے والی ہمتون سے افریقہ کے ریگستانون کو طے کیا ہے وہ اسلام ہی نہین خاصۃً اہل عرب کا حصہ تھا۔ ان فتوحات کی انتہا تو اس وقت کو خیال کیجیے جب عقبہ بن نافع نے اٹلینٹک اوشن (بحر اعظم مغرب) کے ساحل پر ناپیدا کنار سمندر کی موجین دیکھ کے اور جوش مین آ کے سمندر مین گھوڑا ڈال دیا تھا اور چلا کے اور آسمان کی طرف دیکھ کے یہ پرجوش کلمہ زبان سے نکالا تھا "خدایا اگر یہ ناپیدا کنار سمندر میری راہ مین حائل نہ ہو جاتا تو مین یونہین تیرے مبارک نام کی منادی کرتا۔ اور نامعلوم اقوام مغرب مین تیری توحید کو پھیلاتا برابر چلا جاتا"۔ جس کے بعد مسلمانون کو داہنے ہاتھ کی طرف مڑ کے اور یورپ مین اتر کے سرزمین اندلس فتح کرنا پڑی لیکن اس فوج کشی کی ابتدا یون ہوئی کہ جناب ذوالنورین رض نے صحابہ کبار اور نامورانِ مہاجرین و انصار مین سے جن کے بیس ہزار فوج مرتب کی اور ان لوگون کو دعائے خیر سے یاد کر کے اور فتح کی بشارتین دے کے مدینہ منورہ سے افریقہ کی طرف روانہ کیا۔ اس فوج نے بڑے جوش و خروش سے مبارک سرزمین عرب اور مقدس جوار رسول کو چھوڑا۔ جب یہ لوگ لشکرگاہ ممفس مین پہونچے تو خاص مصری لوگون کی ایک اور فوج جس مین بھی بیس ہی ہزار آدمی تھے ان کے ساتھ شامل ہو گئی۔ جناب عثمان رضی اللہ عنہ کے رضاعی بھائی عبداللہ بن سعید سپہ سالاری کے لیے منتخب ہوئے۔ عبداللہ بن سعید اس عہد کے نامور لوگون مین تھے۔ اگرچہ ان کے ذمہ بہت بڑا سخت الزام تھا کہ انھون نے اپنی چالاکیون اور فتنہ پردازیون سے قدیم فاتح اور نیز صوبہ دار مصر کو اس کی حکومت سے اٹھا دیا تھا۔ مگر باوجود اس کے ان کی ناموری اور سپہگریون نے اس الزام کو ضعیف کر دیا۔ اور ایسی معزز خدمت پر مامور کر دیے گئے

عبد اللہ بن سعید نے اپنے زور قلم اور اپنی اعلی کتابت کی وجہ سے جناب رسالتمآب صلعم کے زمانے مین کتابت قرآن مجید کی عزت حاصل کرلی تھی انکے خاندانی تعلقات اور نیز انکی زندگی کے واقعات نے انھین قریش مین نہایت زیادہ سربرآوردہ و مشہور بنا دیا تھا اور ایک ایسی قوم مین جسکا عام جوہر سپہگری تھا اسمین انھون نے اپنی شجاعت اور شہسواری کو ممتاز بنا لیا تھا الغرض عبد اللہ بن سعید کا ایسا نامور اور بہادر شخص بیس ہزار مسلمانون کی فوج لیکے سرزمین مصر سے روانہ ہوا مصر کی حدود سے نکلتے ہی لوگ ان مغربی سرزمینون اور مقامات مین برابر گھستے چلے گئے جو اس سے پیشتر نامعلوم اور مہذب دنیا کی نگاہ سے چھپے ہوئے تھے اگر اہل روم ہوتے تو یہین برقا کی تپتی ہوئی زمین اور جھلسا دینے والی بھول سخت مہلک اثر نمایان کرتی - مگر ان عرب جنگ آزماؤن کا کچھ نہ بگاڑ سکی جو اپنے وفادار اونٹون پر سوار تھے اور برابر ترقی کرتے چلے جاتے تھے - خصوصاً اہل عرب کے ہمراہ جو افریقیہ کی فوج تھی ان لوگون کو تو کچھ معلوم بھی نہوا - بے خوف و خطر آگے ہی قدم بڑہاتے رہے -

ایک سخت اور جانکاہ سفر کے بعد ان لوگون نے طرابلس کی دیوارون کے نیچے خیمے ڈالے - طرابلس ایک بندرگاہ ہے اور ساحل بحیرۂ روم پر آباد ہے ان دنون بوجہ کثرت آبادی - دولتمندی شہرت وغیرہ - یہ شہر تمام ارض برقا کا مرجع بنگیا تھا اور اب بربر کے تمام شہرون کے مقابل مین تیسرے درجہ پر واقع ہے اہل عرب نے جیسے ہی طرابلس کا محاصرہ کیا یونانیون کی ایک فوج نے شہر سے نکلکے مقابلہ کیا - عربون نے پہلے ہی حملہ مین سب کو دریا کے کنارے کاٹ کے ڈالدیا مگر محاصرہ مین اسوقت سستی ہوگئی جبکہ گریگوری افریقیہ کے ایک مشہور بادشاہ نے آکے عربون کے سامنے اپنی صفین قائم کین - چند روز تک برابر یہ عالم رہا کہ تڑکے نماز کے وقت سے ٹھیک دوپہر تک دونون طرف کی فوجین نہایت سختی سے بازار جنگ گرم کرتی تھین اور گویا اسوقت تک آرام و راحت کو بھولجاتی تھین جبکہ آفتاب گرمی پکڑتے اور سپاہیون کو مجبور کرتے کہ کسی سایہ کے مقام مین جاکے اس کی کرنون سے پناہ لین -

شاہ گرگیوری کی بیٹی جو اپنے حسن وجمال اور نیز شجاعت کے لحاظ سے افریقہ مین اپنا جواب نہ رکھتی تھی اور بقول نا لتہ تھی مورخین کا بیان ہے کہ وہ لڑکی اپنے باپ کے پہلو بہ پہلو میدان جنگ مین آکے مقابلہ کرتی تھی۔ اسکو بچپن ہی سے شہسواری تیراندازی اور تیغ زنی کی تعلیم دی گئی تھی۔ اسکے علاوہ اعلیٰ قسم کے اسلحہ اور اپنی دولتمندانہ وضع نے لڑائی کی صفون مین اسے اور بھی ممتاز بنا دیا تھا۔ یہ اشتہار دے دیا گیا کہ جو شخص عربون کے سردار کا سر کاٹ لائیگا اسکو ایک لاکھ اشرفیان تو دی جائینگی اور اس لڑکی کے شوہر ہونے کی عزت پائیگا۔ اس سب سے زیادہ دلفریب انعام کی شہرت نے افریقہ کے تمام نوجوانون کے دلون مین جوش پیدا کر دیا۔ اسکا جوش کا یہانتک اثر ہوا کہ تمام مسلمانون کے مجبور کرنے سے عبداللہ بن سعید سپہسالار افواج عرب نے میدان جنگ مین آنا چھوڑ دیا اور آخرکار سپہسالار کے عزلت گزین ہوجانے سے مسلمانون کی ہمت اور اولوالعزمی مین بھی فرق آگیا۔

وہ شریف اور ممتاز فخر عرب جو بعد ایک زمانہ کے حضرت علی کا رقیب ہو گیا تھا اور جو آیندہ خلیفہ کا باپ تھا اور جسنے فتوحات مصر مین اپنے تئین باعتبار شجاعت کے بے مثل اور یکتا ثابت کر دیا تھا اور وہ نامور جسنے سب کے پہلے بابل کی دیوارون کے سامنے اسلامی جھنڈا گاڑ دیا تھا وہ کون زبیر بن عوام۔ ان افریقہ کی لڑائیون مین زبیر بن عوام عبداللہ بن سعید کے ساتھ نہین گئے تھے۔ جب طرابلس سے ایسی وحشتناک خبرین آئین تو زبیر نے بارہ آدمیون کو اپنے ساتھ لیا اور فوراً اٹھ کھڑے ہوے اور اس دلیری اور تعجیل کے ساتھ یونانی لشکرگاہ کا راستہ لیا کہ جب تک وہان پہونچ نہ گئے خواب وخور اپنے اوپر حرام کر لیا۔ زبیر نے کھانا اور نیند صرف اسلئے چھوڑ دی تھی کہ اپنے اسلامی بھائیون کے ساتھ ایسی ہمدردی تھی کہ جب تک وہان پہونچ نہ لیے کسی طرح چین نہ آیا۔ میدان جنگ مین پہونچکے زبیر نے چارون طرف دیکھا اور چلا کے پوچھا "ہمارے سردار کہان مین؟" کسی نے کہا "خیمے مین"۔ زبیر آشفتہ ہوکر بولے "کیا مسلمان سپہسالارون کا کام خیمے مین بیٹھنا ہے" یہ آواز خود عبداللہ کے کان مین پہونچی سنتے ہی انکا چہرہ زرد ہو گیا۔ زبیر کے سامنے آئے اور گرگیوری اور اسکی بیٹی کا تمام واقعہ بیان کیا۔ زبیر نے کہا "کفار کے

... قریب تو انھین پر کہول ... الت دو مسلمانون کو پکار کے کہا کہ جو کوئی شخص ... کا سر ... لائیگا اسے انعام مین اسکی بیٹی اور ایک لاکھ اشرفیان ... ملینگی ... تدبیرین ... کی ... تدبیر نے سپہ سالار عبد اللہ کو ایسا اطمینان ... بھی ... کہا گیا۔ اور اسکے ساتھ ہی انہون نے ایک اور بھی ہوشیاری کا کام کیا۔ وہ یہ کہ جتنے لوگ میدان مین مقابلے پر تھے وہ مقابلہ ... باقی ... مین ... کہ ابھی یہ نہین ... پیچھے رہین جب ... کی فوج دیر تک مقابلہ کر چکے اور دشمنون کو تھکا دے تو ایک بیک تکبیر کا شور کرتے ہوے نکل پڑین۔

... انتظام سے مطلع کر کے عبد اللہ اور زبیر میدان مین نکلے۔ اور لڑائی شروع ہوئی بازار مرگ گرم ہوگیا عرب سپاہی ہوہو اپنی شجاعت کو ترقی دیتے تھے وہ وہ افریقہ والون مین بھی سرگرمی اور ثابت قدمی بڑھتی جاتی تھی۔ آخر یہ ہوا کہ دونون طرف کی فوجین تھک گئین اور آفتاب نے بالکل اس قابل نرکھا کہ ... کا مقابلہ کر سکین دونون لشکر اپنے اپنے فرودگاہ کی طرف واپس گئے۔

... گرمی نے اسقدر پریشان کر دیا تھا کہ جاتے ہی ہتھیار کیا منی کپڑے تک اتار کے پھینک دیے اور گھوڑون کو بھی کھول دیا کہ دم بھر آرام لے لین خصوص گرگوری کی فوج والون نے۔ اسلیے کہ انکے خیال مین اب لڑائی کا گمان بھی نہ تھا اور شام قریب آگئی تھی جو بالکل راحت اور خواب کے لیے تھی۔

ناگہان تکبیر کی آواز آئی اور عربی خیمون نے یک بیک تازہ دم اور جانباز جوانون کا ایک نیا لشکر اگل دیا اہل افریقہ اور یونانی لوگ ان تازہ دم اور پرجوش مسلمانون کی ... دیکھتے ہی حیرت مین آگئے اور اسقدر مضطرب اور بدحواس ہوگئے کہ انہین کچھہ سمجھائی نہ دیتا تھا۔ اسوقت خیال انہین دکھا رہا تھا کہ گویا مسلمانون کی مدد مین آسمان سے فرشتون کی فوج اتر پڑی اور اہل اسلام کے دشمنون کو ڈہونڈہنے لگی کہ جہان ملین انکو کاٹ کے ڈالدے الغرض گرگوری کے ہمراہی حیرت و اضطراب ہی مین رہے اور مسلمانون کی جدید فوج نے بڑہ کے انپر ہر طرف سے وار کرنا شروع کر دیے۔ جو عیسائی جس مقام پر تھا اسطرح قتل کیا گیا کہ مقابلہ کرنا یا اپنی حفاظت

کی جرأت ہی نہ ہوئی اور عالم حیرت ہی سے عالم فنا مین پہونچا دیا گیا۔
اہل عرب نے تہوڑے ہی عرصے مین ہزارہا یونانیون اور اہل طرابلس کو تہ تیغ کیا۔ خود گریگوری کی قسمت مین تہا کہ زبیر بن عوام ہی کے ہاتہ سے جام مرگ نوش کرے۔ چنانچہ اثناے جنگ مین دونون جوانمردون کا سامنا ہوا۔ گریگوری اسکو کیا کرتا کہ تقدیر نے زبیر کے حوصلے بڑہا دیے تہے اور اسکا دل ابتدا ہی سے پژمردہ ہوگیا تہا۔ زبیر نے ایک بہرپور ہاتہہ سے اسکا فیصلہ کر دیا۔ اسکی بہادر بیٹی نے اپنی حفاظت کے لیے بڑی جوانمردی سے مقابلہ کیا تہا۔ اور جب تک لڑائی کا تہوڑا اثر بہی میدان جنگ مین باقی تہا اسکی تلوار بہادرون کے آگے چمکتی نظر آتی تہی۔ آخر ہر چہار طرف سے اُسے عربون نے گہیر لیا۔ اور وہی سامنے آیا جو اسکی قسمت مین تہا یعنی گرفتار ہوئی اور لونڈیون کے طور پر اسلامی خیمون مین باندہ کے رکہی گئی۔
اہل طرابلس اور یونانیون کے باقیماندہ لوگون کو جب کہین پناہ نہ ملی تو وہ میدان جنگ دشمنون کے سپرد کیا اور خود شہر سفیتولا کا راستہ لیا کہ عرب جسے نہ ... نے بچکے اُس شہر کی دیوارون کی آڑ مین پناہ لین۔ سفیتولا کارتہج سے جنوب ڈیڑہ سو میل کے فاصلے پر تہا۔
اس لڑائی کا نتیجہ تو یہ ہوا مگر ابھی یہ دیکھنا باقی ہے کہ اُس کم نصیب پری جمال ... یعنی گریگوری کی بیٹی کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا۔ وعدہ اور آئین نے مقرر کر دیا تہا کہ ایک لاکہہ اشرفیون کے وہ اپنے باپ کے قاتل کی نذر کیجاے۔ جب قیدی اور تمام سامان مدینہ منورہ مین پہونچا تو حسب فرمان جناب عثمان غنی کل اراکین اسلام و قدماے مہاجرین و انصار مسجد نبوی مین جمع ہوے اور اُس بہرے مجمع مین زبیر بن عوام کی جرأت۔ سپہگری۔ حکمت عملی اور جوش و خروش کے متعلق ایک وسیع اور پرجوش ... پڑہا گیا۔ اور گویا زبان حال سے اُنکی حمایت اسلام و جانبازیونکا شکریہ ادا کیا گیا اور اُسی مجمع مین وہ انعام یعنی ایک لاکہہ دینار اور وہ مہوش شاہزادی جو جرأت شجاعت حسن و جمال۔ اور علم و فضل مین اپنا نظیر نہ رکہتی تہی اُن کی نذر کی گئی۔
اس فتح کے ذریعے سے ہمنے اہل عرب کی کسی ہمت بڑہی پائی ... ...

ہے جیسے جھونپڑے سے گردن نکالے اس عالم بہار کو دیکھ رہا ہو۔
وہ کھیت جو اپنی سیرابی کی نظر وہین ہمیشہ بارش کے مشتاق رہتے ہین اور
کھلے دشت ہر لحظہ اسی دھن مین سر اٹھا اٹھا کے آسمان کی صورت دیکھا کرتے
ہین جنکی صورت کو خیال کرتے ہیں برسا در کنار اگر ابر کا کوئی ٹکڑا بھی آفتاب کے
سامنے آگیا تو انکی کیا صورت ہو جاتی ہے۔ انکی سبزی آنکھون کو ہمیشہ صبح و شام کے
خوشنما اوقات مین ٹھنڈک پہونچاتی ہے مگر پانی کا ایک دونگڑا پڑ جانے کے بعد
دیکھیے انکی سبزی کسقدر شگفتہ کسقدر شاداب کسقدر نظر فریب بنکے عاشق
کے دل کو اپنی طرف کھینچنے لگتی ہے۔ باغون اور کھیتون کا سمان اس موسم مین ایسا
ہوتا ہے کہ اچھا خاصہ انسان انکی سیر کرنے کے لیے اپنے مین نہ رہے۔ باغون
کو بہت انسانی کاریگریون نے بہت آگے کر ڈالا ہے۔ قدرت کی سادی کاریگری مین انسان
نے اپنی اصلاح کر کے جابجا رنگ برنگ کے پھول اگا دیے ہین وہ سادہ بن جو
ایک وسیع صحرا یا ایک کوہستانی مرغزار مین باغبان قدرت نے پیدا کر دیا تھا۔ وہ
انسانی دستکاری کے عمدہ نتائج دکھانے والے باغون مین نہین ہے مگر پھر
بھی قدرت اپنی شفقت سے باز نہین آتی۔ اور موسم بہار کا جانفزا اثر ان باغون
تک بھی پہونچا ہی دیتی ہے۔ دیکھو پھولون کے رنگ کس جوبن پر ہین۔ اور انکی سرخی
کسطرح آنکھون مین کھبی جاتی ہے۔ پانی کے قطرے پھولون کی نازک پنکھڑیون اور
نوجوان ٹہنیون کی ہری ہری کونپلون پر اس بدلی کے دن کی ہلکی ہلکی روشنی مین
ہیرون اور موتیون کی طرح جھلک رہے ہین اور اس قدرتی زیور کا کام دے
رہے ہین جو مشاطہ تقدیر نے عروس بہار یا شاہد ان چمن کو پہنا دیا ہے۔
اتنی ہی پر کیا منحصر ہے اس موسم مین جہان کھڑے ہو جائیے ایک ایسی سبزی
اسطرح نظر آجاتی ہے کہ خودبخود ایک از خود رفتگی کا اثر دلمین پیدا ہونے لگتا ہے
دریا جنکے لو تو ہمیشہ بہتی تھین اور انکے پانی کی وجہ سے انکے کنارے کنارے
سبزی اور تروتازگی کا ایک اثر ہمیشہ ہی رہتا تھا۔ مگر یہ لطف سوا برسات کے
کب ممکن ہے کہ کثرت آب سے دریا گویا جوش کھا کھا کے چھلکا پڑتا ہے بلکہ یون
کہنا چاہیے کہ ہماری ہی طرح وہ بھی اپنے آپے سے باہر ہوا جاتا ہے شہر کی گلیان

اور شرکین جنمین موسمی اثر بہت کم محسوس ہوا کرتا ہے انمین بھی ایک پانی کا
چھینٹا پڑ جانے کے بعد دیکھیے کہ کتنے دلون مین ایک گدگدی سی اٹھتی ہے
اور خودی سے گذر گذر کے ملار کی لمبی لمبی تانین اڑانے لگتے ہین اور دیکھنے
والے کی آنکھون کے سامنے گویا برسات کا نقشہ اتار کے رکھہ دیتے ہین
اپنے ہمجنسون کا ذکر جانے دیجیے ہم تو جانورون تک کے ممنون ہین۔ پپیہے
پپیہے کی آرزو خدا پوری کرے جو برسون ہمارے پڑوس مین ایک درخت پر
آکے بیٹھہ گیا تھا اور پی کہان پی کہان کی رٹ لگا رہی تھی۔ اس ظالم
ہجران نصیب پپیہے کو بھی جانے دیجیے اس فصل مین کویل ہمپر کتنی مہربان ہو
گئی ہے کہ صرف ہمارے جوش دل مین ایک ولولہ پیدا کرنے کے لیے اس نے
گویا اُس درخت پر اپنا نشیمن بنا لیا ہے اور شب و روز مین اکثر اوقات
مستانہ آواز سے کوئی نہ کوئی ایسی چیز گا دیتی ہے کہ ہمین برسات کا سمان
آنکھون سے نظر آجایا کرتا ہے۔

افسوس! ہماری شامت اعمال یا اہل شہر کی بے سلیقگی اور میونسپلٹی کی غفلت
نے گلیون اور سڑکون پر اتنی کیچڑ پیدا کر دی ہے کہ ہر قدم پر گر پڑنے کا اندیشہ ہے
ورنہ گھر سے نکلکے اسی روح افزا موسم کے جلوے دیکھتے۔ کہین تو وہ نظر فریب
جہان عالیشان عمارتون۔ درختون کی سبزی۔ زمین کی شادابی دریاؤن کی
روانی آسمانون کی نیلی نیلی گھٹاؤن نے ایسمین ملکے دلفریب سمان پیدا
کر رکھے ہین اور اسی ضمن مین کہین نہ کہین دو ایک دلربا رشک فرشتہ اور
طبع صورتین بھی نظر آجاتین جنہون نے اپنے لباس مین موسم سے مناسب
ترمیم کی ہے۔

ہلکے ہلکے دھانی دوپٹے زیب بدن کیے ہین اور خود فراموشی کے عالم مین
کوٹھون پر آکے کھڑی ہو گئی ہین۔ نظرین ان کی آنکھہ بچا بچا کے گھٹاؤن کے
جھومنے اور ہوائے لطیف و سرد کے ادھر ادھر گذران پھرنے کا تماشا
دیکھہ رہی ہین۔ اور پھر اُس پر یہ ستم کہ وہ اس ہوا کی مشتاق بنکے آئی ہین
دامنگیر خیال کر رہی ہے دوپٹے کا آنچل ادھر اڑا اُسے سنبھالنے ہی نہ پائین

ہیں کہ پیشانی سے کچھ کھلے ہوئے بال اُڑ کے آنکھوں پر بکھر گئے - جھنجلا کے اُنھیں
ہاتھ سے ادھر اُدھر کانوں کے پیچھے کیا تھا کہ دوپٹے کے دونوں آنچل
شانوں سے زمین چومنے لگے - اور اُن جوبنوں کی ایک جھلک صاف
نظر آئی جو اس ہوا کے اثر سے ساعت بساعت نمو اور اُمنگ میں ترقی کر رہے
ہوتے ہیں - اس برہنگی نے اس درجہ پریشان کیا کہ گھبرا کے چاروں طرف دیکھا
کہ کوئی دیکھتا تو نہیں ہے اور شرما کے بیٹھ گئیں - یہ ادائیں اگرچہ ہمیشہ کے
لیے دلفریب ہیں مگر انکا لطف ہی کچھ اس زمانے میں خوب ہوتا ہے جبکہ
اودی اودی گھٹاؤں کی نیلگونی اُن کے دوپٹے کے دھانی رنگ پر اپنا سایہ
ڈالتی ہے

ان موسموں کے جوش و طرب سے صرف رندانہ مشربوں اور نازپرورش مہ جبینوں
ہی کو تعلق ہوتا ہے مگر یہ ایسا زمانہ ہے کہ عصمت مآب خاتونیں اور گھر کی بیٹھنے
والی بھولی لڑکیاں جنکو حسن وعشق کی دنیا کی ہوا تک نہیں لگی ہے اور جو اپنی
سادی زندگی ہی کو نفس انسانی کا کمال خیال کرتی ہیں انپر بھی کچھ نہ کچھ اثر اس
موسم کا ضرور پہونچ جاتا ہے - معصوم اور بھولی لڑکیوں کو جھولا جھولتے وقت
اُنکے ذہن میں کچھ نہ کچھ گاتے کسنے نہیں سُنا - جب امیر خسرو کا ایسا پاکباز
اور صوفی مشرب شاعر شریف گھرانوں کی لڑکیوں کے لیے ساون کا ایک گیت
تصنیف کر گیا تو سمجھنا چاہیے کہ اس قسم کا موسمی ولولہ گویا لڑکیاں بزرگوں
سے سیکھ کے ظاہر کرتی ہیں -

شب کو جوش کے اس گروہ کو دیکھیے جسمیں کا ایک منچلا ابر کو مغرب کی طرف سے
اُٹھتے دیکھ کے بے اختیار چلا اُٹھا ع ساقیا مژدہ کہ ابر آمد و بسیار آمد + اور جب
وہ ابر چہار طرف گھر گیا تو دوسرے صاحب مزے میں آکر بولے ع

ابر اُٹھا تھا کعبے سے اور جھوم پڑا میخانے پر + بادہ کشوں کا جھرمٹ ہے اب شیشہ اور پیمانے پر

ان سیہ کاروں کو تو کالی کالی گھٹاؤں سے کچھ ایسا عشق ہے کہ ادھر
آسمان پر بدلی کی صورت نظر آئی اور یہ بادۂ گلرنگ کی بوتلوں پر جھک پڑے
آہ! شراب کم بخت حرام ہی ہو گئی ورنہ نئے پاکباز اور جائز عشق کے مزے

دلگداز

نمبر ۱ بابت ماہ جنوری سنہ ۱۸۹۰ء جلد ۴

مرتبہ

خادمِ قوم محمد عبد الحلیم شرر مہتمم "دلگداز"

دلگداز پریس میں چھپکر

لکھنؤ جھوائی ٹولہ سے شائع ہوا

مین نہین آتا۔ اس سے کیا مقصود ہی تو کہدے گا کہ یہ ایک راز ہے۔
لفظ تثلیث کوئی مذہبی لفظ نہین ہی اور نہ عیسائیون کی الہامی کتاب مین کہین اسکا پتہ ہی۔ الوہیت کے اقانیم ثلثہ کے اتحاد پر اپنا اعتقاد ظاہر کرنے کے لیے دوسری صدی عیسوی مین یہ اصطلاح اہل کلیسیا مین پیدا ہوئی بہت بڑے بڑے فلسفیانہ خیالات قایم کرنے والے اس خیال کا مفہوم بتانے سے عاجز ہین اور جو کچھ اُنکی زبان سے سُنا جاتا ہے اُسکا مفہوم دوسرے الفاظ مین یہ ہی کہ وہ ایک قسم کی معذرت خواہی کرتے ہین یا اعتراف کرتے ہین کہ یہ راز تثلیث بالکل ممتنع الاظہار ہی۔
ہم اپنے دعوے کے ثبوت مین ڈاکٹر رابنسن کے خیالات ظاہر کرتے ہین جو اس مسئلہ تثلیث مین لکھتے ہین کہ انسانی عقل کی رسائی اور اُسکے خیالات کی منتہے سے اس مبارک مسئلہ تثلیث کا راز بہت بلند ہی یعنی وہان تک ممکن نہین کہ کسی کی عقل پہونچ سکے،، واقعی دین مسیحی پر جو الزام آتا ہے اُسکو جس خوبصورتی کے ساتھہ ڈاکٹر رابنسن نے بیان کیا یہ اُنہین کا حصہ تھا اور فی الحقیقت اُنہون نے عیب کو ہنر کر دکھانے مین پوری کامیابی حاصل کی ہی۔ لیکن ڈاکٹر صاحب نے اس خیال پر مسٹر کونی بیم نے جو ریمارک کیا ہی وہ بھی بڑے فکر کا ہے۔
وہ فرماتے ہین کہ اگر ایسا ہی ہی تو اسکینڈ نیویا والون کا اعتقاد قدیم اہل مصر کی دیو بانی۔ افلاطون کے الٰہی اسکول کی تعلیمین اور موجودہ ہندوٴن کے معتقدات بھی انسانی عقل کے دائرہ فہم سے باہر اور خاص خدا کے الہامات ہونگے مگر اسکو کوئی مسیحی تسلیم نہ کریگا۔ ڈاکٹر رابنسن سے بڑھکر ایک دوسرے مصنف صاحب اس مسئلہ کی نسبت فرماتے ہین ،، ٹھیک اور صحیح راے یہی ہی کہ مسیحیون مین مسئلہ تثلیث صرف اعتقاد و ایمان لینے کے لیے ہی۔ سمجھنے کے لیے نہین ہی۔ اور سوا اُسقدر کے جسقدر خداے تعالیٰ نے اپنے الفاظ سے فرما دیا ہے اس مسئلہ مین زیادہ بحث کرنا غلطی بلکہ اکثر اوقات خوفناک ہے اور یہ سُنکے مسیحیون کو اور حیرت ہوگی کہ تمام انجیل مین اول سے آخر تک دیکھہ جایئے ایک جملہ بھی نہین ہی جس سے یہ اصول تثلیث ثابت کیا جا سکے۔ صرف ایک ہی جملہ ہے جس سے تثلیث ثابت کی جاتی ہی۔ انجیل یوحنا کے پانچوین باب کی ساتوین آیت مین ہے ،، باپ۔ لفظ اور روح قدس

اور یہ تینون اصل مین ایک ہی ہین - مگر اسکے ساتھ ہی مشہور واقعہ کا بھی خیال ہے کہ جو کمیٹی بائبل کی تحقیق و تنقیح کے لیے بٹھائی گئی تھی اُسنے اپنی تحقیقات کے مطابق بائبل سے اس آیت کو نکال ڈالا تھا اور صاف کہدیا تھا کہ وہ ایمان کی تو یہ ہے کہ یہ آیت انجیل مین رکھنے کے قابل نہین ہے''

مسٹر کوئی لیم نے اس کے بعد لکھا ہے کہ آؤ ہم اسکا فیصلہ اسی کی مطابق کیون نہ کرین جیسا کہ خود حضرت مسیح نے کیا تھا - ایک سردار نے جناب مسیح کی خدمت مین عرض کیا اے میرے اچھے مالک مین کیا کرون کہ حیات سرمدی حاصل ہو" تو اُسکے جواب مین انھون نے فرمایا ''مجھے کیون اچھا کہتا ہے؟ کوئی اچھا نہین ہے سوا ایک کے - وہ خدا ہے'' (لوقا باب ۱۸ - آیت ۱۸ و ۱۹) جو لوگ عیسی علیہ السلام کو اُس ایک ذات مطلق مین شامل کیے دیتے ہین وہ اس واقعہ کو غور سے پڑھین -

یہان تک بیان کر کے مسٹر کوئی لیم فرماتے ہین ''عیسائیون کے مطابق تثلیث کے خیالات تو ہمنے ظاہر کر دیے - اب آؤ دیکھین دین اسلام کے خیالات حضرت عیسے کی نسبت کیسے ہین - اسکو ہم اُس سے زیادہ عمدگی کے ساتھ بیان نہین کر سکتے جیسا کہ قرآن مجید کے سورۂ مائدہ مین ہے ''مسیح بن مریم اُسکے (خدا کے) رسول اور اُسکا وہ کلام تھے جسکو خدا نے مریم کے پیٹ مین پھونک دیا تھا''

اس مسئلہ مین دونون مذہبون کے خیالات کا مقابلہ کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ ایسا شخص جسکو دونون مذہبون سے علاقہ نہ ہو کسکو ترجیح دے گا - بے شک اسلام کو ترجیح دے گا - توحید ایک مسئلہ ہے جسپر تمام عمدہ مذاہب کی بنیاد قائم کی گئی ہے بلکہ سچ تو یون ہے کہ صرف توحید ہی تمام مذاہب کا معیار ہے جس مذہب نے توحید کو جس قدر زیادہ زور دے کے اور زیادہ صفائی سے ثابت کیا ہو اور جسکو جسقدر زیادہ تعلق قریب توحید سے ہو اُسی قدر زیادہ یقین اُسکی حقیت کا کرنا چاہیے -

یہ فیصلہ عام عقلا کر چکے ہین اور آج مسٹر کوئی لیم نے بھی زور دیا ہے کہ جناب محمد صلعم صرف خدا کی اس غرض کے پورا کرنے کے لیے دنیا مین تشریف لائی تھے کہ یہود و نصارا نے توحید مین جو خرابیان پیدا کر دی ہین اور موسے و عیسیٰ کی لائی ہوئی توحید کو غارت کر دیا ہے وہ انسانی لغزشون سے پاک و صاف کر کے

پھر اپنی اُسی قدیم خالص حالت پر پہونچا کے تمام عالم مین پھیلا دینا ہے
اور چونکہ آنحضرت حق پر تھے لہذا آپ کو کامیابی ہوئی اور جو اس سچے مذہب
نیچے ہوئی شخص ہی سے مخالف ہوا خود خراب اور تباہ ہو گیا
یہ رسالہ اگرچہ بہت چھوٹا اور مختصر ہے مگر مسٹر کوئی لیم نے اسمین تمام اسلامی
عقائد مختصراً بیان کر دیے ہین اور گویا مسلمانون کی ایک اعتقادی کتاب
لکھ دی ہے بہتر ہو اگر یہ کتاب ہندوستان کے سکولون کے اسلامی کورس کیلیے
منتخب کر لیجائے - خصوص ہماری توجہ انجمن حمایت الاسلام لاہور کی طرف ہے
جو ویا اپنے پرجوش کارروائیون سے ایسی راوں کی منتظر رہا کرتی ہے -
مسٹر کوئی لیم تمام اعتقادات اسلامیہ بتا کے لکھتے ہین " دین اسلام ایسا دین ہے
اور دنیا کے اُن ایک سو اسی ملین آدمیون کا ایسا اعتقاد ہے جو آج تک دنیا کے
پچھلے اور بہت بڑے پیغمبر محمد صلعم کی شریعت پر چلتے ہین اور ہر روز دن اور
رات مین پانچ مرتبہ خدائے واحد ذو الجلال کے سامنے سر جھکا کے نماز ادا کرتے ہین
دین اسلام مراغہ سے لے کے افریقہ کے تمام شمالی ساحل پر پھیلا ہوا ہے اور
کو لیتا ہوا اٹر یمنوال تک جنوب کی طرف چلا گیا ہے - مصر سلطنت ترک - عرب ایران
افغانستان - اور ترکستان پر حکومت کر رہا ہے - اُسکے اکتالیس ملین جان نثار ہندوستان
مین آباد ہین بہت قوت کے ساتھ ملایا وغیرہ مین ہے - اور اب سرزمین چین مین
بھی اُسنے مضبوط قدم جما لیا ہے - اُس کی ترقی کے لیے مسلمان واعظون کی کوششین
اکثر مقامات پر کامیاب ہوتی جاتی ہین "
اس کے بعد مسٹر کوئی لیم اہل انگلستان کی طرف مخاطب ہو کے کہتے ہین " دین یہ وہ
اخوت اور بھائی چارہ ہے جسکی طرف اب ہم اپنے اہل وطن اہل انگلینڈ کو بلاتے
ہین یہ وہ دین ہے جسکو ہم انکے سامنے پیش کرتے ہین کہ قبول کرین "
اس رسالے کو دیکھ کے ہر شخص کو یقین آسکتا ہے کہ مسٹر کوئی لیم گذشتہ مغربی
مورخین یورپ کی طرح صرف ایک رائے قائم کر لینے والے اور فلسفیانہ حیثیت
سے بحث کرنے والے شخص نہین ہین بلکہ اُنکے دلمین خدا نے اپنے دین کا نور ڈالدیا
اور انہون نے اُس نور کے دکھانے سے دیکھا کہ دنیا اسلام سے زیادہ اچھا اور

یانہ سب پیش کرنے سے عاری ہے۔ اور اسی اعتقاد پر وہ مسلمان ہو گئے حضرت
ہین نہیں بلکہ اُنکے ہموطنون مین سے اور بھی چند لوگون نے حق پسندی مین
اُن کا ساتھ دیا۔ فللہ الحمد۔

اب ہم اُن دوستون کی طرف متوجہ ہوتے ہین جو گویا دین اسلام کی تبلیغ کے لیے
خدیو یورپ پر تلے بیٹھے ہین۔ اور امید رکھتے ہین کہ اس مشن مین ہندوستان انکا
ساتھ دیگا۔ اور انکی اعانت اور ہمدردی کے لیے اطراف ہند سے برابر پبلک کی
پُرجوش آوازین آنا شروع ہو جائینگی۔ وہ اپنے مشن مین مسٹر کوئیلیم سے مدد
لین۔ اور اگر مسٹر کوئیلیم اُنکی مدد کا وعدہ کرین اور تھوڑی بہت کامیابی کی امید
ہین تو انکو چاہیے کہ وطن کو خیرباد کہین اور زبان سے یہ مصرع … کا مصداق
بنین کہ ”بسم اللہ مجریہا و مرسٰہا“ خدا نے چاہا تو اُنکو اپنے مشن مین
ضرور کامیابی اور تائید غیبی اور مسٹر کوئیلیم کی سرگرمی اور اسپیکرزی سے مدد
حاصل ہو جائے گی۔

ہمارے دوست مولوی ریاض الدین احمد صاحب جنکا جوش اسلامی ہندوستان بھر
مین مشہور ہے اس مبارک سفر کے لیے بڑی مستعدی ظاہر کر رہے ہین۔ اس کام
کی بابت مولوی حسن علی صاحب مشہور اسلامی واعظ نے پہلے بہت زیادہ توجہ کی تھی
لیکن وہ ابتدائی کوششون مین تھک گئے اور آخر اُنہون نے تھک کے کہہ دیا کہ ذہنی
… کا اہتمام مجھسے نہیں ہو سکتا۔ مگر مولوی ریاض الدین احمد صاحب نہین تھکے
ہین۔ خدا کرے اُنہین کامیابی ہو اور وہ مولوی حسن علی صاحب کو بھی اپنے ہمراہ
لیکے جلد تر یورپ کے عازم ہو سکین۔ آمین۔

زحمتی بر نفسِ اہلِ طرب نخیتہ ام
خوابِ خوش گشتم و از یادِ عزیزان رفتم

وہ دشوار گذار مقامات جہان آجتک بے رحمی کے ساتھ انسان کی جان لی
جاتی ہے۔ یا وہ خطرناک صحرا جہان کی دھوپ اور لو انسان کو چلتے ہی چلتے خواب

مرگ کی نیند مین سُلا دیتی ہے - یا وہ برفستانی مقامات جہان کی سخت ٹھنڈی ہوائین مسافرون کے ہاتھ پاؤن افسردہ کر کے گرا دیتی ہیں اور برف کے بوجھ اپنے نیچے دبا کے ہمیشہ کے لیے اسکا نام صفحۂ دنیا سے مٹا دیتے ہین - ایسے مقامات مین بہتون نے جان دی - اور آج تک برابر اس قسم کی انسانی قربانیون کا سلسلہ جاری ہے ہزارہا آدمیون نے انھین مصائب مین مبتلا ہو کے جان دی مگر ان مین سے بہت کم ایسے ہین جنکی خبر ہم تک بھی پہونچی ہو - جن لوگون کو ان اطراف مین سفر کرنے کا اتفاق ہوا ہے انھون نے اکثر جگہ دیکھا ہوگا کہ جابجا غریب بیکسی سے جان دینے والون کی یادگارین نظر آجاتی ہین وہ یادگارین بتا رہی ہین کہ ان غریبون نے کس بیکسی اور کس حسرت کے ساتھ اپنی جان دی تھی -

افریقہ کی بردہ فروشی نے ایسے بہت سے تماشے دنیا کو دکھائے اور آج تک دکھا رہی ہے - وہ وسط براعظم افریقہ کے مقامات جہان سے لوگ غلام بنانے کے لیے پکڑ پکڑ کے لائے جاتے ہین ایسے مقامات ہین کہ آج بھی وہان کی سیر کرنے جایئے تو ہزارہا مردون کی ہڈیان پڑی ملینگی - جو لوگ وہان سے پکڑ پکڑ کے آتے ہین وہ بوجہ شدت گرما اور کثرت تشنگی کے جان بلب ہو ہو جاتے ہین مگر انکو پانی نہین دیا جاتا اسلیے کہ اگر پانی انکو پلا دیا جائے تو صاحبان قافلہ کے وہ ظالم فتح مند کیا بیچین جو قافلہ کے مالک ہوتے ہین الغرض اگر کوئی ادہر سے گذرے تو راستے مین ہر ہر قدم پہ مردون کی ہڈیان پڑی پائے گا - انصاف سے پوچھیے تو وہ ہڈیان زبان حال سے یہی شعر پڑہ پڑہ کے ہر ادہر سے گذرنے والے کو سناتی ہین اور اسکے دلمین ایک غم واندوہ کا اثر پیدا کرتی ہین -

وہ اولوالعزم مسافر جنکو سفر کا شوق نہین جنون تھا انمین سے اکثر ایسے ہین جو کسی نہ کسی بیکسی کے عالم مین مرے یا مارے گئے مگر جان دیتے وقت انھون نے اپنی کوئی نہ کوئی ایسی یادگار ضرور بنا دی کہ جو کوئی شخص انکے بعد ادہر سے گذرے انکی بیکسی کی موت یا انکے بے بسی کے عالم مین قتل کیے جانے کو یاد کر کے دو آنسو بہائے - انکے بعد جانے والے مسافر گواہ ہین اور انکے سفرنامے بتا رہے ہین کہ ایسے ایسے صدہا یادگار یا سامان حسرت وغم انکی نظر سے گذرے

کان مین آواز نہ پہونچ جاتی ہے اُسے بے چین کر دیتا ہے ؎

نہ خواب خوش گشتم واز یاد عزیزان رفتم   قسمتے بر نفس اہل طرب ریختہ ام

ہان پوچھنے کی یہ بات ہے کہ ان حسرت زدہ لوگون کی داستان مین سوا غم والم یا دل دکہانے والی باتون کے اور کیا ہے جو انکی زبان سے "خواب خوش گشتم" کا لفظ نکلتا ہے۔ خواب خوش گشتم تو جب ہوتا جب یہ اپنی یادگار مین کوئی ایسی بات چھوڑتے جس سے زندہ دلی کی محفلون اور دلچسپ صحبتون کی رونق ہوتی۔ ان کو تو چاہیے تھا کہ اپنی حسرت آمیز داستان کی نسبت یہ کہتے جو ایک اردو کا سخن سنج کہہ گیا ہے ؎

سرگذشت بلاکشان نہ سنو   نہ سنو میری داستان نہ سنو
فقرہ فقرہ ہے اس کا پُر تاثیر   ہو نجاؤ کہین بلا مین اسیر

مگر ہان اسمین ایک بات ہے جسکی وجہ سے کہا جا سکتا ہے کہ داستان غم عمدہ اور دلچسپ صحبتون کی رونق ہوتی ہے۔ ظاہر ہے کہ عشق ایک ایسی چیز ہے جسپر تمام صحبتون کی رونق اور ساری دلچسپیون کا دار و مدار ہے خود انکو اصل مین بلاے جان ہے ہان اسکی داستانون مین یہ اُلٹا اثر قیامت کا ہے کہ جو سُنتا ہے ذوق و شوق اور نہایت لطف کے ساتھ۔ اسی بنا پر اگر اس حسرت زدہ نے اپنے بعد والون سے یہ کہا کہ مین تمہاری نظر مین ایک خواب خوش ہون تو کچہ بیجا نہین کیا۔ واقعی داستان عشق مین یہ عجیب و غریب بات ہے کہ عشق جسقدر باعث اندوہ و غم ہوتا ہے اُسی قدر داستانِ عشق مین لطف اور دلچسپی ہوتی ہے۔

ذرا قیس عامری کی داستان سراپا حسرت کو ملاحظہ فرمایئے کہ اُسمین کس قدر دلچسپی ہے اس داستان نے کن کن صحبتون اور کیسی کیسی پریوشون کی محفل عیش و طرب مین دلچسپی پیدا کر دی۔ اُن از خود رفتہ عشاق کی مجنونانہ حالت کا خیال کیجیے جو گلی کوچون مین خاک اُڑاتے پھرتے تھے۔ جنکی وحشت جنہین خدا جانے کن کن مقامات مین پھراتی رہتی تھی۔ اور اپنے جوش مستی کے عالم مین خدا جانے کن کن صحراؤن اور جنگلون کی وہ خاک اُڑاتے تھے۔ اگلی داستانین کون ہے جسنے نہین سُنین ان ستم زدہ جفاکشون کو اسی عالم مین پایا ہوگا کہ کبھی دریا مین غرق ہوکر

بھی درندون سے دوچار ہوئے اور اگر پرانے خیال کے ضعیف الاعتقاد تھے تو بہت سے مقامون پر پریون اور دیوون کا بھی سامنا ہو گیا۔ ذرا ان واقعات کو اپنے اوپر منطبق کر کے دیکھو اور خیال کرو کہ اگر ایسی مصیبتین خود تمہارے اوپر پڑین تو تمہارا کیا حال ہو۔ جب ان مصائب کی تصویرین ہی آنکھون کو دکھانا ہوگا تو رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہونگے۔ لیکن باوجود ان سب باتون کے یہ کتنی بڑی حیرت کی بات ہے کہ ان مصائب کا ذکر دل کو کچھ ایسا بھلا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بات نہین جسمین لوگ اس قسم کے تذکرون سے بلبل ہزار داستان کی طرح یہان تک کے حسن و عشق کی داستانین بیان کر رہے ہین۔ جدید اسکول کے تعلیم پائے ہوئے مہذب گروہ کے پرتکلف میزون پر وہی ناول رکھے ہوئے ہین جن مین یورپین کورٹ شپ (پریوشون کو سمجھانا) اور تعلیم یافتہ نوجوان عاشقون اور معشوقون کی ناز آفرینیون اور نازبرداریون کا تذکرہ ہے۔ آہ! وہ عشرتکدے نکلے جہان ایشیا کے ازخودرفتہ عشاق سینے پر ہاتھ رکھ رکھ کے نالہ ہائے فلک دوز کھینچ رہے ہین اور جنھین خدا کی اعلے قدرت اور نیچر کی اعلے صنعت کا نمونہ نظر آیا کرتا ہے وہان بھی دیکھیے تو گلچہرہ حوروشون کی دلچسپی کے لیے مغلانی وہی کہانی سُنا رہی ہے جسمین جا بجا عشق کوٹ کوٹ کے بھر دیے گئے ہین۔ انھین باتون کا جادو ہوتا ہے جو سحر نگہ دلرباؤن کی آنکھون پر اثر کر جاتا ہے۔ کہانی کے ہیرو کا جوش عشق جو جو زیادہ بیان کیا جاتا ہے وہ وہ نرگسی آنکھون پر نیند کا خمار غالب آتا جاتا ہے۔

اس دلچسپی کو دیکھ کے وہ متحمل مزاج عاشق جسکو زندگی بھر شب و روز غم ہجران مین آہ جگر خراش کھینچتے ہی گذری جان دیتے وقت نہایت ہی تحمل و یاس کے لہجے مین کہہ اُٹھتا ہے بلکہ حال کے حرفون سے اپنی قبر پر لکھوا دیتا ہے ؎

زمستے بر نفس اہل طرب ریختہ ام   خواب خوش گشتم و از یاد عزیزان رفتم

اور واقعی ہے بھی کچھ ایسا ہی۔ اور لوگون کو جانے دیجیے خود اپنی حالت اور اپنے معاملات کو غور سے دیکھیے تو عبرت ہی معلوم ہوگی۔ ہمنے دنیا مین آکے کیا کیا۔ جب تک کمسنی کا زمانہ تھا مان باپ کے لیے آفت جان بنے رہے غریب مان

اور نافرمان بردار باپ کو ہر رنج و راحت مین اپنے جوش و ان سے [illegible]
[illegible] موجود ہو [illegible] ہر کام [illegible] صرف [illegible] کے متعلق [illegible]
سامان خوشیان تہا [illegible] سے وابستہ نہین مگر ہم کبھی دیال بہی نہ [illegible]
اگر انسان اپنے نفس سے اتفاق پوچھے تو سوا اسکے [illegible] اس کے [illegible]
باپ انہا [illegible] زحمت اور مصیبت مین مبتلا رہے اور کوئی [illegible]
اسوقت تو ثابت ہو گیا کہ ہمنے اپنی مہربون اور بے سینگدون سے ان [illegible]
دجو اصل مین اہل طرب اور بے غم و بے فکر تھے ہم کو زحمت مین رکہا۔ [illegible]
[illegible] اور عمر کا پر جوش دور یعنی جوانی۔ ظاہر مین تو معلوم ہوتا ہے کہ ہمنے
اس عہد مین کسیکو زحمت نہین پہونچائی۔ مگر بالکل غلط سچ پوچھیے تو ہم [illegible]
کسی نہ کسی کے لیے باعث زحمت ضرور رہے۔
اول تو ہمنے ضعیف العمر مان باپ ہی موجود تھے جنکے حقوق کی طرف [illegible]
لے اب متوجہ کر دیا تہا اور یاد دلایا تہا کہ انکی خدمت کرنا اور انکی زبان سے
دعائے خیر و برکت لینا تمہاری کامیابی کی دلیل اور تمہاری ترقی کا ذریعہ ہوگا
مگر ہماری بے پروائیان حد درجہ کو پہونچی ہوئی تہین کہ ہمنے ان امور کا خیال
نہ کیا اور ہمیشہ آن بے دست و پا نما جان حقوق کے حق مین مجسم زحمت
ہی بنے رہے۔ انکو راحت دینا درکنار روز اٹھے انہین کو اپنے ستمون مین مبتلا
رکہا۔ اب اسکے بعد ضعیفی کا زمانہ آتا ہے۔ اسمین زحمت ہونا تو ہر شخص پر ظاہر
ہے۔ انسان اس بیکسی کے سن مین اس درجہ بیدست و پا ہو جاتا ہے کہ اسے
سوا اسکے کہ دوسرون کے سہارے اور غیرون کی دست نگری پر زندگی کے باقی
ایام بسر کرے اور کسی طرح مفر ہی نہین ہو سکتا اس امر کے دیکھنے کا ہر شخص کو
اتفاق ہوا ہوگا کہ سن رسیدہ اور بے دست و پا انسان دنیا اپنے عزیز آشنا
درکنار خود دنیا کے نظر مین بہی بار خاطر ہوتے ہین انکی زندگی اگرچہ نسبت
اور عمر والون کے انہین زیادہ دلپسند ہوتی ہے اور اپنے باقیماندہ ایام عمر کو
وہ بہت ہی غنیمت خیال کرتے ہین۔ دنیا مین جو شخص انکی صورت بہی دیکھ
لیتا ہے وہ انکی ہستی کو اپنے لیے ایک زحمت ہی خیال کرتا ہے۔ یہ اور بات ہے

... اور سنجیدہ خود انکے وجود کو بے وجود کہین - اور انکی موجودگی کو اپنے لیے موجب ... ت خیال کرین - یہ صرف انکی سعادت مندی ہی ورنہ اصل مین وہ ان پہ ... خاطر ... یا زحمت ہی ہوے ہین -

---

رنج والم

اے ہمسفران ملک وجود کہو تمہاری آتی زندگی بے رنج والم کا مزہ اٹھائے ہی ختم ہوگئی - تم تو ابھی چند روز دن اور باغ ہستی کی ہوا کہا گئے تمکو زیادہ ... کیا حال معلوم - تم کیا جانو کہ باقی عمر کیونکر گذرتی اسلیے تمہارا کیا اعتبار دیکھو ... ان لوگون سے سارا حال پوچھے لیتے ہین جو زندگی کو کہو چکے اور اپنے دل ... کو بیچ قبرون مین بیٹھے ہوے ہین اور اصل تو یون ہے کہ ان سوا ... کیا جانے گا - اے جان دیکہی تو ایک تجربہ ان لوگون کو حاصل ہوا ہے ... دنیا مین ٹھوکرین کہا کر بس اتنی ہی بات انہون نے سیکھی ہی - قبر کی ... مین اگر کبھی کبھی دنیا یاد آتی ہوگی تو روز روز کا سوہان روح اور گھڑی ... کا غم و اندوہ آنکھون مین پھرجاتا ہوگا

اے ... عدم اب تمہارے ہوتے یہ معاملہ کس سے دریافت کرنے جائین - پیاری زندگی تمہاری ... مصیبت کی نذر کرچکے موہبت بڑی دولت کہو کر تمنے سیکہاہی ... کہ جب تک دنیا مین تھے کسی وقت بھی آرام سے بسر کرنے کا اتفاق ہوا تھا ... ساٹھہ ستر برس کی عمر جا نکاہیون ہی مین گذری بھلا تھین کوئی ایسا دن بھی نصیب ہوا تھا جسمین تم چین سے سوئے ہو کوئی جشن عشرت پوری طرح مزے مین گذرا تھا - کسی بزم طرب مین بھی تمکو آخر تک وہی پہلی ہی سی شادمانی رہی تھی ... تو ... رہے ہو کہ ایک لمحہ بھی تمہیں بے رنج والم کے نہ گذرا ہوگا - آخر کچھ تو بتاؤ کہ ... ہی سلیمن ہو - دیکھو بڑی آرزو لگا کر آئے ہین - یہ مسئلہ یہان بھی تو حل نہ ہوا ... نہ ہوئی -

... تم نہ بولو بھی تو کیا مضائقہ ہے - وہ تمہارا غضب کا سکوت اور بلا کی مایوسی

کہے دیتی ہے کہ کبھی سچی خوشی نہ نصیب ہوئی - تمہاری حسرت ناکی گواہ ہے گور
غریبان کی سنسان آبادی پکار رہی ہے کہ "صورت مبین حالم مپرس" دوسرے
بار بار زمانہ جانتا ہے کہ "خاموشی نیم رضا" ہم سمجھ گئے کہ اس چپ سادھنے پر یہ بات
ٹل جائیگی - بھلا کہین ایسا ہو سکتا ہے - خلاصہ یہ کہ تمہارے یہان آکر یہی معلوم
ہوا کہ دنیا بس رنج والم کا گھر ہے -

اب تو اس مسئلہ پر ہمین یقین آگیا اور زمانہ بھر کو بتا دین کہ دنیا کی ان لغو خوشیون
مین پھنسکر بری گھڑی کو نہ بھولے - گو بدمستی شبینہ مین خمار کا خیال کسے گذرتا ہے
جو ہماری سر مغزن سے گذرے گا - مگر ہمین اپنا فرض ادا کر دینا چاہیے - اے
ہم بستران یار رخصت کی گھڑی سر پر کھڑی ہے

عشرت مین آکر ایسے نہ اترا جاؤ - اے رندان خرابات دیکھو یہ غارے مین کار سکے
یون سیہ مستیون کی نہ لو - ای راحت طلبان بزم عشرت زیادہ خوشیون مین نہ آؤ
تھوڑی ہی دیر مین محفل برہم ہوا چاہتی ہے ای دلدادگان وطن یہ نہ سمجھو کہ کبھی وطن
آوارگان غربت کا ساتھ نہ دینا پڑے گا - کیون اسقدر مانوس عشرت ہوئے جاتے
ہو - اے جلوہ افروزان تخت سلطنت اتنی راحت طلبی اچھی نہین - تمہارے تہدید
دشمن نہین ہین - اے بدمستان دولت ہوش مین آؤ - کون جانتا ہے کہ زمانہ تمہ
ہمیشہ موافق ہی بنا رہے گا -

مگر افسوس جسطرح گور غریبان والون نے دریافت کرتے وقت سانس تک نہ لی
تھی اسیطرح ان لوگون نے بھی آنکھ اٹھا کے نہ دیکھا - دنیا کی دلبستگیان خدا جانے
کیسا لبھا لیتی ہین کہ گو روز کسی نہ کسی صدمے سے سابقہ پڑتا ہی مگر پھر بھی متنبہ نہین
ہوتا وہ اگلا جملہ سونے سے لکھنے کے قابل ہے کہ "بدمستی شبینہ مین کبھی خمار
نہین یاد آتا ہے"

دنیا مین دو چیزین ہین ایک راحت اور ایک رنج - ان دونون مین ہمیشہ مقابلہ ہوتا
آیا ہے - عقل و نفس کے دلچسپ مباحثے تو سبھی کو یاد ہونگے مگر رنج و راحت کی
روزانہ لڑائیان بھی دیکھنے کے قابل ہین انسان مین دیکھو راحت اپنے زبردست
مددگار جوانی کو لاتی ہے اور رنج بڑھاپے کو لاکر اسکا مقابلہ کرتا ہے مگر یہ کسن غضب کا

نحیف الجثہ بڈھا ہے کہ ہمیشہ جوانی پر غالب آجاتا ہے باغ ہستی عام طور پر ایک عشرت کی بہار کا مزہ اٹھوا کے اٹھواتے کسی خزان کے ذریعہ سے انتہا سے افسردگی کا سمان دکھا دیتا ہے۔
مگر راحت کچھ ایسی جلد بازی اور سرعت کو کام مین لاتی ہو کہ جب اسے دیکھا ہو پہلے ہی لٹتے دکھایا ہو اور غم آخر مین آکر ساری بزم عشرت کو برہم کر دیتا ہو اسی لیے دیکھیے ہر کسی کا پیدا ہونا نمونہ راحت ہو۔ اور مرنا نمونہ رنج۔ پوری خوشی سے انسان کی ابتدا ہوتی ہے اور دنیا کی چند روزہ عمر راحت و غم کے اختلافات اور جنگ و جدل کا زمانہ ہے۔ خوشی چاہتی ہے کہ مین اپنا وہی اگلا سا رنگ جمائے رہون اور رنج کہتا ہے کہ باغ ہستی کی سیر اوس۔ یہ آرزو کہین پوری ہو سکتی ہے۔ لاکھ سنبھلنے کے ارادے ہون مگر جب مین ہی سنبھلنے دون۔ یہان تک کہ آخر کو اس لڑائی مین رنج ہی کے ہاتھ میدان رہتا ہے اور موت نصیب ہوتی ہو جو تمام خوشیون کا خاتمہ ہے اور رنج ہی رنج رہ جاتا ہے پوری خوشی اسی روز تھی جس روز پیدا ہوے تھے اور پورا رنج اس روز ہو گا جب مرینگے۔
مگر کیا غم بالکل بری ہی چیز ہے؟ اصل تو یون ہے کہ یہ ساری خوشی رنج ہی کے بدولت ہے۔ جس روز رنج دنیا سے اٹھ جائے اس روز خوشی کا خاتمہ ہے۔ قاعدہ یہی ہو کہ کسی چیز کے ہونے کی جب ہی آرزو ہو گی جب نہ ہونے کا کھٹکا ہو۔ آفتاب کا چمکدار چہرہ اسی لیے بھلا معلوم ہوتا ہے کہ چار پہر اسکے دیکھنے کو آنکھین ترس جاتی ہین۔ وصال یار مین صرف یہی مزہ ہے کہ برسون کی وعدہ خلافیون سے جان لب بر آچکی تھی۔ صبح وطن جب ہی خوشنما معلوم ہو گی۔ جب سالہا سال شام غربت مین گذر رہی ہو۔ اچھی غذا مین کچھ جب ہی خوب مزا ملتا ہے جب بہت دنون کے بعد نصیب ہوئی ہو۔ جہان دیکھیے وہی خوشی لطف دکھاتی ہے جو رنج کے بعد حاصل ہو۔ اور یون تو اگر ہمیشہ ایک حال پر رہے وہ عیش و عشرت بھی ہو تو اجیرن ہو جاتی ہے۔
اسی لیے کہتے ہین کہ خوشی انہین لوگون کو نصیب ہوتی ہو جو مدتون سرد مہری کا مزہ اٹھایا کیے ہین۔

لوگ جو بچپن سے ناز و نعمت مین پلا کیے ہین پایا نہین کہ کبھی راحت بھی کیا
مزہ ہے - یہ تو انہین سے پوچھیے جنکی بلاکشی مین گذری ہو - رنج رنج ہے
خوشی سے خوشی ہو تو رنج ہے -
ہمارا مذہب ہے کہ آدمی کبھی خوشی مین رنج کو نہ بھولے اور رنج مین خوشی سے
مایوسی نہ ہو دونون کا جوڑا برابر ہے - مبتلایان غم سمجھ لین کہ راحت کا جیسا مزہ
انکو ملے گا کسیکو نہین ملسکتا - سب کچھ سہی مگر کوئی یہ بلاکشی کہان سے لائے گا
اور راحت کا لطف ہے تو اسی کے بعد - غم فراموشان بزم عشرت ڈرتے رہین
کہ آگے چلکر جیسا غم انہین جھیلنا پڑے گا کسی نے کاہے کو جھیلا ہوگا ہزار آفتین
ہون مگر کسی نے ایسی راحت کاہے کو اٹھائی ہوگی اور سب سے بڑا غم وہی ہو
جو عیش و عشرت کے بعد ہو - اسکی پیروی کرین تو دیکھو کس مزے مین رہتے ہین
نہ غم کیشون کو ایسی مایوسی ہوگی - اور نہ عشرت گزینون مین ایسی فرعونیت
آنے پائے گی -

دلگداز

نمبر ۴ - بابت ماہ اگست سنہ ۱۸۹۹ء جلد ۴

مرتبہ

خادمِ قوم محمد عبد الحلیم شرر "مہتمم دلگداز"

دلگداز پریس مین چھپکر

لکھنؤ جھوائی ٹولہ سے شائع ہوا

ضوابط

۱- دلگداز کوشش کرتا رہے گا کہ اردو مین ایک نئی روح پھونکے اور اُسکے جذبات بڑہائے۔ اسکے ذریعہ سے اعلے رنگ کے لٹریچر کے نمونے اکبھی کبھی نازک اور نئے خیالات ظاہر ہوتے ہین۔

۲- ہر انگریزی مہینے مین ایک نمبر شائع ہوتا ہو۔

۳- قیمت عام سے دو روپیہ سال مع محصول اور دو ساتھ سے رسال والیان ملک سے۔ بے وصول قیمت سالانہ پرچہ نہ روانہ ہوگا نمونہ کے لیے ۴۔ بھیجنا چاہیے۔

۴- اشتہارات ۴ سطر کے حساب سے درج ہونگے۔ زیادہ کے لیے خط و کتابت سے فیصلہ ہوگا۔

۵- جوابطلب خطوط کے لیے ٹکٹ یا جوابی کارڈ آنا چاہیے۔

المشتہر۔ محمد عبد الحلیم شرر مہتمم دلگداز

دلگداز اور اسکے ناول کی مرتب جلدین

یہ جلدین اچھی ہون یا بُری ملک نے انکو پسند کر کے مقبولیت کی سند عطا کر دی۔ جن صاحبون کو ضرورت ہو فوراً درخواست روانہ فرمائین کیونکہ انمین سے بعض ایسی ہین جو چند ہی روز مین نہ رہینگی۔ زیادہ عرصے تک انکے موجود رہنے کی امید کم کی جا سکتی ہے۔ درخواستین مہتمم دلگداز کے نام مین

جلد دلگداز ۸۹۸ء۔ جسکی اب تہوڑی ہی جلدین باقی رہ گیی ہین۔ باوجود دوبارہ چھپنے کے نہین رہین۔ قیمت مع محصول عہ

ملک العزیز وورجنا۔ یعنی وہ ناول جو ۸۹۸ء مین دلگداز کے ساتہ شائع ہوا تہا اور ۱۹۰۰ء مین دوبارہ چھپوا کے مرتب کیا گیا۔ واقعی اس ناول مین کچہ ایسی دلچسپی ہے کہ عموماً اسکی طرف بڑی توجہ کی گئی۔ اور اب تک لوگ متوجہ ہین کیا عجب کہ ۱۹۰۰ء کا نصف سال تمام ہونے سے پہلے اسکی جلدین بہی تمام ہو جا[ئین]۔ قیمت مع محصول عہ۔

۱۸۹۹ء کی جلد دلگداز۔ اسکی ...کاپیان باقی ہین اور کیا عجب کہ وہ بہی ... ہاتہون المایان اس سے خالی ہو جائین ... کو طبع ثانی کا انتظار کرنا پڑے۔ قیمت ...

شاہزادہ حسن اور انجلنا۔ وہ ناول ... دلگداز کیساتہ شائع ہوا یہی مثبل ناول ... کتاب ہے جسمین ایرانیون اور ترکون کے ... کر کے تاا تفاق کے ضرر دکہائے گئے ... تہوڑی ہی ہین۔ قیمت عہ۔

البرٹ بل

نیا ڈراما۔ انڈر کہانا ٹک جسمین بل کی ... کیفیت اُس کی درجہ بدرجہ ترقی۔ ... کی اپیلین۔ یوروپین کی مخالفت اور ... بنگالیون کی واویلا۔ اور فریاد۔ ... برانگیختگی اور شورش۔ گورنمنٹ کی ... ہند کی دل آزاری۔ وایسرائے کی کریم النفسی فیاضی۔ اور بل کے آخری فیصلہ کو ... مین لکہا ہے قیمت ۱۰ مع محصول۔

المشتہر مہتمم

جہانگیر

شیکسپیر کے مشہور پلے ہملٹ کا ترجمہ جسکے ... جناب منشی محمد امتیاز علی صاحب بی اے ... نام لیکر نہایت بامحاورہ سلیس اور فصیح ... کے سامنے پیش کی ہے۔ نہایت عمدہ کاغذ ... ٹیپل کے سو صفحہ مین تمام ہوگئی ہے ... محصول ڈاک ایکروپیہ۔ نقد یا ویلیو پے ... درخواستین مشتہر کے نام آئین۔

المشتہر۔ محمد امراؤ علی۔ لکہنؤ۔ ڈاکخانہ ...

غریب کا جھوپڑا

مشہور ہے کہ تیز ہوا اور آندھی بڑے بڑے مضبوط درختون کو گرا دیا کرتی ہے مگر گھاس کے چھوٹے چھوٹے پودے اپنی نرم و نازک پتیون کو مختلف اطراف سے جھکا جھکا کے کسطرح بچا لیا کرتے ہین کہ ہوا جاہے کتنی ہی تیز ہو چلا جاتی ہو اور انپر کوئی آفت نہین آتی - اسیطرح لوگون کو اس بات کا بھی بارہا تجربہ ہوا ہوگا کہ آتش لگا آر بارش اور خوفناک طوفانون مین عالیشان اور سربفلک محل لڑکھ لڑکھ کے لیٹ جاتے ہین - اور غریب کا چھوٹا جھونپڑا اپنی نیچے کی وجہ سے غریب رہنے والون کو بیٹھنے کی جگہ نہ ملتی تھی - اپنی اسی ذلت و سکنت کی شان سے ٹھہرا رہتا ہی - آسمانی آفت یعنی بجلی کو بھی اکثر دیکھا ہوگا کہ غریبون کے پھوس کے چھپر چھوڑ کے رفیع الشان محلون ہی پر گرتی ہی -

آہ! غریب ہین ہی واجب الرحم لوگ - دیکھو خدا بھی غریبون ہی پر زیادہ مہربانی کا وعدہ کرتا ہے - یہ ایک ایسا اصول ہی کہ اسکی تصدیق کرانا ہو تو دنیا کے حسن ہمہ سے پیا ہو پوچھ لو - امید تو یہ ہے کہ سب ہی اسپر صاد کرین گے - شاید یہی وجہ تھی کہ بانیان مذہب اور دنیا کے وہ تمام لوگ جنسے دنیا کو زیادہ اور ہمیشہ باقی رہنے والا نفع پہونچا بیچارے سب کے سب غریب ہی تھے - اور لوگون کا تو حال نہین معلوم مگر آہ وہ دو مشہور اور باخدا پیغمبر جنکی تعلیمین آج دنیا کے غالب حصہ کو گھیرے ہوئے ہین دونون مین سے ایک اور پہلے یعنی حضرت مسیح کی زندگی صحرا نوردی اور غریب مچھلی والون اور رنگریزون کی مہمانی ہی مین گذر گئی - دوسرے یعنی پیغمبر عرب صلعم نے باوجودیکہ آبادی مین رہ کے دنیاداری کو اختیار کیا مگر ہمیشہ یہی عالم رہا کہ دو دو تین تین روز تک چولہے مین آگ نہ جلتی تھی - ان واقعات کے بیان کرنے سے اُن معصومون کا تقدس اور سادہ پن دکھانا ہمارا مقصود نہین

ہمارا مقصود یہ ہے کہ غریبی کیسی قیمتی اور عمدہ چیز ہے کہ ایسے ایسے باکمال لوگوں نے اسی کو اختیار کیا۔

وہ بھرے بھرے کھیت یا انہیں بھی جانے دو۔ وہ لق و دق صحرا جسنے کثرت بارش سے ایک ناپید اکنار دریا کی صورت پیدا کر لی ہے وہاں کسی آنکلنے والے کو کسی طرف راستہ نہ ملتا تھا۔ یہ مصیبت درکنار اب پانی برسنا شروع ہو گیا بجلی رہ رہ کے چمکتی ہے۔ رعد زور میں آ آ کے گرجتا ہے۔ اور اپنی مہیب آواز سے بار بار سہما سہما دیتا ہے۔ اور گویا آسمان اپنے تمام ستم آرا تیر دن کی طرح برستے قطرات باران کے ساتھ پورے کر رہا ہے۔ ہوا کے جھونکے الگ ادھر ادھر تھپیڑے دے دے کے پانی میں ڈھکیل دینے کی دھمکی دیتے ہیں۔ مینہ کی گرمی اور سخت مار پڑ رہی ہے۔ کپڑوں نے بدن میں چمٹ کے گویا ہاتھ پاؤں میں ہتھکڑیاں اور بیڑیاں ڈالدی ہیں جنکی وجہ سے زیادہ چلنے کی بھی قوت نہیں۔ ایسے عالم اضطراب و اضطرار میں وہ گھبرا گھبرا کے چاروں طرف دیکھتا ہے اور آخر کسی طرف کوئی سایہ دار گھنے درخت کو دیکھکر دلمیں خوش ہوتا ہے اور قدم بڑھا بڑھا کے اسی طرف روانہ ہوتا ہے کہ جلدی سے اس درخت کے نیچے پہونچ جاے اور ان سخت مصائب سے نجات پائے۔

وہاں جاکے ٹھیرتا ہے۔ دم بھر کے سکون کے بعد کپڑے اُتار کے نچوڑتا ہے کہ اس قدرتی شکنجے سے پیچھا چھوٹے۔ ہنوز دم لینے کی بھی مہلت نہ ملی تھی کہ زیادہ بارش کی وجہ سے درخت ٹپک نکلا جسکی وجہ سے یہ مقام جسے پناہ کی جگہ سمجھا تھا۔ اب کھلے بے پناہ میدان سے بھی زیادہ بدتر ہو گیا۔ اور کوئی نہر جسکی زیادہ روانی کی وجہ سے اس وادی میں ہمیشہ سیلاب آجایا کرتا تھا اس زور شور سے بہنے لگی کہ وہی ناپید اکنار سمندر جو ہر چہار طرف پھیلا ہوا تھا اب ساعت بساعت بلند ہونے لگا۔ پانی بڑھتا آتا ہے اور یہ مضطرب الحال صحرا نورد بدحواس ہو ہو کے پانی کی صورت کو دیکھتا ہے جو زیادہ بھیانک نظر آنے لگتی ہے۔ رعد کی طرف کان لگاتا ہے جسکی آوازمیں اب زیادہ غضبناکی کے آثار نمایاں ہیں۔ اور بجلی کی مضطربانہ تڑپ سے تو ہر گھڑی یہ خوف معلوم ہوتا ہے کہ اب سر پر آئی اور اب آئی۔ پانی بڑھتے بڑھتے

اِس حد کو پہونچا کہ اُس عظیم الشان درخت کی جڑ بھی ڈوب گئی اور اب وہ
گھٹنوں گھٹنوں پانی مین کھڑا ہے۔
اس عالم مین وہ پھر اپنی نظر کو ہر چہار طرف دوڑاتا ہے اور امید اُسکی ماندِ ستا
نگاہ و صحراے نشیب و فراز مین ٹھوکرین کھلواتی ہے۔ ایک جانب وہ ایک
بہت بلند ٹیلا دیکھتا ہے اور دلمین خیال کرتا ہے کہ اُس سے زیادہ پناہ کی
جگہ مشکل سے نصیب ہوگی۔ اگرچہ وہان کوئی ایسا سایہ دار مقام نہین کہ پانی کی
اس سخت مار سے بچا سکے۔ مگر وہان یہ سیلاب اور یہ مصیبت تو نہ ہوگی۔ یہان کی
طرح سیلاب مین غرق ہو جانے کا خوف تو نہ ہوگا۔ دل مین یہ منصوبہ ٹھہرا کے
وہ روانہ ہوتا ہے۔ پانی مین پاؤن سے ٹٹول ٹٹول کے اور ہر طرح کی مصیبتون
سے بچ بچ کے وہ آگے قدم بڑہاتا ہے بلندی پر پہونچکے وہ ایک بلند مقام پر ٹھہر کے
پھر ہر طرف نگاہ دوڑاتا ہے۔ اور وہان اُسے دور پر ایک جھونپڑا نظر آتا ہے۔
قیاس اس امر کا مقتضی ہے کہ یہ جھونپڑا کسی صحرا نشین جوگی کا ہوگا جسنے دنیاوی
مصائب اور فتنون سے بچنے کے لیے اس غیر آباد مقام مین سکونت اختیار کی
ہے کسی بادشاہ کو اپنا محل دیکھ کے اتنی خوشی نہ ہوئی ہوگی جتنی مسرت اس
صحرا نورد کو یہ جھونپڑا دیکھ کے ہوئی۔ جو راحت و آرام کے خیالات ایک ایماندار
مومن جنت کی نسبت قائم کرتا ہوگا وہ سب سامان راحت اس غربت زدہ نے
صرف اس پھوس کے جھونپڑے مین آنکھون سے دیکھ لیے۔
خیالی خوشی کے جوش نے اُس کے قدم بڑہا دیے اور مسرت کی جلدی مین قدم
بڑہاتا ہوا اُس جھونپڑے کی طرف روانہ ہوا۔ قریب جاکے دروازے کی ٹٹی ہٹائی
جو بوچھار کے روکنے کے لیے بند کر لی گئی تھی۔ ٹٹی کی حرکت نے کسی تارک الدنیا
فقیر کو کھڑا کر دیا جو دروازے کے پاس آیا اور ایک آفت کے مارے کو بیکسی
کے عالم مین دیکھ کے دلمین نہایت ہی حیران ہوا۔ پھر اُسکی طرف متوجہ ہو کے
نہایت ہی محبت اور خلوص کے الفاظ مین کہنے لگا " اس مصیبت مین آپ
ادہر کیونکر آئے ؟ مگر اندر آکے بیان کیجیے گا وہان تو مینہ سے آپ کو سخت تکلیف
ہوتی ہوگی " یہ کہکے اُس نے نئے آنے والے مسافر کا ہاتھ پکڑا اور اپنے جھونپڑے

مین کھینچ لیا۔

مہمان اور میزبان دونون عرصے تک ساکت رہے۔ ایک حیرت مین تھا
کہ یہ کیا عالم ہے۔ اور دوسرا اس آرام کی جگہ کو اُسکے ستا رہا تھا۔ اُڑا بیٹھے
بڑی جوش سے فراغت پائی تو دونون ایک دوسرے سے بغلگیر ہوئے
یہان کیسی میزبانی کی گئی؟ آہ! یہ بہت مشکل سوال ہے جو سامان اس
جھونپڑے مین تھا اُن لوگون کی نگاہون مین بہت تھوڑا اور ذلیل ہے جنکے
سامنے ہم اپنے مضمون کو پیش کرتے ہین مگر ہمکو اسکے ساتھ اس بات کا
یقین ہے کہ انمین بہت سے لوگ ایسے بھی ہین جنکے دلمین اس قسم کے تمدنی
جذبات پیدا ہوگئے ہین اور اُنکا دل عشرت پسند ہے کہ یہ نہ کھلونون سے
ہٹ کے ان عزت اور ذلت کے سادے سامانون کو پسند کرتے اُنکا یہی حوصلہ ہے
کوئی غریب اپنے جھونپڑے مین محلون کا خواب دیکھتا ہے اسیطرح وہ امیر اپنے عالیشان
محلون مین بیٹھ کے جھونپڑون اور سادگی پسند جوگیون کے بے تکلف نشیمنون کو
خیال کی آنکھون سے دیکھا کرتے ہین۔

آہ! اس جھونپڑے مین ایک ٹوٹے پر چولہے مین تھوڑی سی آگ ہے جسکی خوشگوار
کا مزہ اسوقت کوئی اس آفت رسیدہ سے پوچھے جسنے ابھی ابھی اس جھونپڑے
مین آکے پناہ لی ہے کیونکہ شاید اُسکے خیال مین تمام دنیا کی نعمتین ایک طرف
اور یہ فرحت دہ، افسردہ ہاتھ پاؤن کو گرما دینے والی اور بھیگے کپڑون کو سکھا
دینے والی سنہری آگ ایکطرف۔ اسی آگ کے بھروسے پر میزبان نے اپنے مہمان
سے کھانے کی بھی صلاح کی تھی۔ کیونکہ اُسکے نزدیک آسانی ممکن تھا کہ جھونپڑے
کے آس پاس سے کچھ ساگ پات توڑ لائے اور پکا کے اپنے مہمان کو سیر کردے
اس آتش کے علاوہ اس جھونپڑے کا سامان راحت اور کوئی چیز نہین نظر آتی
کیونکہ پھونس کی چھت ہے بھی تو اسقدر کم حیثیت کہ اندر بیٹھنے والون کو اس
پانی مین کوئی جگہ نہین ملتی جہان ٹپکتا نہو۔ لیکن پھر بھی صاحب نشین، درویش
اور اُسکا مہمان دونون غنیمت سمجھتے ہین اسلیے کہ وہ باہر کی اسی سخت تیر بارش
نہین ہو رہی ہے۔ بزم قدرت مین جان ڈالدینے والے کیڑے مکوڑے سے تو

[گھ]اس کی پتیون مین پناہ لیا کرتے ہین اور انسان کو انہین کے وجود کا ثبوت
[ا]نہین نازک وقت مین دیدیا کرتے ہین جبکہ وہ تنہائی کے عالم مین گھبرا اٹھتا ہے
[گھ]اس کی آب وہوا مین شگفتہ ہوجانے والا جھینگر چولہے کے قریب کسی
[ک]ونے مقام مین بیٹھا اپنی کرخت آواز سے کانون مین خراش پیدا کر رہا ہے اور
اسکے قریب ہی کہین دوسری طرف سے کھیریا جھینگر کی درشت فراخ یہ ان کا
[مط]لب ویسے ہی ہے دور سے ہوکر طیور کسی نہ کسی آرام کے مقام مین خاموش
[بیٹھ]ے رہتے ہین مگر غریب الو ہمیشہ عزلت گزینون کا مونس رہا ہے اسنے
[وح]شت ناک صحرا نشین کی تسلی دینے سے اپنی زبان نہین روکی۔ اپنی دردناک
[آ]واز ابتک بولے جاتا ہے۔

[ی]ہ غریب کا جھونپڑا تھا مگر یہ ایک خاص صورت تھی اور وہ بھی صحرا نشین
[لو]گون کے جھونپڑے کی بس یہ تک سوا خیالات کے نفس الامر مین ہمارے وطن
[مین ا]یسے بہت کم کسی کی بسائی ہوئی ہوگی۔ لیکن اسکا سمان تو قریب قریب اکثر
[لو]گون سے گذر گیا ہوگا کہ غریب کھیت بچانے والے اور سرواہے۔ یا گائے
[بھ]ینسون کے چرانے والے شہر کے باہر غیر آباد اور وسیع صحراؤن مین چھوٹے
[چھو]ٹے کم حیثیت جھونپڑے بنا کے کس فارغ البالی اور اطمینان کی زندگی بسر
کرتے ہین۔

[انہ]ین ابتدائی باتون پر غور کرو اور خیال کو ذرا قدامت کی طرف لے جاؤ۔ دیکھو
[و]ہ اعلے درجے کے باکمال اور وہ علوم وفنون کے موجد جنکی طبع آزمائیون نے
[د]نیا مین یہ سب رونق پیدا کی ہے وہ بھی انہین کم حیثیت جھونپڑون مین رہتے ہین
جنکو تم آج نفرت کی نظر سے دیکھتے ہو۔ اسکو سب تسلیم کرینگے کہ یہ عالی شان
[م]حل جنمین آج تم سکونت پذیر ہو انہین کے تجویز کیے ہوئے ہین مگر خود انہین
[اپ]نی زندگی مین سادگی ہی زیادہ ترپسند تھی اور اسی وجہ سے انہون نے دنیا
کو آباد کیا مگر خود اسی مکان مین رہا کیے جسے ہم غریب کا جھونپڑا کہکے یاد
[کرت]ے ہین۔ افسوس پچھلے دور نے ہٹتے وہ غریبانہ اور مفلس کے مذاق کا جھونپڑا
نہ چھوڑا کہ اسکے ساتھ قدرت کے تمام لطف ہمسے چھین لیے۔ قدرتی سبزہ زار

لطف - اور کوہساروں کے دامنوں کی کیفیتیں - دنیا کی آزاد مخلوق کی زندگی بے تکلف اور مزے دار صحبت کا لطف سب ہماری نگاہ کے سامنے سے جاتے رہتے ہیں۔

آہ جاننے والے مسلمان جانتے ہونگے کہ وہی مسجد نبوی جسکے ساز و سامان آج دولت و عشرت کے حیرت انگیز نمونے ہیں خود بانی شریعت جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد رسالت مہد میں بعینہ ایسی تھی کہ اسکو ہم جھونپڑے ہی کے لفظ سے یاد کر سکتے ہیں - زمین کچی مٹی کی بنی تھی اور چھت آفتاب کی تمازت سے بچنے کے لیے کھجوروں کی ٹہنیاں ڈال کے بنائی گئی تھی - بارش کے زمانہ میں حضرت رسالت پناہ کھڑے ہوکے خطبہ پڑھتے تھے اور برابر سر پر پانی ٹپکتا جاتا تھا اور وہ مبارک جماعت سامنے بیٹھی سنتی تھی - جو اپنے زمانے کی فاتح اور پچھلے تمام عہدوں کی مقتدا درو حبیب ہونے والی تھی۔

بہر حال غربت ایک ایسی چیز ہے کہ اگر انسان اپنے دل کا غنی ہو تو اسکی ہر ادا بھلی اور پیاری معلوم ہوتی ہیں - اسلام ہی نہیں دنیا کے کل مذاہب کے ابتدائی سلسلہ پر جب نظر ڈالیے گا تو بانیان مذہب کے موثر ہونے کی وجہ امارت نہ نظر آئے گی بلکہ یہ غربت ہی تھی جسنے انکو اس درجہ بامراد اور کامیاب کیا - ہمارے نفوس میں دنیا طلبی کا مادہ بہت زیادہ ہے اور اسی وجہ سے غربت اگر ہی تو ہم اس سے نفع نہیں اٹھا سکتے - اگر یہ خرابی نہ ہوتی تو ہم دعا مانگتے کہ خداوند تعالیٰ جل جلالہ ہمیں غربت ہی کے مزے دار عالم میں رکھے۔

گذشتہ مسلمان عورتیں

ابھی چند روز ہوے ایک ہندو صاحب نے کسی اخبار میں لکھا تھا کہ "مسلمانوں کی عورتیں کبھی تعلیم یافتہ نہ تھیں - شاعری اور دینیات کے چند مسائل سیکھ لینا اور بات ہے - فلسفہ اور وہ علوم جو انسان کے کمالات ترقی دلائیں انسے مسلمان عورتوں کو کبھی بہرہ نہیں حاصل ہوا" اول تو وہ اس

اسکو سمجھ ہی نہین سکتے کہ مسلمانون نے علوم دینی کیا وقعت رکھتے ہین واقعی
یہ ناواقفیت معذور ہے ور بالکل نہین سمجھ سکتا کہ مسلمانون نے دینیات کو
بڑھا کے کیا بنا دیا غیر مسلمان ایک تو دور رہنے والے کو شاید چند مسائل کا
جاننے والا اور ایک محدث کو چند اقوال پیغمبر عرب علیہ التحیۃ والثنا کا واقف کار
بیان کرتا ہو مگر اسکا خیال اس حد تک پہونچ نہین سکتا جس حد تک یہ فنون اسلامی
پہنچ گئے ہین دینیات کے تین فن ہین کلام۔ فقہ۔ حدیث۔ کلام ایک
مضبوط فلسفہ ہے جو یونانی نظام فلسفیانہ کو بگاڑ کے مطابقت شریعت اصول
مذہب سے قائم کیا گیا تھا ارسطو اور افلاطون وغیرہ متاخرین یورپ کی فلاسفی
ایک طرف رکھیے اور علم کلام کو ایک طرف رکھیے تب بھی کلام کا پلہ بھاری ہوگا
یقینا نہ اس فلسفہ کو ایسی کتابین نصیب ہونگی جیسی اسلامی علما نے کلام کی مضبوطی
کے لیے تصنیف کر کے دنیا کے مشہور کتب خانون مین رکھدین۔ اگر کسیکو دعوی
ہو تو تفسیر کبیر کے مقابل مین کوئی کتاب لاکے پیش کرے اور سب پر طرہ یہ کہ
فلسفہ والے اپنے عقلی محاکمات کے تابع تھے۔ بخلاف کلام والون کے جنہون نے
شریعت کے بتائے ہوے اصول کی مطابقت سے دلائل پیدا کیے اور انہی اقوال
کو انکا تابع رکھ کے فلسفیانہ اجتہاد کے بے نظیر نمونے دکھائے۔ یہ یقینی بات ہے
کہ فلسفہ پر جو بصیرت ایک کلام کے جاننے والے کو ہوتی ہے وہ خود فلسفیون کو اپنے
فلسفہ پر نہین ہوتی۔ اسلیے کہ کلام جاننے والے کا فرض ہے کہ فلسفہ کے تمام مصطلحات
اور انکے نظام عقلی کو پوری طرح سے جانتا ہو۔ ہم دعوے کے ساتھ کہتے ہین کہ جس
شخص نے صرف فلسفہ ہی کا سبجکٹ لے کے ایم اے کا امتحان پاس کیا ہو وہ اس
شخص کے آگے کوئی وقعت نہین رکھتا جسنے علم کلام کی کوئی کتاب اول سے آخر
تک سمجھ کے دیکھ لی ہے۔

دوسری شاخ دینیات کی فقہ ہے۔ فقہ سے یہ کام لیا جاتا ہے کہ مختلف مسائل
معلومہ کو ایسی عمدہ ترتیب سے رکھا جائے کہ انسے نئے نامعلوم مسائل نکل سکین
اور خاص اسی غرض کے لیے ایک خاص فن قائم ہوگیا جسکا نام "اصول فقہ"
ہے اور جسمین صدہا کتابین مدون ہوگئین اور اکثر موجود ہین۔ یہی غرض

علم منطق کی ہے - لوگ شاید نہ سمجھے ہونگے کہ مسلمانون مین علم منطق کیون زیادہ مروج ہوا - اسکی وجہ صرف یہی تھی کہ اصول فقہ اور منطق کے اصول بالکل ایک ہین - جو ایک منطقی کی غرض ہے کہ خطا فی الفکر سے بچیا - وہی غرض اہل فقہ کی بھی ہے - جسکو شک ہو وہ اصول فقہ کی کتابین دیکھ لے - اسکو منطق سے زیادہ دشواریان اور زیادہ لطف نہ ملے تو ہمارا ذمہ - غرضکہ مسلمانون کی فقہ پورا سائنس ہے - اور وہ معمولی سائنس نہین جو آج ہماری یونیورسٹیون سے کورس مین تبرک کے لیے پڑھایا جاتا ہے بلکہ اسقدر تکمیل کے ساتھ کہ عربی داں اگر انگریزی اصطلاحون کو سمجھتے ہوتے اور موجودہ زمانے کی اغراض سے واقف ہو جاتے تو کالجون کے گریجویٹ لوگون کو اپنے خیال مین طفل مکتب سمجھتے -
تیسرا فن دینیات اسلام کا علم "حدیث" ہے - اسکو یہ لینا چاہیے کہ حدیث کو جو علم کا خطاب دیا گیا ہے اسکی وجہ یہی ہے - اصل مین حدیث کی وقعت اس سے زیادہ کوئی نہین ہو سکتی تھی کہ کسی حیثیت کے ملفوظات آپ شائستہ تہذیب سے لکھ دیے گئے - مگر اہل اسلام نے احادیث کی صحت وضعف سے بحث کرکے اپنا قدم تاریخ کے نہایت نازک اور دشوار گزار کوچون مین رکھا - جس فصاحت کے ساتھ انھون نے ہر راوی بلکہ اپنے عہد سے حضرت رسالت پناہ تک دنیائے اسلام کے ہر شخص کے حالات دریافت کرنے مین کوششین سرگرمیان دکھائین اسکی نظیر سے دنیا خالی ہے - اور خاص اصول تاریخ سے متعلق انکی کوششون سے صدہا فن بن گئے - دنیا کا وسیع گذشتہ میدان جو اندھیرے مین پڑا ہوا تھا اسکو اسقدر روشن کر دیا کہ ہر شخص کی نظر دور تک پہونچ سکتی ہے - ایک محدث تاریخ کا جیسا ماہر ہوتا ہے اس لیاقت کے مورخ دنیا کی اور قومون سے بحث نہین خود انگریزی پیش کر دین تو ہم انکی تاریخ دانی کے معترف ہو جائین - یہ بہت صحیح ہے اور اسمین ذرا شک نہین کہ تاریخ دانی مین محدثین کے حلقہ درس کا ایک ادنے مستفیض بھی انگریزی تہذیب کی یونیورسٹیون کے ڈگری یافتہ لوگون سے زیادہ تاریخی لیاقت رکھتا ہے -

سمجھنا یہ سمجھنا تو آسان ہے کہ وہ شخص ہندو مذہب کی باتین جانتا تھا مگر اُسکا
سمجھنا دشوار ہے کہ مسلمانون کے دینیات مین کیا چیز۔

مسلمانون کی جو عورتین حدیث اور دینیات کا درس دیا کرتی تھین غیر قوم والون
کی نظر مین تو وہ صرف چند مذہبی رسالے پڑھی ہوئی خیال کی جاتین لیکن اصل
مین پوچھیے تو فلسفہ سائنس منطق اور تاریخ غرض تمام علوم عقلی مین کمال
رکھتی تھین ہان وہ انگلستان کے موجودہ فلاسفرون کی طرح فلسفیات کی
دیوانی اور دینیات سے بے خبر نہین ہوگئی تھین کہ ہمارے ہندو دوست
انکی لیاقت کا اعتراف کرتے۔ مسلمانون کا عہد ایسا تھا کہ اُسمین انسان چاہے
کمال کسی فن اور کسی علم مین حاصل کر لے مگر اُسکی لیاقت کا اعتراف پبلک
کی نظر مین باعتبار اُسکی دینی واقفیت اور علوم دینی مین تبحر حاصل ہونے کے
کیا جاتا تھا۔

ہم اسلام کی پہلی صدی کی ایک مشہور عورت کا تذکرہ کرتے ہین جسکی لیاقت اور
نیک نفسی کا اندازہ ہمارے آئندہ بیان سے ہو جائیگا۔ لوگ دیکھین اور
خیال کرین کہ یہ اصول جنکا ظہور اس پاک نفس اور عفت مآب عورت کی حرکات
و سکنات سے ہوگا کتنی اعلی لیاقت کا ثبوت دے رہے ہین۔ اور انسان کیا کیا
کمالات حاصل کرکے اس پاک مذاق کو حاصل کر سکتا ہے جو اس فرشتہ خصائل
خاتون نے دکھا دیا۔

ہم خلیفہ اول جناب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بڑی صاحبزادی اسماء رضی اللہ
عنہا کا ذکر کرینگے جو صحابیہ بھی تھین۔ اسماء کو لوگ ذات النطاقین کہا کرتے
تھے۔ اسکی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ نطاق عربی مین کمربند کو کہتے ہین۔ عرب مین عورتین
اپنی ساری یا تہمد پر ایک چوڑی سی پٹی کسکے باندھ لیا کرتی تھین۔ آنحضرت
صلعم نے جسوقت مکہ معظمہ سے ہجرت کی ہے ابو بکر صدیق کے گھر مین آئے
اور سامان روانگی درست کرنے لگے۔ گٹھری وغیرہ باندھنے کے لیے کوئی چیز نہ تھی
اسماء نے اپنا نطاق کھول کے دے دیا جسکو طولاً چیر کے دو پٹیان کر لی تھین
ایک سے تو مشکیزے کا دہانہ باندھا گیا اور دوسرے سے وہ پوٹلی باندھی گئی

جسمین کھانا تھا۔ آنحضرت نے اسماء کی ہمدردی سے خوش ہو کے فرمایا کہ
اللہ جلشانہ اس ایک کمربند کے عوض مین تمھین دو کمربند مرحمت فرمائے گا
اسلامی پبلک حضرت رسالت پناہ کے ہر جملے کو فورًا فخر کے ساتھ قبول
کرلیا کرتی تھی۔ بس اُسی وقت سے اسماء کا نام پڑ گیا "ذات النطاقین"۔

جناب اسماء کی والدہ کا نام قتیلہ تھا جو عبدالعُزّیٰ کی صاحبزادی تھین۔ جناب
ذات النطاقین کو سن تمیز پر پہونچنے کے بعد یہ فخر حاصل ہوا کہ زبیر بن عوام
کے ایسے جلیل القدر صحابی کی زوجہ ہوئین۔ حضرت زبیر عشرہ مبشرہ مین داخل ہین
عبداللہ بن زبیر جو اسلام کے مشہور ناموروں مین اور ایک عرصے تک مکہ معظمہ مین
خلافت کرتے رہے وہ انھین معصومہ کے بطن مطہر سے پیدا ہوے تھے۔ بلکہ
اُنکی پیدائش بھی اسلام کا ایک تاریخی واقعہ ہے۔ غریب و بیکس مسلمانون کا خانمان
خراب قافلہ جب آنحضرت کے شوق لقا مین مکہ چھوڑ کے مدینے پہونچا تو یہود کو
جو پہلے مدینے مین صاحب اثر تھے آنحضرت کے ساتھ عداوت پیدا ہوئی۔
اُسی عداوت کا ایک یہ بھی کرشمہ تھا کہ مشہور کردیا "ہم نے مسلمانون پر جادو کردیا
اب کسی مسلمان کے لڑکا نہ ہوگا"۔ خدا کی قدرت پہلے سال ہجرت مین جو پہلا
لڑکا اسلام مین پیدا ہوا وہ عبداللہ بن زبیر تھے انکی ولادت سے آنحضرت اور
کل جان نثاران جناب رسالت پناہ بہت خوش ہوے۔ بلکہ مسلمانون نے جوش
مسرت مین زور سے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔

خلافت راشدہ کے بعد معاویہ خلیفہ ہوے۔ اور جب معاویہ کا دور بھی زمانے سے
اُلٹا تو یزید کا ایسا ظالم شخص بادشاہ ہوا۔ یزید کے مظالم مسلمانون کا ہر بچہ
جانتا ہے۔ یزید کے بعد عبدالملک بن مروان نے تاج سلطنت اپنے سر پر رکھا اور اُنکے
مظالم حد سے گذرنے لگے تو اہل مکہ نے مجبور ہو کر مخالفت کی اور عبداللہ بن زبیر
جو پیشتر سے والی مکہ تھے اُنکو خلیفہ برحق قرار دیا۔ انھون نے نو برس تک اطراف
عرب مین حکومت کی۔ اور آخر دمشق سے انکے مقابلہ کے لیے وہ ظالم شخص بھیجا
گیا جسکا نام ظالمون کی فہرست مین سب سے زیادہ اُبھرا اور خونی حرفون مین
لکھا ہوا ہمیشہ نظر آئے گا۔ یعنی حجاج بن یوسف۔ حجاج نے مکہ معظمہ کا محاصرہ کیا

کوہ ابو قبیس اور دیگر بلندیون پر منجنیق لگا دیے گئے - اور خاص خانۂ خدا پر جی کھولکے نشانہ بازی کی گئی - عبد اللہ بن زبیر کے گرد اُنکے اعزہ و اقارب اور نیز اُن فوج مین سے کل بارہ ہزار سپاہی تھے اُن لوگون نے پہلے بڑے صبر و تحمل سے کام لیا - جب محاصرے کو سات مہینے گذر گئے اور لوگ بھوکون مرنے لگے تو سب نے مجبور ہو کے حجاج سے پناہ مانگی اور ابن زبیر کو چھوڑ کے چلے گئے - آہ! اُن کی بیکسی اس درجہ کو پہونچی کہ خود اُنکے دو نور نظر اور جگر گوشہ حمزہ اور حبیب اُنکا ساتھ چھوڑ کے چلے گئے - عبد اللہ بن زبیر ایسے نازک وقت مین کہ جب موت اور تباہی اُنھین آنکھون سے نظر آتی تھی نہایت حیران ہوئے - اور لوگ تھا جس سے کچھ مشورہ کرتے - جناب اسماء ذات النطاقین ابھی زندہ تھین - ابن زبیر اُنکی خدمت مین حاضر ہوئے اور عرض کیا "اماجان یارون نے میرا ساتھ چھوڑ دیا اور بے وفائی کی - اس سے زیادہ کیا ہوگا کہ خاص بیٹون مین سے بھی دو اس سخت امتحان کے موقع پر ثابت قدم نہ رہ سکے - یہ جو چند لوگ باقی ہین یہ بھی کب تک! چند ساعت مین ساتھ چھوڑ کے یہ بھی چلے جائین گے - اگر مین اطاعت قبول کر لون تو یقین ہے کہ حجاج اور اُسکے مصاحب کار میری درخواست کو رد نہ کرینگے آپ اس بارے مین کیا فرماتی ہین؟"

یہ سنکے اسماء نے کہا "بیٹا - اپنے واجبات اور اپنے فرائض کو تمھین خوب سمجھ سکتے ہو - اگر تمھارے دل مین کوئی تردد نہین ہے اور تمکو یقین ہو کہ تم حق پر ہو اور لوگون کو حق ہی کی جانب بلاتے ہو تو حجاج سے مقابلہ کرو اور خدا کی مقرر کی ہوئی تقدیر پر شاکر رہو - اور یقین جانو کہ خدا تمھین اور تمھارے دوستون کو شہادت کے بعد بہت کچھ جزائے خیر عطا کرے گا - واقعی اس صورت مین تم بنی اُمیہ سے نہ دبو اور اُنکی اطاعت کرو - اور اگر تمھاری غرض اس حکومت سے دنیا طلبی ہو تو تم خدا کے بہت بُرے بندے ہو - اسلیے کہ صرف اپنے نفس کی خواہش پوری کرنے کے لیے تمنے ہزارون بندگانِ خدا کا خون گرایا - ہان اگر تم یہ کہتے ہو کہ ہون تو مین حق پر مگر اب بوجہ اس ضعف کے سوا اطاعت جھکانے کے کسی طرح مفر نہین تو سُنو یہ جوانمردون کا کام نہین ہو - کب تک زندہ رہو گے - ایک دن مرنا ہی ہے - لہذا!

یہی مناسب ہے کہ آج ہی ناموری اور عزت کے ساتھ سفر آخرت کرو۔ ور دنیا کے زبونیون مین آکے ڈر نجاؤ"

ابن زبیر نے کہا "اماجان - مین ڈرتا ہون کہ اہل شام مجھے طرح طرح کے عذابون مین مبتلا کرینگے اور میری لاش کو سولی پر چڑھائین گے" اسکے جواب مین جناب ذات النطاقین نے نہایت صبر و تحمل سے کام لیکر کہا "بیٹا۔ جب بکری کو ذبح کر چکے اُسکے بعد اگر اُسکی کھال ہی کھینچ لین تو اُسے صدمہ نہین پہونچتا ہے خدا سے مدد اور اعانت کی دعا کرو - اور اپنے ارادے مین ثابت قدم رہو" یہ سنکے عبداللہ بن زبیر نے کہا "ای والدہ میری یہی نیت ہے اور الحمد للہ کہ مین ہمیشہ اسی ارادت پر قائم رہا - ابتدائے عمر سے آج تک مینے کبھی اس زندگی ناپائدار کے زبونیون مین آکے دنیا پسندی نہین اختیار کی مین خدا کو گواہ کر کے کہتا ہون کہ مینے بنی امیہ کی اگر مخالفت کی ہے تو صرف اس غرض سے کہ کہین ایسا نہو وہ لوگ اپنے جور و تشدد سے خدا کی حرام کی ہوئی باتون کو حلال اور حلال چیزون کو حرام کر دین - یا اس خوف سے کہ کہین ایسا نہو وہ لوگ خدا کی محبت کو خود بھی چھوڑ دین اور دوسرون سے بھی چھڑا دین - آپ نے میرے ارادے کو اور مضبوط کر دیا اور میری تائید کی آج مین ظالمون کے ہاتھ سے مارا جاؤنگا - آہ! کہین ایسا نہو کہ آپ کے دل کو میرے مرنے سے صدمہ پہونچے - اماجان آپ اپنا معاملہ خدا کے سپرد کر دیجیے اور یقین جانیے کہ آپ کا بیٹا کسی گناہ کا مرتکب نہین ہوا - بدکاری اور برائی کی راہ نہین چلا احکام الٰہی کے جاری کرنے مین اور انصاف بندی کے حقوق ثابت کرنے مین مینے کبھی کوتاہی نہین کی - آج تک مینے کسی سے عہد کیا اُس سے بے وفائی نہین کی - دیدہ و دانستہ کبھی کسی مسلمان یا معاہدی پر کسی قسم کا ظلم نہین جائز رکھا - اپنے عمال کو کبھی ظلم و ستم کی اجازت نہین دی اور ہمیشہ میرے نزدیک کوئی چیز خدا کی رضا سے زیادہ پسند نہ تھی - خداوندا اس وقت جو کچھ میری زبان سے نکلا - اپنے نفس کو بڑھانے اور غرور کے لیے یا اپنی تعریف کے طور پر نہ تھا - بلکہ اس سے صرف اسقدر مقصود تھا کہ مین ان الفاظ سے اپنی مادر مشفقہ کو دل کو تسلی دے سکون" یہ سنکے اسماء بولین "بیٹا انشاء اللہ تیرے معاملے مین

مین صبر سے کام لونگی - اگر میرے سامنے تم مغلوب ہوگئے دشمنون کے ہاتھ سے
مارے گئے تو مین صبر کرونگی اور خدا مجھے اس صبر کا اجر دیگا - اور اگر تم کو خدا نے
کامیاب کیا تو تمھین دیکھ کے مین اپنی آنکھین ٹھنڈی کرونگی - بس اب قدم بڑھاؤ
اور خدا کی راہ مین دل کو مضبوط کرکے نکلو" ابن زبیر نے پھر کہا "اماجان - اب
مین جاتا ہون - اسوقت مجھے آپ بے دعا کے نہ بھیجیے - میرے حق مین دعا فرمایئے"
اسما بولین "مین ہر وقت تمھارے لیے خداوند عالم کی درگاہ مین دعا کرتی رہونگی
اگر تمنے اسی اور دنیا طلبی اور حکومت کے شوق مین لڑائی کی تو تم نے ٹھیک
نیت خدا تعالی کی خوشی پوری کرنے کے لیے اسلحۂ جنگ ہاتھ مین لیے ہین -"
یہ کہکے اسما نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے - اور یہ کلمات اپنی زبان سے نکالے
"خداوندا عبداللہ کے دن کے روزہ دان اور اسکی رات کی عبادتون کے عوض مین
اور نیز ان تمام عبادتون کے عوض مین جو مجھ سے اور اسکے باپ سے ظہور مین آئین
اپنی رحمت کو تو اس کے شامل حال کردے - اپنے اس فرزند کو مین تیرے سپرد
کرتی ہون - اور تو نے جو کچھ اسکی قسمت مین لکھا ہے اسپر مین راضی ہون - بار الہا -
اس حال مین مجھے شکر کرنے والون اور صبر کرنے والون کا ثواب مرحمت کر" ابن
زبیر نے یہ کلمات سنتے ہی اپنی مان کے ہاتھون پر بوسہ دیا - اسما فرمانے لگین "تو
بیٹا اب تم مجھسے رخصت ہوتے ہو؟" عبداللہ نے کہا "جی ہان مین رخصت ہونے
ہی کی غرض سے حاضر ہوا ہون اسلیے کہ آج مجھے سفر آخرت کرنے کا کامل یقین ہے"
اسما نے فرمایا "دیکھو ہوشیاری سے میدان مین نکلنا - مگر اے بیٹا مین بھی تو تمھین
رخصت کردون" یہ کہکے فرزند کو گلے سے لگا لیا - اتفاقاً ذات النطاقین کا ہاتھ زرہ
پر پڑا - جسکو عبداللہ بن زبیر پہنے ہوے تھے - فرمانے لگین "عبداللہ جن لوگون کو شہادت
منظور ہو انکو جوشن و خفتان سے کیا کام" ابن زبیر کہنے لگے - "اماجان - مینے
صرف آپ کے دل کی تسلی و تسکین کے لیے یہ زرہ گلے مین ڈال لی تھی ورنہ حقیقت
مین مینے زندگی کی طمع مین اسے نہین پہنا" اسما بولین "عبداللہ جسے خدا پر بھروسا
ہے اس زرہ سے کیا ہو سکتا ہے" عبداللہ نے یہ سنکے زرہ اتار ڈالی - اسکے بعد آستینین
اوپر کین - دامن چڑھا کے کمر مین باندھ لیے اور میدان جنگ مین قدم رکھا - واہ! شوق

شہادت اسے کہتے ہین کہ جو رجز ان بزرگوار کی زبان پر جاری تہا اُسکا بہی یہی مطلب
تہا کہ جب مجھے اپنی موت کا وقت معلوم ہو جاتا ہی تو اسوقت مردانگی کے ساتھ
صبر کرتا ہون" بلکہ اُنکے یہ کلمات رجز سنکے اسمار نے فرمایا "انشاء اللہ تو ضرور اپنے دادا
کی ثابت قدم رہیگا کیون نہ ہو زبیر تیرے باپ ابو بکر صدیق تیرے نانا اور صفیہ
(آنحضرت صلعم کی پہوپہی) تیری دادی تہین"

الغرض ابن زبیر نے شیرون کی طرح حملہ کیا اور پہلے ہی حملے مین لشکر حجاج مین زلزلہ
ڈال دیا۔ کچھ دیر مقابلہ کر کے واپس سے اور بیت اللہ شریف مین جا کے خاص مقام
ابراہیم مین دو رکعت نماز پڑہی اور پہر میدان جنگ مین کود پڑے۔ اور اتنے
لڑتے شہید ہو گئے۔ ابن زبیر جسوقت شہید ہو کے گہوڑے پر سے گرے اُسوقت
تمام اہل شام نے زور سے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ عبداللہ بن عمر نے یہ سُنکے فرمایا "واہ
کیا شان الٰہی قدرت ہے ایک وہ دن تہا کہ ابن زبیر پیدا ہوئے تہے اور تمام مہاجرین
و انصار اور تمام جان نثاران رسول مختار نے تکبیر کی تہی اور ایک دن یہ
کہ ابن زبیر جسوقت بیجان ہو کے گرے اُسوقت ہمراہیان حجاج نے صدائے اللہ اکبر
بلند کی"

ابن زبیر جس روز شہید ہوئے ہین اُس روز جمادی الاخری کی سترہوین اور سہ شنبہ
کا روز تہا۔ اور ہجرت کا تہترواں سال تہا عبداللہ کی عمر بہتری برس کی تہی۔ حجاج
نے عبداللہ بن زبیر کا سر مبارک شام مین بہیجا اور اُنکے جسم کو مکہ معظمہ کے قبرستان مین
مصلوب کر کے لٹکا دیا۔ اسمار رضی اللہ عنہا نے ابن زبیر کی لاش مانگی کہ دفن کر دین
مگر جب تک دمشق سے منظوری نہ آئی اجازت نہین ملی۔ اس واقعہ کے بعد حجاج نے
اسمار کو بلا بہیجا مگر اسمار نے انکار کیا۔ حجاج نے دوسرا آدمی بہیجا۔ پہر اسمار کی طرف
سے انکار ہوا۔ آخر خود حجاج آیا اور جناب ذات النطاقین سے کہنے لگا "دیکہو مین نے عبداللہ
بن زبیر کے ساتھ جو سلوک کیا اُسمین تمنے مجھے کیسا پایا؟" جناب ذات النطاقین نے
جواب دیا "مین ایسا پایا کہ تو نے میرے بیٹے کی دنیا خراب کی اور اپنی عقبیٰ خراب کی
جناب رسالتماب صلعم نے فرمایا ہی۔ اَن فی ثقیف کذابا و مبیرا یعنی قبیلہ بنو ثقیف مین
ایک جہوٹا اور ایک ہلاک کرنے والا ہوگا۔ اور بیشک وہ ہلاک کرنے والا تو ہی ہے۔ جناب

ذات النطاقین نے اگرچہ اس امر مین بہت بڑے صبر و استقلال سے کام لیا دل کو جو صدمہ پہونچا تہا اُسکا کیا علاج تہا۔ ابن زبیر کی شہادت کے چند ہی روز بعد اُنہون نے بہی سفر آخرت کیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔

جناب اسماء ذات النطاقین کی زبان فیض ترجمان سے جو کلمات نکلے ہین جس صلاحیت اور بلند خیالی کو اُنہون نے ظاہر کیا اُس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اسماء کی ایسی عورتین اگر ڈہونڈہی جائین تو دنیا مین بہت کم ملینگی یہ کہنا بہی ٹہیک نہین کہ عرب کی عورتین فطرۃً بہادر اور جری ہوتی تہین اسلیے کہ عورت بہادر جری ہوگی اُسکی زبان سے ایسی متانت اور شائستگی ظاہر کرنے والے کلمات ہرگز نہ نکلین گے جبتک کہ وہ اعلیٰ درجے کی تعلیم یافتہ نہ ہو۔ حالانکہ اسماء اُس عہد کی عورتون مین ہین جس عہد کے مرد بہی تو ام امی خیال کیے جاتے تہے اور اکثر ناخواندہ تہے وہ عہد جو اسلام کا عہد وسطی ہے یعنی بنو عباس کے دور مین بے شک عورتین اس اس کمال کی گذری ہین کہ جس فن کی طرف اُنہون نے توجہ کی اُسکو کمال کو پہونچا دیا۔ اگرچہ حسب اصول اسلامیہ اُنہون نے اسلامی علوم ہی مین شہرت پائی مگر جیسا ہم بیان کر چکے کہ اسلامی ہی علوم کے ضمن مین اُنکو منطق و فلسفہ کی پوری لیاقت حاصل ہو جاتی تہی اگر ہمسے پوچہا گیا تو ہم تفصیلاً بہی بیان کرینگے کہ اُن عورتون نے کن کن فنون مین کمال پیدا کیا۔

ضرورت

کیا آپکو یہ پسند ہے کہ ہر مہینے کے دلگداز کی تہوڑی جگہ تقاضے کے کلمات سے خراب کی جائے ہمکو اپنے عنایت فرماؤن سے ایسی امید نہ تہی کہ وہ اس ذرا کام مین بہی یون سستی اور لاپروائی سے کام لین گے۔ آئندہ ہم امید کرتے ہین کہ ہماری درخواست قبول کیجائیگی۔ اور ہمارے کل احباب فوراً اپنے ذمے جو روپیہ باقی ہے اُسکو بوالیسی ڈاک ارسال فرماکے ہمین مشکور اور ممنون فرمائین گے۔

مہتمم۔ دلگداز

مہذب

کیا آپ نے مہذب کو نہیں دیکھا؟ ضرور دیکھیے۔ یہ اخبار ہندوستان کے سب اردو اخبارات سے زیادہ عمدگی اور خوبی کے ساتھ ہفتہ وار لکھنؤ دفتر دلگداز سے نکلتا ہے۔ آپ ایک پرچہ دیکھ لیا ہو پھر اسکی عمدگیاں آپ کے۔ لیڈر، ریویو، اقتباس، ترقی قدیم ناموروں میں سے کسی نہ کسی کی دلچسپ سوانح عمری ہر پرچے میں لازمی طور پر ہوتی ہے۔ اور اسکی خوبیوں کو وہی خوب سمجھ سکتا ہے جسنے دیکھ لیا ہو۔ قیمت مع محصول ڈاک سالانہ سے ر۔ نمونے کے لیے ۲/۔ آنہ۔ ششماہی اور سہ ماہی قیمت نہ لیجائے گی۔

محمد عبد الحلیم شرر۔ مہتمم دلگداز
لکھنؤ۔ جھوائی ٹولہ۔

دلگداز

نمبر ۹ - بابت ماہ ستمبر ۱۸۹۵ء

مرتبہ

خادم قوم محمد عبد الحلیم شرر مہتمم دلگداز

دلگداز پریس مین چھپکر

لکھنؤ جھوائی ٹولہ سے شائع ہوا

آواز کب تک تغیر پسند خیال کو بھلی معلوم ہو۔ ایک اور آواز آئی۔ بے شک یہ آواز کچھ بھلی معلوم ہوتی ہے۔ اسلیے کہ اسپر ایک غربت طاری ہے۔ دیکھو وہ غریب اُلو کچھ کہ رہا ہے۔ اسکی آواز سے معلوم ہوتا ہے کہ حسرت نصیبون کا مونس ہے۔ لوگ چاہین نہ مانین مگر اسکو حسرت زدہ لوگون سے ضرور ہمدردی ہے غریب نے بڑا احسان کیا کہ اپنے اُس نشیمن کو چھوڑ کے جو خدا جانے کس ویرانے مین ہوگا ہماری دلدہی کے لیے آیا ہے۔ اور گویا زبان حال سے کہ رہا ہے۔ "مصیبت زدہ نہ گھبرائین مین اُنکی غمخواری کو موجود ہون"۔ مگر نہین معلوم کن ظالمون اور بیکسون کو ناگوار گذرا کہ غریب کو تالیان بجا بجا کے اُڑا دیا۔

اب کیا ہوا ایک غمخوار تھا وہ بھی گیا۔ اچھا آؤ اُس جلیس کی طرف متوجہ ہون جس سے اچھا ہمدرد شب تنہائی مین مل ہی نہین سکتا۔ بے شک شب تاریک مین اگر کچھ کام نکلسکتا ہے تو شمع سے۔ بیکسون کی اُلجھن اور گھبراہٹ پر اس غریب کا دل بہت دُکھتا ہے بلکہ سچ پوچھیے تو اسی غم مین وہ گھلی جاتی ہے۔ دیر تک یہ بھی عالم رہا کہ ہم شمع کی صورت دیکھتے ہین۔ اور شمع ہماری صورت دیکھتی ہے۔ مگر یہ ایک ایسا حسرتمندانہ مشاہدہ ہے کہ طبیعت پر اور زیادہ اضطراب طاری ہو جاتا ہے۔ یہ کچھ نہ کہنا اور خاموش بیٹھا رہنا کب تک؟ اگرچہ شمع کو اگلی بہت سی حسرتناک داستانین یاد ہین شاعرون نے اسی کی زبان سے مشکلے اپنے کلام مین کتنے جذبات پیدا کر لیے۔ مگر یہ ایسی بیزبانی اور بے بسی کی زبان سے سناتی ہے کہ دل بھر بھر آتا ہے۔ اور شب تنہائی مین اس کی طرف توجہ کرنے والون کے کلیجے مین بیٹھے ہی بیٹھے اور اسکی صورت دیکھتے ہی دیکھتے ناسور پڑ جاتا ہے۔ آہ! اس شمع سے پوچھو کہ اسکی سراپا یاس آنکھون کے سامنے تنہائی کی سیاہ راتون مین حسرت نصیبون پر کیا گذر جایا کی ہے۔ الغرض شمع شب تار مین دل تو بہلاتی ہے مگر اسکا دل بہلانا اس قسم کا ہے کہ وہ اُلجھن جو ہر چہار طرف کی تاریکی کے پیدا ہوتی تھی ایک اور پہلو سے بڑھتے بڑھتے جنون کے درجہ کو پہونچ جاتی ہے۔ آہ اس جنون نے کہین کا نہ رکھا دل اختیار سے باہر ہوگیا۔ اُس غربت کدے کو جسمین شمع یاس والم کی صورت بنی کہا رہی تھی چھوڑ کے کسی ایسی چیز کی جستجو مین باہر نکلے جسے دیکھ کے از خود رفتہ دل کو بہلا بہلا کے اختیار مین لائین۔ شہر کی بڑی بڑی

شہر کون پر گذر ہوا جنپر دن کو آدمیون کی کثرت سے ہر گھڑی ایک چہل پہل رہا کرتی تھی - وہی سڑکین اس وقت سنسان پڑی ہوئی ہین - آسمان دیکھنے کے قابل ہی - چاند نہین ہے اسکی روشنی سے امید دہلے - تارے جو عالم علوی کے چھوٹے چھوٹے چراغ ہین انکو اس تیز ہوا نے ابھی ابھی گل کر دیا جو بادلے کے ٹکڑون کو ادہر ادہر سے بھگاتی ہوئی لائی ہے اور نورانی اجرام فلکی کے چہرون پر پھیلا دیا ہے - آہ اس موقع پر ہماری مینوسپلٹی ہی ظالم ثابت ہوئی جسنے روشنی کا انتظام چھوٹی چھوٹی اور تنگ گلیون مین تو تھوڑا بہت کر دیا مگر بڑی بڑی سڑکین جنپر خلقت زیادہ گذرتی ہے وہان ہر طرف اندھیرا پڑا ہوا ہے - ہمارا سا جنون اور کس کے سر پیدا ہوا ہے جو اس تنہائی اور سناٹے کے وقت ایسی تیرگی مین وحشت ہو کے نکل کھڑا ہو - ہمارے آرام پسند اور راحت طلب دوستون کو ایسے وقت ایسی تاریکی کے مقام مین گذرنے کا کم اتفاق ہوا ہوگا - اور جو لوگ گذرے ہونگے انہون نے اپنی گھبراہٹ اور اضطراب کے خیال مین اس عالم کے اصلی چہرے پر کم نظر ڈالی ہوگی - لو سنو ہم بتائے دیتے ہین -

اندھیرا آسمان سے جھکتا ہوا آیا جسکے دامن مین زمین کی ہر کیفیت پوشیدہ ہو گئی ہے بد نصیب بدکارون کو موقع ملا کہ اسی پوشیدگی اور تنہائی کے دامن مین چھپے ہوے مکین اور دنیا کی عام خلقت سے چھپا کے روسیاہی حاصل کرین - میخانے نے ان مدہوشون کو دروازے سے نکال دیا جنہین مینوسپلٹی کے احکام کے خلاف اپنے پرائیوٹ کمرون مین بٹھا بٹھا کے پلائی تھی - اور جو اب ہوا کی رفتار کے ساتھ جھونکے لیتے ہوے اور سڑک کے ادہر ادہر گرتے پڑتے خانمان برباد بیچارون کی وضع سے مارے مارے پھرتے ہین - کمرون کے دروازے بند ہین - ان ان کمرون سے اس روشنی کی شعاعین جلمن مین چھن چھنکے باہر آ رہی ہین جو وہان سیاہ کاریون مین مدد دے رہی ہو - بعض دکانون کے دروازون پر دکاندار یا ایسے لوگ جنکو دنیا نے بے خانمان بنا دیا ہے لیٹے خراٹے لے رہے ہین اور اس بے فکری اور بے تکلفی کا لطف یاد دلا رہے ہین جسپر اکثر دولتمندون اور پر تکلف زندگی والون کو حسد آیا ہوگا - انکے سانس لینے کی آواز رات کی خموشی مین ایک جان ڈال رہی ہے اور بتاتی ہو کہ دنیا کو اس ظاہری صورت پر دیکھکے مخلوق

سے خالی نہ خیال کر لینا چاہیے - ہان دور دور پر کانسٹبلون کی ... جو لوگون کی نیند حرام کرنے کے لیے چلائے جاتے ہین مگر اُن کی صورت کسی مقام پر نظر نہین آتی - بلکہ ایسا گمان ہوتا ہے کہ اس تاریکی مین وہ بھی اپنے فرض منصبی کو بھول گئے اور کسی مخصوص مقام پر بیٹھ کے شور کر رہے ہین تاکہ اُن کا وہ افسر جو ابھی سیٹی بجاتا ہوا ادھر سے گذرا تھا دھوکے مین آ کے سمجھ لے کہ اسکے ماتحت نہایت ہوشیاری سے اپنی خدمت کو انجام دے رہے ہین بے شک تاریکی نے لوگون کو بہت سے ناجائز موقع دیدیے وہ ضمیر پولیس جسنے اپنی وردی اور اپنے عہدے کا دباؤ ڈالکے کسی سیہ کار خانگی کے دل پر قابو پالیا تھا گذشتہ شام لے کے سیٹی بجاتا ہوا اسٹیشن سے نکلا اور اُس سیاہکاری کے گھر مین ... جسکی وجہ سے رعایا پر عموماً ادبار طاری ہو رہا ہوتا جاتا ہے کانسٹبل جو تاجرون کو نہایت لالچ کی نگاہ سے دیکھتا ہی اور دن کو بازارون مین مفت سودا ... تھا اور بے کرایہ یکون پر سوار ہوا کرتا تھا اسوقت وہ چورون کی اعانت کر رہا ہو تا رہا ہے کہ کیونکر وہ گھرون مین سیند دے دیکر لوگون کا مال غائب کرین اور پولیس والون سے بچکر نکلجائین -

جتنی ناجائز اور قانون ملک کے خلاف کوششین کیجاتی ہین اُنکے لیے لوگون کو اس سے زیادہ مناسب کوئی وقت نہ ملا ہوگا - وہ غضبناک شخص جسکے سر پر خون سوار تھا اُسنے کسی دشمن کے قتل کے لیے عمدہ موقع پایا ہی اس اندھیرے مین اسنے اپنی چھری تیز کی ہی اور اُس بدنصیب کے سرہانے پہونچا ہی جسے قتل کرنا چاہتا ہے قانون کے خوف سے اس بھیانک اور وحشت ناک تاریکی مین اُسے بار بار اپنی موت بھی نظر آجاتی ہے مگر دل کے اشتعال انگیز جوش سے اُن سب خیالی صورتون کو جو اُسے ڈرا رہی ہین سامنے سے ہٹا کر چھری ہاتھ مین لیتا ہی اور ایک موت کا فیصلہ کر دینے والا کاری حملہ کرکے مظلوم کا کام تمام کر دیتا ہے - جان دینے والے کا آخری مضطربانہ شور اور محلہ والون کو جگا دیتا ہے جو ایک ہنگامہ کرتے ہوئے اُٹھتے ہین اور تاریک و خاموش سین کو ہیبت ناک اور رعب انگیز غوغا سے بھر دیتے ہین - آہ! تنہائی او تاریکی مین گھبرا کے گھر سے نکل کھڑا ہونے والا سمجھا تھا کہ ان آوازون مین شائد کسی قسم کی

دہشتگی ہوگئی تہا پاس جاکے دیکہتا ہے تو اور بہی حواس ہو کے اس شور وہنگامہ سے قریب جاکے واپس آتا ہے کہ ان لوگون کے پاس جانے سے تو وہ تنہائی ہی کا مقام اچہا تہا - مگر اس تردد اور اضطراب مین دیکہتا ہے کہ قاتل اپنے خون کے چہیٹرون کو چہیٹتے ہوے بہاگتا چلا جاتا ہے جسکو اہل پولیس اپنا فرض پورا کرنے کے لیے نہین حکام کی نظر مین سرخروئی حاصل کرنے کے لیے جان پر کہیلکے گرفتار کر رہے ہین -

اب حیران نصیب شب تار کا ستایا ہوا اس وحشت کے مقام سے بہاگ کے کہڑا ہوتا ہے اور کسی گلی مین جاکے دم لیتا ہے جہان مینو پلٹی کی عنایت سے ایک لالٹین روشن ہے اور اسی قدر محدود حصہ دنیا سے جہان تک اس لیمپ کی روشنی پہونچتی ہے ایک انس وطمینان کی بو آرہی ہے - یہ الجہن جسنے اسے اتنی رات تک ستا رکہا تہا اسے وقت کی طرف مصروف کرتی ہے - وہ چارون طرف کان لگاکے سنتا ہے کہ شاید کسی اتفاق سے کہین کی آواز آجاے - لیکن اس امید مین ناکامی ہوتی ہے اور وہ آسمان کو سر اٹہاکے دیکہتا ہے - یہان چونکہ دنیا روشن نظر آئی تہی لہذا تقدیر نے بہی اتنی ہمدردی کی کہ آسمان بہی کہلا نظر آیا - مشہور ہے کہ ہجران نصیب جنکی وحشت مزاجی دنیا کے تمام دہشت زدہ لوگون کے مقابل مین بڑہی ہوتی ہے ان خوبصورت اور پیارے پیارے تارون کی خوشنمائی مین دل نہ بہی بہلے تو انکو گن ہی گن کے رات بسر کیا کرتے ہین ہمارے تنہائی اور ظلمت کے ستائے ہوے کو یہ اچہا مشغلہ ہاتھ آیا - اسنے بہی اپنے تمام خیالات تارون ہی کی طرف متوجہ کر دیے - کہڑے ہونے کو تو دنیا مین کہڑا ہے مگر اپنے خیالات کے لحاظ سے یہ اصل مین آسمان پر ہے خیال کی راہ سے پہونچکر اسنے آسمان کو کس حالت مین پایا؟ یہ ایک ایسا سوال ہے جسکا جواب ہم اسوقت نقشے آسمان کا سین دکہاکے دینگے -

کہکشان سر پر سے ہٹ کے افق مغرب کے قریب پہونچی - نسر طائر اور نسر واقع دونون اپنے مغربی آشیانے کے پاس ہین - قریب صبح کے نورانی نئے تارون نے افق شرق سے سر نکالا - اور ان کی نئی جاگتے والی آنکہین خواب آلود دنیا کو نہایت تیز اور تیز نظرون سے دیکہہ رہی ہین - سڑکون اور گلیون کا سناٹا اس حالت کے مقابل مین جو آسمان کی

پیشتر تھی اب بہت زیادہ ترقی کر گیا ہے - کسی طرف سے کوئی آواز نہین آتی - کتون کی آوازین جو پہلے ہر چہار طرف سے اکثر آجایا کرتی تھین اب اُنکا کہین نام نہین - یہ قدرتی اور فطادار محافظ رات بھر چلّاتے چلّاتے اس وقت تھک کے سو گئے - زاہد گوشہ نشین جو مسجدون اور خانقاہون مین ضربین لگا رہا تھا اس وقت اُسکی بھی آنکھہ لگ گئی - بلکہ جان بوجھکے سو رہا ہے کہ بقاے زندگی و صحت کے لیے نیچر کی نقصان ضرور تون کو تھوڑا بہت پورا کر لے - پچھلے کے نکلنے والے چور اس وقت اپنی سکوت اور سہولت کی کارروائیون کے موقع ڈھونڈھنے نکلے ہین - مگر وہ اس پوشیدگی اور ہوشیاری سے شہر کے گشت حصہ طے کر رہے ہین کہ اگر اس آفت زدہ کے قریب پہونچ گئے ہونگے تو بھی اُسکو نہ معلوم ہوا ہوگا کہ کون قریب آکے نکل گیا - وہ کانسٹبل جو انہین لوگون کی روک تھام کے لیے سڑکون اور گلیون مین آوازین لگاتا پھرتا تھا اس سے پیشتر تو خود چورون کی اعانت مین مشغول تھا مگر اب نفس پرستی کا جوش ایسا غالب ہوا کہ دنیاوی ناجائز طمع کو بھی بھول گیا اور کسی آرام کے موقع پر پڑا خراٹے لے رہا ہے -

ہمارا دوست جسے روشنی نے اس گلی مین کسی قدر تسکین دی دنیاوی چیزون پر ایک وحشت ناک خموشی کا نمایان اثر دیکھ کے پھر آنکھ اُٹھاتا ہے اور گھبرا کے آسمان کی طرف دیکھتا ہے جس سے وقت کا اندازہ ہوا کرتا ہے اور نمود سحر کے آثار ظاہر ہو جاتے ہین یہ تارے رات بھر تو مہمان تھے اور اس وقت اپنے آپ کو زمانے کی محفل مین ایک ناظم دوست خیال کرنے لگے تھے - لہذا اُن کی صورت مین بھی ایک تغیر پیدا ہو گیا تھا - یہ تغیر اُس سراپا وحشت شخص کو بہت بھلا معلوم ہوا - اُس نے تارون کو نہایت ذوق و شوق کی نگاہ سے دیکھا - اُن آنکھون کو ذرا تسلی ہوئی جو رات بھر زمانے کے ہر سین کو نیاکی کیفیت اور ایک ٹھہری ہوئی حالت پہ دیکھتی رہی تھین - یہ پرانا خیال ہے کہ وہ لوگ جن کے دل کو اُلجھن ہوتی ہے اور جو اضطراب کے ستائے ہوے ہوتے ہین اُن کو اجرام فلکی کی رفتار اور وضع دیکھنے مین بڑی دلچسپی ہوتی ہے - اس سے زیادہ کیا ہوگا کہ عشاق نہین پر خیال یار جا کے سحر کر لیا کرتے ہین - اس امر سے یہ تعلق کا ستایا ہوا کیونکر بچ سکتا تھا - اُس نے تارون کو ایک نورانی اور ... روشن حالت مین پا کے آنکھون ہی آنکھون گننا شروع کیا - اس اختر شماری نے پچھلی رات کا زیادہ حصہ

نیچے ہی کام مین صرف کرالیا - اور وہ وقت آگیا کہ تارون کی روشنی سے ایک پھیکا پن آشکار ہونے لگا - یہ پھیکا پن بالکل حسن دو روزہ کے آخری عہد کا نمونہ تھا جس نے دلفریبی جس قدر پھیلایا اُسی قدر ایک حسرت بھی خیالات مین پیدا کی - مگر اُس شخص نے ان باتون کا ذرا خیال نہ کیا - اور اُسی کام مین سرگرمی سے مشغول رہا جس مین اضطراب دل نے لگا دیا تھا - لیکن کہان تک ہوتا - دل پر صبح کی خفیف مایوسی غالب ہوئی - اور ایک ایک دو دو کر کے اس کی آنکھ بچا بچا کے نظر سے غائب ہونے لگے - کچھ دیر تک تو اُسکی آنکھین ایک عجب تاک جھانک کی ادائون سے تارون کے ساتھ کھیل کھیلتی رہین لیکن آخر مجبور ہو کے اُس نے آنکھین جھکا لین اور سوچنے لگا کہ اب کیا کرے - زمانے کا رنگ دیکھا تو بدل گیا تھا - اور ایک سہانی روشنی دنیا کی ہر چیز کو ایک سہی مٹی و فتح دکھانے لگی تھی - ایسے وقت مین اُس کے دل نے چاہا کہ چلو اب اُن کشادہ سڑکون کی صبح دیکھین جن پر پہلے تاریکی کا پردہ پڑا تھا - ایسے اوقات کھلی فضا مین بسر کرنا چاہیے - جہان صبح ہو جانے سے اب نسیم کے خنک جھونکے بھی آنے لگے ہون گے لیل و نہار کے تغیر نے نہایت ہی عمدہ دلچسپی پیدا کر رکھی ہوگی -

کشادہ سڑکون کا مجموعی سین بتا رہا ہے کہ اب اُس مین ایک حرکت پیدا ہو گئی - دیہات نہین جہان اس وقت کسان ہل کندھون پر رکھ رکھ کے بیلون کی جوڑیان ہنکاتے ہوئے کھیتون کی طرف جاتے نظر آتین - نہ سول لائن کا قرب ہے کہ یورپین مرد و عورتین صبح کی ہوا سے تر و تازگی حاصل کرنے کے لیے گاڑیون اور بگھیون سے نکل نکل کے کشادہ سڑکون اور سبزہ زارون کی ہوا کھاتی پھرتی ہون - یہ وسط شہر کا ایک درمیانی حصہ ہے - اور شہر بھی کون لکھنو - جہان کے اُمرا اس وقت تک غافل پڑے سوتے ہونگے - اور جہان کی متوسط سوسائٹی کے لوگون کو اس زمانہ تک شہر کی خوبیون کی طرف متوجہ ہونا کیسا خود اپنے مارل کیرکٹر پر غور کرنے کی نوبت نہین آئی - اس ابتدائی وقت مین جبکہ کنٹونمنٹ سے صبح کی توپ کی آواز آیا کرتی ہے اُن لوگون مین سے کسی کے بیدار ہونے کی کیا اُمید ہو سکتی ہے - ہان اگر کوئی آنے جانے والا ہو سکتا ہے تو وہ ہندو عورتین جو اسوقت خفیف تاریکی مین تنگ و تار گلیون سے نکلتی ہین اور کشادہ سڑکون سے گزر کے دریا کا راستہ لیتی ہین جو نیچر کی

اُسے قدرتی منظر مین جان ڈالنے والی چیزون کے دیکھنے کی ضرورت تھی۔ اور اِس کے بعد اُسنے اپنا خیال اور طرف پھیر لیا۔ اور باغ قدرت کی باقی ماندہ دلچسپیون کو دیکھنے لگا۔

عمارتین صاف صاف نظر آنے لگی ہین۔ دروازے جو اس سے پیشتر رات کی خموشی مین بند پڑے رہے تھے بعض بعض کھلنے لگے ہین۔ مگر ابھی وہ صورت نظر آئی ہے جو کسی کے ملگجے لباس کی ہو۔ اس لیے کہ جھاڑو دینے کی ضرورت ہے۔ جو لوگ خوش نصیبی سے تڑکے ہی اُٹھ بیٹھے ہین اُن کے چہرون پر شب کا خمار باقی ہے۔ ابھی ابھی پلنگ پر سے اُٹھے ہین۔ مونھ دھونے کی ہنوز نوبت نہین آئی۔ آنکھین گو کہ کھلی ہین مگر یہ تھوڑی روشنی بھی اُنھین شاید ناگوار گذرتی ہے کہ خود بخود بند ہوئی جاتی ہین۔ صبح کی دلچسپیون سے لطف اُٹھانے کے لیے گھرون کے دروازون کے پاس آ بیٹھے ہین۔ حقہ پیتے جاتے ہین اور ہوائے سحر کی خنکی کا مزہ لیتے جاتے ہین۔

وقت نے اُن سب لوگون کو اُٹھا کے بٹھا دیا جو معمولاً صبح خیزی کے عادی ہین۔ اگرچہ ابھی ساری مخلوق نہین جاگی۔ مگر جتنے لوگون نے خواب کی چادر کو چاک کیا ہے صرف اُنھین لوگون نے مل کے کچھ ایسا ہنگامہ بپا کر دیا کہ اُس قدیمی خموشی کا جاتا رہنا درکنار اُن کے شور غل کو بھی اِسوقت کے ہنگامے نے مات کر دیا۔ ہر مسجد سے صدائے اذان اور ہر مندر سے صدائے ناقوس بلند ہے گھڑیالی کے گجر کا سلسلہ وہ برہمن کسی طرح موقوف ہی نہین ہونے دیتے جنھون نے مقدس آریہ بھاورون کی مورتون کے سامنے جوش عقیدت مین گھڑیال بجانا شروع کیے ہین۔ اُدھر اُن کے ساتھ ہی ساتھ صبح خیز مرغان سحر نے جاگ جاگ کے آواز لگانا شروع کی ہے۔

ہمارے وہ دوست جو تنہائی کی اُلجھن مین کسی جاندار مخلوق کی آواز سُننے کو نکلے تھے۔ اُن کو اس ہنگامے نے ایسا پریشان کیا کہ اب اُن کا دل کسی ایسے مقام کو ڈھونڈھنے لگا جہان کسی قسم کی آواز نہ آتی ہو۔ فرض بھی ادا کرنے کے لیے ایک مسجد مین جاکے اُنھون نے جماعت سے نماز فجر تو

ادا کرلی مگر اس کے بعد پھر اُن سے سوا اس کے اور کچھہ نہ بنا کہ گھر مین واپس آکے اپنے دنیاوی کاروبار مین مشغول ہو گئے۔

فلسفہ تصوف اور اسلام

اگرچہ دنیا اپنی رفتار ترقی مین سابق کے بہ نسبت بہت آگے نکل آئی مگر اس وقت تک اس امر کا پتہ نہ لگا کہ انسان کی کمالی حالت کا منتہی کس مقام پر ہے۔ مختلف فلسفیون کے قائم کیے ہوے اصول پر ایک سرسری نگاہ ڈالنے کے بعد مختلف مذاہب کے اصول کا اندازہ کیجیے تو طبیعت ایک مخمصہ مین پڑجاتی ہے۔ شاید اسی لیے بانیان مذہب کی طرف سے یہ حکم دیا گیا ہوگا کہ اُن عقلی نازک مباحث سے کم تعلق رکھنا چاہیے جو انسان کے خیالات پر کوئی نہ کوئی جدید اثر ڈال دیا کرتے ہین۔ اگرچہ ایک تقلیدی طرز پر اس عہد سے پیشتر کے علما بھی فلسفیانہ مباحث پر نظر ڈالا کرتے تھے مگر تعلیم کے لیے جو طریقہ منسرنی یورپین سررشتہ تعلیم نے ایجاد کیا ہے اُس کا یہ لازمی اور حکمی اثر ہے کہ انسان اپنے عالم خیال مین بالکل آزاد ہو کے مذہب اور فلسفہ پر غائر نظر ڈالتا ہے اور دونون کے درمیان مین ایک عمدہ فیصلہ کرنے والا بن جاتا ہے۔ اسی کا اثر ہے کہ بہ نسبت عربی تعلیم کے انگریزی تعلیم نے زیادہ دہریے پیدا کیے۔ عربی کورس مین فلسفہ و منطق کی کتابین انگریزی سے زیادہ ہین مگر پھر بھی اُس سے طبیعت پر اتنا اثر نہین پڑتا یہ ہم نہین کہتے کہ عربی تعلیم سے کوئی دہریہ نہین ہوا۔ نہین ضرور ہوئے۔ مگر یہ اندھیر نہین ہوگیا کہ ایک سرے سے گویا دنیا مین مذہب کی واجبی اور ضروری حکومت اُٹھتی جاتی ہے۔

اگرچہ ہم مذہب کے احکام کو اعتقاداً ضرور مانتے ہین مگر ہم نے فلسفہ کی طرف سے آنکھین بند بھی نہین کرلی ہین۔ ہم خود بھی پسند کرتے ہین کہ فلسفیانہ اصول کا مذہب سے مقابلہ کیا جائے۔ لیکن مذہب کی طرف توجہ کرنے سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ خود فلسفہ کے دو مختلف اور متضاد فریقون کا جھگڑا چکا دیا جائے اس لیے کہ جب تک اُن دونون کے مباحث طے نہ کر دیے جائین فلسفہ مین اتنی صلاحیت ہی نہین ہو سکتی کہ وہ مذہب کے مقابل مین لاکے قائم کیا جائے۔ متقدمین سے متاخرین تک اہل فلسفہ

گئے دو گروہ رہے۔ ایک وہ لوگ جو نظام عالم کو معقولی استدلالات کے ساتھ وابستہ کیتے ہیں۔ دوسرے وہ جو نتائج عقلی کو چھوڑ کے صرف روحانیات کی طرف جھکتے ہیں۔ پہلون کو عربی فلسفہ کی اصطلاح مین مشائین کا خطاب دیا گیا ہے اور پچھلے اشراقیین کہلاتے ہین۔ یا یون کہا جاسے کہ فلسفۂ مادی اور تصوف۔ اور جس سے اسلام مین آکے دو اصول دینی پیدا کر دیے۔ شریعت اور طریقت۔

بے شک اس امر کا تصفیہ ہو جانا ضروری ہے کہ آیا مشائین کی پیروی کی جاسے یا اشراقیین کی۔ پہلے فرقہ والے تو خیر اس قابل ہین کہ اُن کے اصول سے کچھ بحث کی جاسے۔ اس لیے کہ وہ استدلال کے عمدہ طریقون سے کام لے کے کسی ایسے شخص کے سمجھا دینے کی کوشش کرتے ہین جو سمجھنا چاہتا ہو۔ مگر اشراقیین یا صوفیہ نے ایسا طریقہ اختیار کیا ہے کہ جب تک سالہا سال کوشش کر کے اُن کے اشراق نوری اور مکاشفات سے اطلاع نہ حاصل کیجیے اُس وقت تک ممکن نہین کہ آپ سمجھ سکیے یا وہ سمجھا سکین۔ جن لوگون نے اتنی ہی بات پر صوفیہ کے دعوون کو باطل قرار دیدیا اس مین کوئی شک نہین کہ اُنھون نے غلطی کی۔ اس لیے کہ مادیین اور صوفیہ کے دعوے ہی بتا رہے ہین کہ پہلون کا اصول قال ہے اور پچھلون کا مدار صرف حال ہے۔ تصوف کیا چیز ہے؟ جن لوگون نے یہ سمجھ رکھا ہو کہ صوفیہ کی بڑی بڑی مشہور کتابون مین جو کچھ لکھا ہوا ہے وہی تصوف ہے تو اصل یہ ہے کہ وہ ایک عظیم الشان غلطی مین مبتلا ہین۔ تصوف صرف اُن آثار کا نام ہے جو اہل کار صوفیہ کی بتائی ہوئی ریاضتون سے دل پر پڑ جاتے ہین۔ جنھین وجدانیات کہنا چاہیے کہ انسان اُن سے لطف یا بدمزگی حاصل کر لیتا ہے مگر زبان سے نہین ادا کر سکتا کہ اصل مین کیا چیز ہین۔ جیسے نور اور سرور کہ ان کی کیفیت کسی سے پوچھیے تو بیان نہین کر سکتا مگر بان دل ہی دل مین لطف اُٹھاتا ہے۔ لہذا جب تک کوئی اُن کیفیتون سے نہ واقف ہوا ہو جو تصوف کی عملی ریاضتون سے دل مین پیدا ہوتی ہین ہرگز اس قابل نہین ہو سکتا کہ اہل مادہ کے ظاہری استدلالات کو سن کے اُنھین یک طرفہ ڈگری دیدے۔ ہم زمانے مین اکثر لوگون کو اس غلطی مین مبتلا پاتے ہین۔

آج کل ایک ہمارا سا شخص اگر اوپر کی سطح سے دیکھیے تو معلوم ہوتا ہے کہ تصوف کا مدار مجرد

خیالات پر ہے اور اُس کے مقابل مین دوسرا فلسفہ خیالات ہی کا پابند نہین ہے۔ لیکن یہ بحث بھی چل سکتی ہے تو ایک اور امر کا فیصلہ کر لینے کے بعد۔ اس لیے کہ وہ فلسفہ جو تصوف کے مقابل مین ہے اُس مین بھی بہت بڑے بڑے تغیرات ہو گئے۔ ایک قدیم اور اگلے زمانہ کا فلسفہ تھا جس کی ترتیب و نظام مین زیادہ دخل ارسطو کو تھا۔ اور دوسرا جدید مغربی فلسفہ ہے جسکے اصول کو لارڈ بیکن وغیرہ متاخرین حکماے یورپ نے قائم کیا ہے۔ پہلا یونانی فلسفہ جس کا زیادہ نہین کل حصہ عربی مین موجود ہے بلکہ اسلامی علما نے جسکو اُسکی یونانی حالت کے مقابلہ مین بہت کچھ ترقی دلا دی اُس کا مبنا بھی صرف خیالات ہی پر تھا۔ تصوف سے اگر فرق تھا تو اس قدر کہ مقلدین ارسطو عقل کے عام محاکمات پر مسائل کی بنا قائم کرتے تھے۔ اور ہر طالب علم کو اُس کی عقل کے موافق تمام اصول حکمت پر اطمینان دلا دیا کرتے تھے۔ بخلاف اس کے اہل تصوف ریاضات کے ذریعون سے اپنے خیالات پر خلوت مین بیٹھے بیٹھے غور کرتے تھے اور ان حالت جو کیفیتین اُن کے دل پر طاری ہوا کرتی تھین اُن پر اپنے فلسفہ کی جو اُن کا مذہب تھا بنا قائم کرتے تھے۔ لیکن اس پچھلے عہد مین صوفیہ تو اپنی اُسی حالت اور انھین اصول پر قائم ہین۔ مگر اہل مادہ جنھون نے پہلے ارسطو کے فلسفہ کو ترمیم و تنسیخ کر کے نئے اصول پر قائم کر لیا ہے وہ گذشتہ اور موجودہ عربی مقلدین ارسطو کی طرح صرف زبانی حجت بازی کے پابند نہین ہین بلکہ اُنھون نے دُنیا کے فنون پیشون اور تمام عملی مسائل کو بحث کے اپنا بنا لیا ہے۔ وہ عقلی طور پر بحث کرتے ہین۔ مگر اُن کے مباحث کا موضوع صرف خیال نہین رہتا بلکہ دنیا پر اس حیثیت سے نظر ڈالتے ہین کہ اُس کی ہر چیز سے کون سا عملی مسئلہ نکل سکتا ہے۔ اور کون بات پیدا ہو سکتی ہے جو دنیا کے لیے کارآمد ہو۔ یہ کلین اور یہ تمام آلات اُسی قدیم عہد ہی مین پیدا ہو کے مروج ہو جاتے مگر نہ ہوئے اسکی وجہ یہ تھی کہ اُن اگلے فلسفیون نے اشراقیین کو تو خیر آج تک بحث نہین مقلدین ارسطو نے بھی اپنے خیالات کو اس جانب متوجہ ہی نہین کیا۔ اِن دنون اکثر لوگ ڈھونڈھتے پھرتے ہین کہ اپنے گذشتہ لوگون کی کوئی عملی کارستانی نکال کے زمانہ کے سامنے پیش کر کے سرخرو ہون۔ مگر ہم بتائے دیتے ہین کہ اُن کی یہ جستجو بالکل بیکار ثابت ہوگی۔ اور اگر کوشش کر کے وہ کوئی ایسی بات نکال کے پیش بھی

دین گے تو یہ خوب جان لینا چاہیے کہ اُسکی ایجاد بہ حیثیت فلسفہ ہرگز نہ ہوئی ہوگی۔ بلکہ بحیثیت پیشہ یا تجارت کے کسی کاریگر کا ذہن لڑگیا ہوگا اور اُس نے کوئی ایسی چیز تیار کردی ہوگی۔۔۔ اُس زمانے مین اس طرف کسی فلسفی کا خیال متوجہ ہی نہین ہوا تھا ایسے نتائج ظاہر ہوتے تو کیونکر۔

پھر اب ہم پھر اس بحث کی طرف متوجہ ہوتے ہین کہ تصوف کے مقابل یہ دونون قدیم و جدید عقلی فلسفے کیسے ہین۔۔ یہ ظاہر ہوگیا کہ اگرچہ غرض متحد نہ تھی مگر تصوف اور فلسفہ قدیم دونون کا مدار صرف خیالات پر تھا۔ لہذا ہم کیا کرین ہمارا انصاف ہمین مجبور کیے دیتا ہے کہ ہم تصوف کو ترجیح دین۔۔ اس لیے کہ ایک مسئلے کے حل کر لینے پر عالم خیال مین انسان کو جو مسرت ہوجایا کرتی ہے اُس مین تو دونون شریک ہین۔ اور تصوف کو اس قدر ترجیح ہے کہ خیالی ریاضتون سے وہ از قسم انکشاف بہت سے عمدہ کمالات حاصل کر لے سکتا ہے بخلاف اس قدیم فلسفہ ارسطو کے جو سوا اس کے کہ انسان اپنے دل ہی دل مین آپ اپنے اوپر ناز کرے نہ کسی کے کام آسکتا نہ اپنے لیے کوئی دنیاوی نفع حاصل کرسکتا ہے۔ رہا وہ جدید فلسفہ مادیات جس نے بہت کچھ کمالات تھوڑے ہی دنون مین دکھائے دنیا نے اپنی وسیع تعداد عمر مین اتنی شان و شوکت نہ حاصل کی تھی جتنی اس فلسفہ کی وجہ سے پچھلی دو ایک صدیون مین حاصل کرلی۔ ہر انسان اُس فلسفہ کے ذریعہ سے بے انتہا ترقی کرسکتا ہے اور بہت کچھ نفع حاصل کرسکتا ہے۔ اور ثابت کردے سکتا ہے کہ تھوڑی سی محنت سے انسان کس پایہ پر پہونچ جاتا ہے اور اُس سے کیسے کیسے اہم کام ظاہر ہوجایا کرتے ہین۔ بخلاف تصوف کے کہ اُسکے معتقد جس طرح افلاطون کے مدرسے الیات مین بیٹھ کے مراقبہ کیا کرتے تھے اُسی طرح آج بھی اپنی خانقاہون اور کوہستان کی گھاٹیون مین سر جھکائے بیٹھے ہین۔ صوفیہ کو شاید خبر بھی نہ ہوگی اور فلسفہ مادی نے عدالت کی کرسیون تک پر قبضہ کر کے یہ فیصلہ کر دیا کہ صوفیہ کے کشف و کرامات اور تمام وہ روحانی خوارق عادات جو تصوف کے ذریعے سے حاصل ہوا کرتے ہین سب خلاف نیچر اور غیر قابل اعتبار ہین۔ بے شک تصوف کو اس جدید مادی فلسفہ کے سامنے دب جانا پڑا۔ اور ہمکو بھی تمام نظام عالم کے دیکھتے موجودہ فلسفہ ہی کے حق مین فیصلہ کرنے کی جرأت ہوتی ہے۔ اس کو سب تسلیم کرتے ہین کہ تصوف ایک ایسی چیز ہے

جسکے اصول کو اگر عقل نہ بھی قبول کرے تو اُس کے سراپا ذوق جذبی خیالات کو ضرور انسانیت
علد قبول کرلیتی ہے - اور یہی وجہ تہی کہ زمانہ قدیم مین اگرچہ مشائین کا فلسفہ تصوف کی
بیخ کنی مین اپنی پوری قوت صرف کرتا رہا مگر ہرگز کامیابی نہ حاصل ہوسکی - اُس عہد کے
علما اگرچہ ہر فن اور ہر قسم کے علوم فلسفیہ مین کمال حاصل کرلیا کرتے تھے مگر اعتقادی
حیثیت سے تصوف اُن کے دعوون پر بالکل حاوی ہوجاتا تہا - اور شاید یہی وجہ
ہے کہ تمام وہ مذاہب جنکو حضرت ابراہیم کے خاندان کی سلسلہ وار پیغمبرون سے
کوئی علاقہ نہین اور جنکی بنا بظن غالب عقلی فلسفہ پر تھی سب کے اصول تصوف ہی کی بنیاد
پر قائم کیے گئے - یہ سب باتین اس امر کا ثبوت دے رہی ہین کہ فلسفہ ارسطو کو تصوف او
اشراقی فلسفہ کے مقابل مین بالکل کامیابی نہ ہوسکی - اُس عظیم الشان فلسفہ کے
خیالات صرف چند مدرسون کی دیوارون کے اندر محدود تھے - مسلمانون نے اپنے
عہد مین اگرچہ اُس فلسفہ کو یہان تک ترقی دلائی کہ خاص مقامات سے نکل کے
عام بازارون تک پہونچ گیا - مگر پہر بہی اشراق کے دلچسپ اثر نے علما مین جو
ذوق تصوف پیدا کیا وہ صرف بحث و مباحثہ کی حیثیت سے نہین رہا بلکہ مذہب
کا ایک جز بنکر اعتقادون مین گہس گیا - ہان تصوف کے اُس جہانگیر اثر کو اگر
مٹایا تو اس جدید فلسفہ نے جس نے دکھا دیا کہ ہمارے خیالات تصوف اور نیز
قدیم فلسفہ ارسطو کی طرح صرف دماغ مین چکر کہانے کے لیے نہین ہین بلکہ ان سے
اگر غور کیا جائے تو بہت بڑے بڑے نتائج پیدا ہوسکتے ہین - اس فلسفہ کے حامیون
نے یہ دعوی ہی نہین کیا بلکہ کر کے دکھا دیا - اُنہون نے ثابت کردیا کہ ہمارے اصول
اور ہماری کوششون نے دنیا کو کسی طالب علمانہ بحث مین اٹکائے نہین رکھا بلکہ
دنیا کے لیے عمدہ عمدہ کلین اور قسم قسم کے سامان مہیا کردیے - الغرض یہ ایسے
دلفریب دعوے ہین کہ اب دُنیا تصوف کی دل خوش کن باتون کو بہول گئی اور بہولتی
جاتی ہے اور جدید فلسفہ فلسفہ قدیم - تصوف بلکہ مذہب تک کو مٹا کے اپنا قبضہ
کرتا جاتا ہے - اور در پردہ اس کے ساتھ ہی ساتھ مذہب کو بہی نقصان پہونچتا جاتا
ہے - تصوف کے حامیون کی بعض پارٹیان قائم ہین اور کوشش کررہی ہین
کہ افلاطونی اصول کو اس جدید فلسفیانہ تہذیب کے دور مین مضرتون سے بچائین

موجودہ عصر کے نامور فضلا اور یورپ کے بڑے بڑے فلسفی اُن کی باتون کو اُسی طرح سُنتے ہین جس طرح کوئی سن رسیدہ شخص بچون کی بھولی بھولی باتون کو سُنتا ہو۔ ہمارا خیال ہے کہ اگر یہی طریقہ تعلیم کچھ دنون اور چلا گیا تو تصوف کو دنیا مین بالکل شکست ہو جائے گی۔ ہمارے مشہور اہل طریقت اپنی خانقاہون مین اور ہندو جوگی کوہستانی نشیبون مین یونہین بیٹھے رہجائین کے اور زمانہ وہ پہلا ورق اُلٹ کے تصوف کو دُنیا سے ناپید کر دے گا۔

اب ہمین دیکھنا چاہیے کہ مذہب کیا چیز ہے۔ اگر ہم منطقی اصطلاحون سے کام لین تو کہہ سکتے ہین کہ مذہب ایک مزاج کا نام ہے جو فلسفۂ اشراقی و مشائی کے باہمی امتزاج سے پیدا ہو گیا ہے۔ یہ تعریف زیادہ عام نہین ہو سکتی۔ اس لیے کہ بعض مذہب اپنی اصلی حالت مین صرف تصوف پر قائم کیے گئے ہین۔ مثلاً وہ مذہب جسکو سوا اعتقادات کے اور کسی عملی مسئلہ سے کسی قسم کا تعلق نہین ہے۔ اسلام نے دنیاوی انتظامون اور احکام معاشرت کو دیگر مذاہب کی بہ نسبت بہت زیادہ لیا۔ لیکن اس پر سب مذہب متفق ہین کہ اصلی چیز اعتقادات ہین جن کو صرف تصوف ہی سے تعلق ہے اور جو اصل مین تصوف ہی ہین۔ لہذا جن بناؤن کے باعث فلسفہ جدیدہ سے تصوف کو نقصان پہونچ رہا ہے اُنھین بناؤن کے مطابق مذاہب کو بھی ضرر پہونچ رہا ہے۔ اور اسی وجہ سے اہل مذہب کو ضرورت ہے کہ لازمی طور پر تصوف کے روحانی مسائل کو سنبھالین ورنہ یہ جدید مادی فلسفہ مذاہب کو جڑ سے اُکھاڑ کے پھینک دے گا۔

شاید یہ جملہ ہم تیز کہہ گئے۔ اس لیے کہ اہل مذہب کو نہایت ناگوار گذرا ہوگا۔ اُن کے اعتقاد کے مطابق مذہب کی حفاظت کرنیوالا خود خدا ہے اور جب خدا نے حفاظت کا وعدہ کر لیا تو ممکن نہین کہ کوئی مخالفانہ کوشش کارگر ہو سکے۔ ہان یہ بے شک صحیح ہے اور ممکن نہین کہ کوئی مذہب کی بیخ کنی کر سکے مگر ہم اتنا ضرور کہین گے کہ اسباب زمانہ دیکھ کے آپ کو اُس کی حفاظت ضرور کرنا چاہیے۔ عیسائی ایک حد تک کوشش کر رہے ہین۔ اگرچہ مذہب اُن کے اصلی وطن سے جلا وطن ہوتا جاتا ہے لیکن جتنی یورپ مین کمی ہوتی ہے اُتنا ہی نقصان وہ یون پورا

کر لیتے ہین کہ ایشیا کے دیگر اہل مذاہب کو کسی نہ کسی طرح اپنا خیال بنا لیتے ہین۔ مگر
ہان دیگر مذاہب کو صاف نظر آرہا ہے کہ روز بروز نقصان پہونچتا جاتا ہے۔
یہ بڑی غلط کارروائی ہے کہ ایشیا کے مذاہب باہم لڑ لڑ کے اپنی ساری قوت آپس ہی
مین تمام کیے دیتے ہین۔ جس کی وجہ سے اُن مین اور ضعف ہوتا جاتا ہے اور تعلیم
جدید فلاسفی کے خیالات بچپن سے دماغون مین پیدا کرتی ہے وہ سب کو
آڑ آ کے بخوبی تمام غالب آجاتے ہین۔ ایسے وقت مین تمام دنیا کو آپس مین
مل کے ایک ایسا مشن قائم کرنا چاہیے جو اتحاد کے ساتھ اس فلسفہ کا زور توڑنے
کمربا ندھے۔ اور یہی مشن اگر کامیاب ہو سکا تو مذاہب کے بچنے کی اُمید ہو سکتی ہے
ورنہ آیندہ ایک ایسا زمانہ ضرور آجائے گا جب مذہب کی حفاظت انسانی قوت
کے دائرے سے خارج ہو جائے گی۔

ہم کو بالکل اُمید نہین کہ مذہب اپنی موجودہ حالت سے فلسفہ کے حملون کو روک
سکین۔ اور جب تک جملہ مذاہب کی متحدہ قوت ایک عام مشن مذکورہ غرض
کے لیے اور مندرجہ بالا اصول پر نہ قائم کرے گی اُس وقت تک ممکن نہین کہ دنیا
اُس آفت سے محفوظ رہ سکے جو فلسفہ کی صورت مین نمایان ہوئی ہے۔ عیسائی
بھی اس خیال سے غافل نہ رہین اُنکی کوششین ایشیا مین جو ظاہری ترقی کی صورت
دکھا رہی ہین یہ صرف چند روز کے لیے ہے۔ ایشیا بھی اب تھوڑے دنون مین
ایشیا نہ رہے گا۔ وہ یورپ ہوتا جاتا ہے۔ اور جو ایشیا یورپ کی صورت اختیار
کرے گا وہ وہ عیسائیون کی کوششین بیکار ہوتی جائین گی۔ لہذا ہم تمام مذہبی لوگون
کو اس طرف متوجہ کرتے ہین۔ اور درخواست کرتے ہین کہ اب وہ باہمی نزاع
کو چھوڑین اور اُن نوجوانون کی طرف متوجہ ہون جو دہریت کا وعظ کہتے پھرتے ہین

دلگداز

نمبر ۱۰ بابت ماہ اکتوبر سنہ ۱۸۹۰ع جلد ۴

مرتبہ

خادم قوم محمد عبد الحلیم شرر مہتمم دلگداز

دلگداز پریس مین چھپکر

لکھنؤ جھوائی ٹولہ سے شائع ہوا

آج ایسی حسرت نصیب صورت مین پڑا ہے کہ اب انکی پرشوق آرزو وَن کو کوئی نہین پورا کر سکتا - وہ بدخواہ جنکے حق مین کسی دل جلے نے جہلا کے بد دعا کی تھی - ہان اگر اُسے خوشی ہوئی تو کوئی تعجب کی بات نہین ہے

"جو عدو سے باغ ہو برباد ہو کوئی گلچین ہو یا صیاد ہو"

یہ مسلم ہے کہ دنیا کی ہر بہار کے لیے ایک زوال و حسرت کا زمانہ تجویز کر دیا ہے - بہار جوانی کو بڑہاپا ایسا ملتا ہے کہ پھر نہین نصیب ہوتی - اور قومی ترقیون کو جو واقعی قومون کی بہار کے دن ہین انکو ہلاکت و نحوست ایسا خاک مین ملاتی ہے کہ پھر جب ہزنکاہ اٹھا کے دیکھیے ساری امیدین منقطع ہی نظر آتی ہین یہ تو دنیا وی چیزین تہین - اجرام فلکی کو بھی اس قاعدہ قدرت نے تباہ کیا ہے چاند جسکی روشنی مین ہم نے خدا جانے کیا کیا لطف اُٹھائے ہین اور جو ہم دلشدہ دلون کے لیے ایک عمدہ مثال ڈہونڈھتے وقت اکثر ہمارے کام آگیا ہے اس کے عروج و زوال کی کیفیت دیکہ کے اُن لوگون کے حوصلے پست ہو ہو جاتے ہین جو اپ کو ہمیشہ مسرور رکہنے کی کوشش کرتے رہتے ہین - آفتاب جسکا چہرہ زوال آفت سے محفوظ ہے اُسکو بھی دیکھیے تو برسات کے موسم مین ہفتون تک غائب ہو جاتا ہے - اور اُسکے مشتاقون کو ایک جہلک دیکھ پانے کے لالے پڑ جاتے ہین

باوجود اسکے کہ یہ سب لازمی باتین ہین اور ہمیشہ سے ہوتی آئی ہین لیکن دل نہین مانتا کہ وہ پیارے پیارے پھول جو شوخ طبع دلربا وَن کی طرح صحن چمن مین مسکرا رہے تہے آنکھون کے سامنے سے غائب ہو جائین - وہ نظر فریب رنگ جنہون نے وضعدار شوخ اداؤن کی طرح پہولون کے رنگ برنگ رخسار پر رکہے تہے اپنی مشتاقون کے دلون مین داغ ڈالین - کمہلا کے اور پژمردہ ہو کے گرین اور باد خزان کے جہونکون مین ادہر اُدہر اُڑ جائین -

جن لوگون کو روزانہ صحن چمن مین جا کے سیر کرنے کی عادت ہے وہ چمن کے تغیرات کو روز دیکھتے رہے ہونگے - اُنہون نے اچھی طرح دیکھا ہوگا کہ جو باغ جسکی دلفریبیان اُنہین روز اپنی طرف کہینچ لے جایا کرتی تہین آنکھون کے دیکھتے ہی دیکھتے کیا سے کیا ہوگیا - آہ! جن کنجون اور جن جہنڈون مین جاتے ہی

بے اختیار دل چاہتا تھا کہ کسی نازفروش کو سامنے بٹھا کے سارے جذبات عشق
ظاہر کر دیجیے وہ آج [illegible] ویران پڑے ہیں۔ جہاں نسیم کی آہستہ خرامی
کے ساتھ پھولوں کی پنکھڑیاں نازک نازک اداؤں سے حرکت کرتے دکھائی
دیتے [illegible] جاتا تھا اور جی چاہتا تھا کہ کسی کی پیشانی کے نرم نرم بال ورزش کے
پسینوں [illegible] دوپٹہ کے آنچل بھی [illegible] سے اڑتے ہوتے وہاں آج ایک
[illegible] اور حسرت نصیب [illegible] سکوت [illegible] کہ گھبرا اٹھتا ہے۔ بڑے بڑے
درختوں کے [illegible] کھڑے ہیں اور خزان کے سخت جھونکوں
[illegible] کی طرح لرز رہے ہیں [illegible] تھا آج کسی اندھے
کی آنکھ کی طرح خالی اور خشک پڑا ہے [illegible] وہ لوگ جو عالم کے تغیر کو غور سے دیکھا
کرتے ہیں آنکھوں سے جب موسم بہار کی ان دلچسپیوں کو رخصت ہوتے دیکھا ہو
[illegible] اوپر [illegible] ہیں تو [illegible] انکے دل کی کیا حالت ہوئی ہوگی۔
آہ دیکھو خیال تمہیں یہی وقت دکھا رہا ہے جس وقت کہ چمن میں ایسے حسرت بار
[illegible] آثار [illegible] رہے ہیں دیکھو کلیاں مرجھا مرجھا کے گر رہی ہیں اور
[illegible] اور خشک پتوں کو [illegible] گرانا شروع کیا ہے۔ وہ طیور جو چمن کو ایک
[illegible] عشرت تصور کر کے آئے تھے دیکھو اب صحن چمن کی ہوا بدلتے دیکھ کر
[illegible] جاتے ہیں۔ یا تو یہاں ہر وقت چہچہا رہے تھے اور یا اب شاذ و نادر ہی کسی
طرف سے کسی طائر کی آواز آجاتی ہے اور سنو۔ اس آواز میں کسقدر حسرت بھری ہوئی
ہے۔ شاید یہ کبھی نہ کبھی ہر شخص کی نظر سے گذر گیا ہوگا کہ کسی جوان مرگ نے
عین عنفوان شباب میں اپنے دوستوں کو داغ [illegible] دیدیا اور اسکا کوئی دوست لاش کے
سرہانے بیٹھا حسرت بھری آواز سے رو رہا ہے۔ بس بعینہ یہی عالم اسوقت باغ کا ہے۔
باغ کی جان یعنی عروس بہار رخصت ہوگئی کچھ افسردہ پھول رہ گئے ہیں جنکو یقیناً ایک
بیجان لاش خیال کرنا چاہیے۔ اور قدرناشناس بہار یعنی مرغان چمن میں سے جو
بیوفا تھے وہ تو اڑ گئے۔ صرف چند وفادار طائر رہ گئے ہیں اور بالکل اسکی لاش
کے سرہانے نالہ کشی کرنے والے کی طرح دل صد چاک سے آہیں بلند کر رہے ہیں
یہ وقت رخصت بہار کا ہے۔ اور سچ پوچھیے تو یہ وقت خود خزان سے زیادہ دلدوز ہے

رامائن کے بعض سین

رامائن اگرچہ ہندوؤن کا مذہبی واقعہ ہے لیکن بحیثیت تاریخ دیکھا جاوے
تو بھی دل پر پورا اثر ڈال دیتا ہے - ہم اپنے مقام پر اگرچہ مسلمان ہین لیکن
دنیا کے اُن ناموروں کو نہایت عزت اور عظمت کی نگاہ سے دیکھتے ہین جو
آریہ بہادرون کے نامور و ممتاز ہیرو تھے - اور جنکو ہمارے وطن کی آبادی کا
زیادہ حصہ خدا کا اعلیٰ مظہر قدرت مان رہا ہے - بیشک وہ خدا کے پورے اور سچے
مظہر قدرت تھے - اور ہم اپنے اعتقاد اور اپنے دل سے اُنکی تعظیم کرتے ہین -
ہمارے ہندو دوست اُنکی مورتون کی پوجا کرتے ہین - مگر ہم اپنے مذاق کے
موافق اُنکی پوجا تو نہین کر سکتے - مگر اُنکے نام کی ضرور عظمت کرتے ہین مہاراجہ
رام چندر جی کے واقعات چونکہ انسانی اعلیٰ کمالات سے لبریز ہین لہذا انہین بقا
قیامت تک ہے - ہم رامائن کے بعض سین اپنے عام دوستون کے سامنے پیش کرتے
ہین جنسے اُنہین اگلے زمانہ کی سادگی کا بہت کچھ لطف نظر آئے گا اور نیز مہاراجہ
رام چندر جی کی سچی رضا و تسلیم اور دیگر اوصاف کا پتہ چلے گا -

مثلاً جب مہاراجہ رامچندر جی مع اپنی پیاری وفادار بی بی ملکہ معشوقہ سیتاجی اور اپنے
جان نثار بھائی لکشمن جی کے مقدس اور پاک دریاؤن گنگا جی اور جمنا جی سے
اُتر کر اُس دور و دراز جنگل مین پہونچے ہین جہان اُنکی زندگی کے چودہ برس
گذرینگے اور جسجگہ وہ سخت مصیبتین برداشت کر کے اپنے واجب التعظیم باپ کا عہد
پورا کرینگے - اُس جنگل مین نہ تو وہ اجودھیا کی سلطنت نظر آئی اور نہ وہ وطن کا
سامان عشرت - اگرچہ اپنے نفس کو انھون نے تسلی دیدی لیکن اس خیال نے
پریشان کر دیا کہ سیتاجی کا دل اس وحشتناک مقام مین بہت گھبراتا ہوگا - لہذا
وہ سیتاجی کو اس جنگل کے قدرتی سبزہ زار دکھا دکھا کے سمجھانے لگے اور ثابت
کرنے لگے کہ اس مقام مین اور اس مرغزار مین جو زندگی گذرے وہ اجودھیا
کی زندگی سے بھی اچھی ہے - چترکوٹ پہاڑ اور دریائے مندا کنی نظر کے سامنے تھے

بس وہ انہین کی طرف متوجہ ہوگئے اور ستیاجی کو دکھا دکھا کے اور سامنے کے
پہاڑ چیترکوٹ کی طرف اشارہ کر کر کے کہنے لگے :-

"اگرچہ طاقت اور شاہانہ حکومت چھین لی - اگرچہ دوست احباب اور وطن بہت
دور ہین مگر مین اپنی قسمت بدل جانے پہ کیون روؤن؟ اس پُر فضا دلکش مقام
نے مجھے اپنا شیدا بنا لیا ہے پیاری! اُس مہاتم پہاڑ کو دیکھتی ہو جسمین خوشنما
چڑیون نے دل لُبھانے والے راگ چھیڑ رہے ہین اُسکی بلند چوٹیان جنمین ہزارہا
قسم کے رنگ جھلک رہے ہین آسمان کو چومے لیتی ہین - یہان اب چاندی
کا ایسا نورانی خط چمک رہا ہے - وہان زمرد کی ایسی ایک ہری ہری چوڑی دھاری
نظر آ رہی ہے - اُس کے بعد دیکھو - جیسے پہاڑ کی کمر مین ایک سُنہرا پٹکا بندھا ہوا
چلا گیا ہے - وہ دیکھو انمین اس لال لال جھالر نے کیا لطف پیدا کر دیا ہے - چوٹیان
جو جو بلند ہوتی جاتی ہین وہ وہ آفتاب کی روشنی - پھولون کے رنگ - اور بلوری چٹانین
سب دُھندلے پڑ کے اور آپس مین ملکے کیا کیفیت دکھانے لگتے ہین - آہ! پیاری!
دیکھتی ہو وہ درخت جو پہاڑ کے پہلوون کو اپنا زمردین لباس پہنائے ہوئے ہین
اپنے موسم بہار کے حسن کے غرور مین کسقدر ڈوبے ہوئے ہین اور ہرے ہرے
پتون کی دولت سے کسقدر آراستہ ہو رہے ہین - اور پھر انمین پھول ہی ہین پھل ہی
ہین - اسکے علاوہ اُنمین کہین روشنی ہے اور کہین سایہ ہے - اُدھر بھی دیکھتی ہو جہان
وہ پکے پکے قدم اپنے کُندنی رنگ کے ساتھ آگ کی طرح دہک رہے ہین - آہ! آم
کی ڈالیان کسقدر لدی ہوئی دکھائی دیتی ہین وہ دیکھو ہوا مین املی کی ننھی ننھی
پتیان ہل رہی ہین - اور ہان دیکھو - اُن لمبے لمبے پردار بانسون کے جھنڈ مین
سے وہ پیپل کا بڑا بھاری تناور درخت کیسا سر نکالے ہوئے ہے - ہاے! وہ گھنا سایہ
وہ کھلا ہوا سبزہ زار! جو جنگل کی دیویون اور دیوتاؤن کو اپنی طرف کھینچ لیتے ہین
اور وہ دیکھو جہان یہ وہ مرغزار ہے وہان ہوا کی دیویان اُترتی ہین تاکہ موسم بہار کی
راتین تو بس دکنا - ناز و نیاز - خوشی اور کھیل مین بسر کرین - دیکھو پیاری! وہ پہاڑ
جسپر گھنا جنگل لگا ہوا ہے اُسکی چوٹی پر سے کتنے ایک دھارے چاندی کے تارون
کی طرح جھلکتے ہوئے نیچے چلے آتے ہین - جب سب طرف کا پانی آتا ہے اور دور دور

بڑھ جاتا ہے اُسوقت ہر تیز رو آبشار پہاڑ پر سے کھلکھلاتا ہوا نیچے کو گرتا ہے۔ اُسکے
بعد ہیں دار چشمہ سنگی دیواروں کو پھاندتا ہوا آتا ہے اور اپنی جھلک دکھاتا ہے
ہائے اُسکو سردی نے اتنا بھی بے حس بنا دیا ہے اُسوقت خوشگوار غنودگی
آنکھوں پر طاری ہوتے نہ محسوس ہوتی ہو جبکہ نسیم سحری جو ٹھنڈے نشیب
بلند ہو کر خوشبودار بازوؤں سے اُڑتی ہوئی آتی ہے اور اُسکے چلنے پھرنے لگتی
ہے۔ جسکے آہستہ چلنے والے جھونکوں کی پیٹھ پر ان کلیوں اور شگفتہ پھولوں کی
خوشبو لدی ہوئی ہے جنکو شبنم نے موتیوں سے ہار پہنا دیے ہیں۔ اے پیاری
دیکھو۔ اُس پہاڑ کے گرد اُن اگلے زمانے کے رنگ برنگ پتھروں سے گہرے گئے
ہیں جو نئی نئی وضع کے ہیں اور بے ترتیبی سے بکھرے ہوئے ہیں۔ انکے رنگ
سیاہ۔ لال اور نیلے رنگوں کو دیکھتی ہو؟ اسوقت تو ان رنگوں میں لطافت کی
لیکن رات کو یہ اور بھی زیادہ بھلے معلوم ہوتے ہیں۔ اُسوقت جبکہ سارا پہاڑ سر سے
پاؤں تک چاندنی کا آستین اور جھالر لٹکنے والا لباس پہنے ہوتا ہے اور جب
لاکھوں درختوں سے ایک شعلہ نمود ہو کر انکی نورانی رونق کو دو چند ثابت کرتا ہے
اور معلوم ہوتا ہے کہ جیسے ہر گہری گھاٹی اور ہر اونچی چوٹی اور ہر ایک کرارہ ابریشم
لباس پہنے ہوئے ہے اُسوقت جڑیاں ایک ہلکی ہلکی مزے دار روشنی کا عکس
ڈالتی ہے۔ پیاری سیتا! مجھے چترکوٹ پہاڑ میں ایسی ایسی دلچسپیاں نظر آتی ہیں
تمہارے اور لکشمن کے ساتھ یہاں سالہا سال رہنا مجھے نہایت پسند ہے۔

اسکے بعد رامچندر جی دریائے مندا کنی کی طرف متوجہ ہوئے اور انکی کیفیتیں
اشارہ کر کرکے اپنی وفادار اور نازنین بی بی سیتا جی کو دکھانے لگے۔ ناظرین خیال
کر لین گے کہ وہ چترکوٹ پہاڑ کے قریب کھڑے ہیں اور اپنی بی بی کی طرف متوجہ
ہوکے ہاتھ سے بتا بتا کے کہہ رہے ہیں:——

"اور پیاری اُس پاکیزہ اور شفاف دریا کو دیکھ رہی ہو جو بہتا چلا جاتا ہے اور
بگلوں اور راج ہنسوں کا گھر ہے۔ تر و تازہ اور سرسبز ٹاپو جواہرات کی طرح اُس
کے سینے پر جڑے ہوئے ہیں اور پھول اُسکے دونوں کناروں کو آراستہ کیے
ہوئے ہیں۔ ہر قسم کے خوش ذائقہ پھلوں کے درخت اور بہت ہی پیاری پیاری

اُدھر دوسرے چکوا جواب دیتا ہے جو اسنے پُر فضا مقام مین نہایت خوش و خرم
معلوم ہوتا ہے - پیاری - میری زندگی بخش اجودھیا مین ایسی متر دیا اور خوشنما
نہین معلوم ہوتی تہی جیسی اسوقت اس سندر دریا - اس مہاتم پہاڑ - اور تمہارے
پیارے چہرے کے نیز سے معلوم ہوتی ہے - پیاری اس آہستہ بہنے والے دریا
نہاؤ - بے خوف و بے وسواس محبت کے ساتھ اُسکے پاس جاؤ - اور نازو کرشمے سے
پانی مین کھیل کھیل کے کوکا بیلی توڑو اور خوشنمائی کے ساتھ اپنے بالون مین اُسکو
لگاؤ - اگرچہ یہان ایک وحشت کے عالم مین زندگی گذرتی ہے مگر پیاری تم اسے
اجودھیا کا شہر سمجھو اور اس خوبصورت دریا کو اپنا سرجو دریا خیال کرو - آہ وسیتا
مین خوشی کے مارے اپنے آپے سے باہر ہوا جاتا ہون - بہت کم کسی کی ایسی
قسمت ہوگی جیسی میری ہے - خوش ایک بھائی کی خبرگیری سے جو فرمانبردار اور تمہارے
ساتھ ہمدردی کرتا ہے - اور تمہاری ایسی ایک محبوبہ کی وفاداری و محبت سے
اب اسکے بعد ہم اس حسرتناک موقع کو دکھاتے ہین جب مہاراجہ رامچندر جی کو اپنی
نازنین معشوقہ اور وفادار بی بی سے جدا ہونا پڑا - راون کو جب یقین آگیا کہ بغیر کسی
فریب اور حیلہ بہانے کے ممکن نہین کہ وہ سیتاجی کی ایسی باعصمت نازنین کو انکے
کے پہلو سے جدا کر سکے تو اُسنے ایک جادوگر کو مددگار کے طور پر اپنے ہمراہ لیا اور اس
سبزہ زار مین پہونچا جہان رامچندر جی گوشہ نشین تھے وہ جادوگر ہرن کی صورت
بنا کے سامنے سے بہاگا - اور چونکہ رامچندر جی شکار کے بڑے مشتاق تھے تیر و
کمان لے کے اُسکے پیچھے دوڑے اور لچھمن جی سے کہتے گئے کہ دیکھو سیتاجی کی حفاظت
کرتے رہنا - وہ چالاک اور ہوشیار ہرن جانتا تھا کہ رامچندر جی کی اس ہوشیاری کو وہ
کیونکر بے فائدہ ثابت کرسکتا ہے - لہذا رامچندر جی کا تیر کہاکے خود انہین کی آواز
مین چلا اُٹھا - "آہ لکشمن مجھے بچاؤ" اگرچہ لکشمن جی اپنے واجب التعظیم بھائی سے

؎۱ اگر ہم اس قصے پر یقین کرنا چاہین تو نتیجۂ ظاہری سے سبب کی تصدیق ہو جاتی ہے ہمیشہ
رات کو یہ دونون الگ رہتے ہین - ایک دریا کے اس کنارے پر اور دوسرا اُس کنارے پر رہتا
ہے - اور رات بھر یون چیخا کرتے ہین -

"چکوی مین آؤن؟" - - "نہین نہین چکوا" "چکوا مین آؤن؟" "نہین نہین چکوی -"

نکلے جاتی تھین آہ! کون آنکھین جنپر اُن نرم نرم پلکون کا سایہ تھا جو نسون کی شبنم سے تر تھین اور جو گوری پیشانی اسکے چہرے کو نہایت ہی زینت دے رہی تھین۔ کیسا چہرہ؟ جو اُس چاند کی طرح جسپر کہ کا نام و نشان نہ ہو۔ نہایت ہی پاکیزگی اور صفائی کے ساتھ چمک رہا ہو۔

سیتاجی کے اس عالم فریب حسن کو دیکھکے راون گھبرا گیا۔ وہ یکبیک عشق کا آتشین تیر کھاکے چلا اُٹھا۔ بولو! اے عجیب و غریب حسن والی نازنین! تم کون ہو؟ بالکل تنہا! ریشمی ساری تمھارے جسم کو رونق دے رہی ہے۔ سونے کے پہولون کا ہار تمھارے سر پر ہے جو تمھاری پیاری ناک کے پہولون پر سایہ کئے ہے۔ آہ! میری آنکھین کس دیوی کو دیکھ رہی ہین؟ جو کندن سے بھی زیادہ چمک اور روشن ہے! تم شہرت کی دیوی ہو؟ حسن کی دیوی ہو؟ حیا و عصمت کی دیوی ہو؟ خوشحالی و شباب کی دیوی یعنی عشق کے دیوتا کی انگلون مین بہری ہوئی رانی ہو؟ ان دیویون سے مین تمکو کم نہین سمجھتا۔ تمھارے ہونٹھ موتیون کی طرح لال لال ہین۔ تمھارے دانت پیارے پیارے موتیون کے مثل ہیں جو چمکدار اور آبدار ہین۔ تمھاری تیر برسانے والی آنکھین بڑی بڑی ہین اور چمکدار۔ کسی انسان کا تبسم ناز ایسا دلربا نہین ہو سکتا جیسا کہ تمھارا ہے۔ آہ! یہ گورے گورے عجیب و غریب اور بے مثل و بے نظیر بازو! یہ ریشمی ساری تمھارے جوبنون کے ابھار کو نہین چھپا سکتی۔ اسکے علاوہ تمھارے باقی حصہ جسم کی ایک نہایت ہی نازک اور ہلکی تصویر خیال میرے دل مین کھینچتا ہے۔ اسے پیاری رانی! میری ان آنکھون نے کوئی حور کوئی پری اور کوئی دیوی اسکی آدھی حسین نہین دیکھی جتنی کہ تم ہو۔ اسے نازنین! یہ جنگل جہان وحشی دیو بہوت مارے مارے پہرتے ہین اور جیسا بہروپ چاہتے ہین بدلکے ڈرانے لگتے ہین تمھارے قابل نہین ہے۔ کسی برابر اور چوکور چبوترے پر تمھاری سیج ہوتی۔ کسی جانفزا باغ مین جہان خوشبودار اور پیارے پیارے پہول پہولے ہوتے تم ٹہلتی ہوتین۔ تمھارے بدن پر رانیون کا ایسا لباس آراستہ ہوتا۔ اور تمھارے گلے مین انمول موتی اور جواہرات جگمگاتے ہوتے۔ تمھارے خوبصورت بالون پر نہایت ہی نفیس

بیٹھے ہوتے۔ کوئی بے مثل شوہر تمہارے بستر ناز پر بیٹھ کے سچی محبت کے مزے اٹھاتا ہوتا۔ تم اون ہو یا دیوی ہو؟ نہیں۔ نہیں کوئی آسمان کی حور ہو۔ خوفناک جنگل و ہرگز نہ پسند آتی ان گھنے جنگل کے تیرہ و تار رستہ میں تو آپ کا تنہا پھرنا کبھی گوارا نہ کریگی۔ دیو یہاں پھرتے ہیں۔ تیرہ دل کا یہ ممکن ہے تمہیں ڈر نہیں لگتا۔ ایسی نازک۔ حسین۔ چیتے شیر بیلے اور ریچھ یہاں تمہارے اس پاس پھرتے ہیں۔ تم کس کی ہو؟ اور کون ہو؟ بتاؤ تو یہاں کہاں سے آئی ہو؟ اور کیونکر آنا ہوا؟ کوئی نگہبان ہی تو یہاں تمہارے پاس نہیں ہے۔

اتنا کہہ کے راون خاموش ہو گیا۔ سیتا جی کو اس کے لباس سے دھوکا دیا وہ سمجھیں کہ یہ کوئی سنیاسی ہے انہوں نے تنہا کر اس کی طرف دیکھا اور مسکرائیں اور خوش ہو کے بڑی عزت سے بیٹھنے کی اجازت دی اور نہایت خلق و مروت سے پانی دیا کہ لو تھکے ہوئے پاؤں کو دھو ڈالو۔ مہمان نوازی کے اعلیٰ رسوم بجا لانے کے لیے سرگرمی سے لگیں۔ جنگل کی غذاؤں میں سے جو اچھی اچھی چیزیں موجود تھیں نکال نکال کے سامنے لا کے رکھیں۔ کہ لو کھاؤ۔ اور خود منتظر تھیں کہ دروازے پر سے دیکھنے لگیں میرے شوہر تو نہیں آتے ہیں مگر سوا بیشمار گھنے درختوں کے اور کوئی چیز نہیں نظر پڑی۔ رام اور لکشمن نہیں معلوم کہاں ٹھہر گئے کسی طرح ابھی نہیں آتے اسی خیال میں مشغول ہو کر سیتا جی پھر برہمن کے پاس گئیں۔ اور وہ جو کچھ پوچھتا گیا بتاتی گئیں اپنا نام اپنا حسب و نسب اور اپنی بپتی سب کہہ سنائی وہ راجہ دسرت کا عہد وہ کیکئی کی عداوت وہ کمبخت عہد و قسم اور رنج جو آخر میں نصیب ہوا سارا حال بتا دیا۔ اسکے بعد بولیں۔ "اب تم اپنا حسب و نسب بتاؤ اور کہو اس سنسان جنگل میں کیوں مارے مارے پھرتے ہو؟"

سیتا جی کا چپ ہونا تھا کہ مکار مہمان جواب میں نہایت ہی مہیب آواز میں زور سے گرج اٹھا۔ میں؟ میں ہوں راون! جس سے دیوتا اور ساری دنیا میں کانپتی ہیں دیووں کا لشکر میرے حکم کا تابع ہے۔ اے نازنین۔ آج جس وقت سے میں نے یہ ریشمی اور سونے کی طرح جھل جھل کرتے کپڑے پہنے ہوئے تیری صورت دیکھ پائی ہے میرے دل سے اپنی سب بیبیوں کا عشق نکل گیا۔ ان سب کی محبت کا جوش مردہ اور سرد ہو گیا۔

اگرچہ جبت سے ملکوں کو تباہ و برباد کرکے بہت سی سندر ناری عورتیں نکال لایا ہوں جو میرے محل کو زینت دے رہی ہیں مگر اب میں تمہاری زلف گرہ گیر کا دیوانہ ہوں۔ سب سے زیادہ سندر نارین تو میری رانی اور میری معشوقہ ہو ہزاروں خوبصورت عورتوں میں میں صرف تمکو پیار کرونگا میرا شہر لنکا ایک دلکش پہاڑ کی پیشانی پر گویا سونے کا جگمگاتا ہوا تاج ہے اس پہاڑ پر جسکے دامنوں کو لہریں ہاکورے دے دے کے بجلی کیطرح کوندتی ہیں۔ اور درشت ناسا غصہ کے ساتھ منہ میں کف لالا کے میرے ٹاپو کے گرد سر ٹکراتا ہے جب تم وہان میرے ساتھ ہوگی تو میرے ہرے ہرے آنکھوں کو لبھانے والے باغ بہار افزا خیر مقدم ادا کرینگے جہاں رہنا جنت رہا ہوگا وہاں کی آزادی اور نعمتیں خوشیاں تمہارے دل سے اس جنگل کی ناکامل بھلا دینگی"

یہ کلمات سنتے ہی سیتاجی کے سینے میں غصہ کی آگ بھڑک اٹھی انکی عصمت سے بھری آنکھوں سے شعلے نکلنے لگے غصہ کی وجہ سے انکے ہونٹوں کو حرکت ہوئی اور جھلا کے بولیں "مجھسے ایسی باتیں! رامچندر کی وفادار استری سے۔ کون رام؟ جنکی عظمت کے آگے اندر کی شہرت مٹ گئی۔ جو لڑائی کے ہچکولوں میں جھپکتا تک نہیں ہے۔ غضبناک سمندر میں ایک مضبوط پہاڑ۔ رام! ہر طرح سے مبارک نہال! رام اپنے خاندان کے لیے فخر ہے۔ رام کی استری اور انکی چہیتی اور عاشق معشوقہ سے؟ کون رام؟ جنکی نظر عقاب کی ایسی تیز ہے! جنکے ہاتھ میں بہت بڑے بڑے بیرون کے ایسے ہیں مجھسے! اور عشق کا اظہار! یہ جرات! ایک گیدڑ اور شیرنی کی آرزو! استری بے دھرمی کی کامیابی سے میں اتنی ہی بلند ہوں جتنا وہ آسمان کا سورج چمک رہا ہے۔ ہاں! ہاں! تونے شاید وہ لمبے لمبے سونے کے درخت دیکھ لیے ہیں جو موت کی نشانی ہیں اور مرتے وقت انسان کو نظر آیا کرتے ہیں جو تو زندگی سے سیر ہو گیا۔ اور رامچندر کی استری کو محبت کی نگاہ سے دیکھنے کی تجھ میں جرات ہوئی۔ مورکھ! اس سے تو بہتر ہے کہ تو کالے سانپ کا زہر دار پھن نوچ لے شیر کا شکار چھین لے۔ وہ بیکنٹھ کا درخت جو اوپر پھول رہا ہے اسکے چرانے کی کوشش کر۔ زہر ہلاہل پی لے۔ اور مرنے سے نہ ڈر۔ مورکھ اپنی آنکھوں میں سوئی چبھوتا ہے۔ مورکھ! استرے پر اپنی زبان رگڑتا ہے۔

رامچندر کی استری کو فریب سے بہکالے جا۔ گلے میں چکّی کا پاٹ باندھ کے لنکا
کی چوٹی پر سے متلاطم اور شور کرنے والے سمندر میں کود پڑ۔ وہ اس حالت
میں ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک جانے کی اگر تو کوشش کرے تو یہ اچھا
ہوگا بہ نسبت اسکے کہ تو رامچندر کی استری کو بہکالے۔ تو اور اُنکی بی بی کو لیکے جدا
کرے گا۔ یہ آسان ہے کہ تو آسمان سے چاند سورج کو توڑ لائے۔ یہ ممکن ہے کہ دہکتی ہوئی
آگ تو کپڑوں میں رکھ لے اور وہ نہ جلیں مگر یہ محال ہے کہ رامچندر کی استری کو تو بہکا
لے جائے۔ تجھ میں اور اُنمیں کوئی نسبت بھی ہے؟ جو نسبت ناپیدا کنار سمندر کو
ایک بہتے ہوئے نالے کے ساتھ ہے۔ جو نسبت میرو کے عظیم الشان پہاڑ کو چھوٹی
چھوٹی پہاڑیوں کے ساتھ ہے۔ جو نسبت مغرور شیر کو رینگنے والی بلی کے ساتھ ہے۔ جو
نسبت صندل کی خوشبو کو متعفن بدبودار کیچڑ کے ساتھ ہے۔ جو نسبت اُس سونے کو
جو آگ پر خالص ہو کر اترا ہو گھوروں میں ادھر اُدھر پڑے رہنے والے لوہے کے ساتھ
ہے۔ جو نسبت خوبصورتی کے ساتھ پر پھیلا کے ناچنے والے مور کو اونگھنے والے ڈرپوک
اور تنہائی پسند اُلو کے ساتھ ہے۔ جو نسبت اپنے اوپر ناز کرنے والے راج ہنس کو سمندر
میں غوطہ مارنے والی ذلیل آبی چڑیوں کے ساتھ ہے وہی نسبت میرے رامچندر کو
تجھ سے ذلیل شخص کے ساتھ ہے۔"

سیتاجی کی ان سے یہ باتیں سُنکے راون ناک بھوں چڑھا کے بولا "کیا تمنے راون
کی عالمگیر شہرت نہیں سُنی ہے؟ جسکے سامنے آسمانی فوجیں بھی بھاگ کھڑی ہوتی
ہیں کیا تمنے اسکی شہرت کبھی نہیں سنی؟ میں کون ہوں۔ سارے دیوتا اندر سمیت
جسطرح کوئی موت کے فرشتے سے ڈرے اُسیطرح مجھسے کانپتے ہیں۔ میری غضبناک
نگاہ کے سامنے چاند سورج بھی زرد ہو جاتے ہیں۔ میرا خوف ہوا کو جو مجھسے لرزتی ہے
خاموش کر کے چلنے سے روک دیتا ہے۔ درخت کی ہر پتی سکوت اور سناٹے میں آجاتی
ہے۔ اور وہ چشمے جنکا پانی ہمیشہ شور کرتا رہتا ہے میری دہشت سے ایسے ساکت
ہو جاتے ہیں کہ اُنمیں لہر تک نہیں اُٹھتی۔ سمندر پار میرا عالیشان شہر قائم ہے وہ مشہور
لنکا جسے دیووں نے بنا کے قائم کیا ہے۔ جو اندر کے نگر کا ایسا خوبصورت ہے اور
جگمگاتا ہے۔ جسکی دیواریں سونے کی ہیں۔ اور جسکے دروازے نیلم کے ہیں ہر خوشبودار پیڑ

پھول رہاہے۔ اور شاخین مزے دار پہلوں کے بوجہہ سے لٹکی اور جُھکی پڑتی ہین
جہانجہہ اور نقاری کی آوازین وہان گونج رہی ہین۔ سیتا۔ دیر نہ کرو۔ اٹھو چلو۔
آؤ! اور میرے ساتھ دنیا کی ساری خوشیون مین شریک ہو نہین دنیاوی ہی
نہین۔ آسمانی خوشیان بھی۔ میرے عشق کے ذریعہ سے تمہین وہان کی خوشیان
بھی حاصل ہو جائینگی"

یہ کہکے راون چپ ہوا۔ اب اُسنے دلفریبی اور دغا کا بھروپ چھوڑا اور
اپنے اصلی اور پورے قد سے سیتاجی کے سامنے تاڑ کی طرح کہڑا ہو گیا۔ اور ایک
بڑا بھاری دیو۔ مہیب صورت۔ کالی کالی گھنگھور گھٹا کی طرح جو آندہی کا پیش خیمہ
ہے اور جسمین گرج کے ساتھ بجلی بھی کوندتی جاتی ہے دس منہ اور بیس ہاتھ۔
اور ہر منہ مین آنکہون کے ڈہیلے جو غصہ سے لال لال ہو رہے ہین چکا چوند ہو رہے
ہین ایک ایک پر غرور پیشانی پر تیوریان چڑہا کے وہ زور سے چلایا ہونہہ
سیتا اب بھی تو مجھسے نفرت کرو گی؟ اپنی سیلی آنکھہ یان اُٹھاؤ۔ ہماری طرف
متوجہ ہو۔ اور اپنے شوہر کو دیکھو سکو تم اپنی سی رانی کے لائق پاؤگی۔ اتنا
کہکے اُسنے پھرتی سے اپنا ایک ہاتھ بڑہا کے سیتاجی کے نرم نرم بال پکڑ لیے۔ اور
دوسرا مہیب اور دیو دن کا ایسا ہاتھ اُنکی پتلی اور نازک کمر مین ڈالدیا۔

دیوتاؤ آؤ اور اس بیکس نازنین کی مدد کرو! ہائے! جنگل کے دیوی دیوتا
سب اُس ظالم دیو کے آگے بھاگ کھڑے ہوے! کہان گئے؟ رامچندرجی کہان
ہین؟ وہ تو یہان سے بہت دور جنگل کی سیر کر رہے ہین۔ اور اُنکی وفادار معشوقہ
سیتاجی کو ظالم دیو رحم راون اپنی جادو کی گاڑی مین بٹہلانے کے لیے اُڑائے لیے جاتا ہے
راون نے غضبناک چیتونون سے اور غصہ کی دہمکیان دے دے کے کوشش کی کہ
اُس بیکس کو آہ و زاری سے روکے جسکی جگر خراش آواز جا بجا پہونچتی تھی اُسے
برمائے دیتی تھی۔ جسطرح کوئی شخص انتہا سے مایوسی اور حسرت کے عالم مین غم
سے مجنون ہو کر چلا اُٹھے اُسی طرح سیتاجی یاس کی آواز سے چیخنے لگین "مدد!
اے رام! میری مدد کرو! آہ لکشمن! کہان ہو؟ اے وفادار بہادر! کیون اسوقت
خبر نہین لیتے؟ اے میرے بہادر۔ تمنے دیوون کو بھی ہمیشہ نیچا دکھایا ہے۔ ارے

انہین کے ناپاک پنجہ سے اپنی بہاوج کو چھڑاؤ۔ ہاے! وہ جنسے میرے رام کو راجکماری سے جدا کر دیا جب وہ یہ خبر سنیگی تو اُسے بڑی خوشی ہوگی۔ اے دیپ باغ! اِن پھلے پھولے درختون کے جھنڈ۔ مین تمسے رخصت ہوتی ہون! میری مصیبت و غم کی داستان رامچندر جی کو سنا دینا۔ اے گوداوری! اے میرے پیاری دریا جسپر راج ہنس تیرتے پھرتے ہین اُسکو بھول نجانا جو تجھے محبت رکھتی تھی! سیتا کی حالت رامچندر جی سے ضرور بیان کر دینا! اے جنگل کی رحم دل دیوی جنکو جنگل نہایت پیارا ہے تم بھی از غیبی آواز سے رامچندر جی کو بتا دینا کہ راون مجھے یہان سے کھینچے لیے جاتا ہے! اے اس جنگل کے بے شمار مخلوق! تم سے - تم سب سے مین پکار پکار کے کہتی ہون کہ رام سے کہدینا تمہاری ہستری - تمہاری سیتا وہ جو تمکو جان سے زیادہ عزیز تھی اُسکو دیو اُٹھا لے گیا! اگر وہ نہین گئے تو اپنی ایسی چہیتی بی بی کو اس سے پھر چھین لائین گے ہان ہان۔ اگر نرک کے گڑھے مین چھپا لے گا تو بھی چھین لائین گے۔"

سیتا جی کے بال کھلکے بکھر گئے تھے اور اُنکے پاون تک لٹک رہے تھے۔ اور جسطرح کوئی بیل درختون پر لپٹ لپٹ کے چڑہتی ہے اُسی طرح وہ ٹہنیون اور شاخون سے لپٹ لپٹ جاتی تھین۔ اور عالیشان درختون کے قدمون پر گر گر کے چیختی اور چلاتی تھین کہ اس بے کسی کے وقت کوئی اُنکی مدد کرے۔ تب راون نے بہت بڑی دیو کے ایسے ہاتھ سے سیتا جی کے لٹکتے ہوے بال پھر پکڑ لیے۔ کون ہاتھ جنکی گرفت سے کبھی کوئی بچا یا نہ جا سکتا تھا جس بلے رحمی سے ہاتھ لگایا ہے اس کے بدلے مین اے ظالم تجھ پر خدا کی مار ہو۔ اور اے پلید و ناپاک راجہ تیرے بال بھی یونہین خون سے تر ہون رامچندر جی کی جان نثار پیاری بی بی پر جسوقت یہ ظلم ہوا سارا عالم بے حواس ہو کے خوف سے تھرا اُٹھا اور ساری دنیا تاریک ہو گئی۔ ہوا چلنے سے رک گئی۔ اور چمکتا ہوا سورج دھندلا ہو گیا۔ مہابلی الشور جو اپنے آسمان کے بات پر سے اُس کافر کا یہ ظلم و جور اپنی نہ جھپکنے والی آنکھ سے دیکھ رہے تھے۔ اُنکی زبان سے بے اختیار یہ مہیب آواز نکلگئی کہ "وہ کام پورا ہو گیا"۔ اور مقدس رشیون نے خوشی اور خوف ملی ہوئی نظرون سے اُس موذی گنہگار کو دیکھا۔ اور اُس کا

شریر پہلے ہی سے سمجھ گئے۔ دیو نے جب بزرگی سے اپنا ہاتھ سیتا جی کی
کمر مین ڈالا تو انھون نے روکنے کی بہت کچھ کوشش کی لیکن کچھ نہ ہو سکا
بھولی آخر وہ انھین لے اڑا۔ سیتا جی کو لیکے جب راون اڑا تو انکی زرد ساری
کا آنچل ہوا مین اڑنے لگا۔ اُنکے ہر ہر عضو کا گویا دمکتا ہوا رنگ دمکتے ہوئے
سونے کی طرح چمکا۔ وہ شریف رانی ایسی تیز شعاعون سے چمکی کہ آنکھ نہین ٹھہرتی تھی
اور معلوم ہوتا تھا کہ بادل مین بجلی تڑپ رہی ہے۔ دیو کے سیاہ اور کالے ڈھیلے
ہاتھ پاؤن کے ساتھ سیتا جی کا نور بس یہ معلوم ہوتا تھا کہ پہاڑ کی کمر مین آگ کا پٹکا
بندھا ہوا ہے۔ گود کا بیلی کا ہار جو سیتا جی کے سر پر تھا اُسمین سے پھول کی پنکھڑیان
ٹوٹ ٹوٹ کے اور ایک ایک کرکے راون کے بدن پر گرتی جاتی تھین۔ [illegible]
چھٹنے اور اُنکے ساتھ تمام عیش و عشرت کے چھٹنے کے صدمہ سے سیتا جی اپنے
پیارے اور اُداس چہرے کو چنڈال اور زبردستی سے عزت کرنے والے دیو کے
آغوش سے نکالے جھانکتی جاتی تھین۔ آہ! بس اسی طرح ساون بھادون مین
اُجلی اور نکھری روشنی والا چاند کالی کالی گھنگھور گھٹاؤن کو چیر کے جھانکا کرتا ہے۔

راقم — محمد عبد الستار۔

از فرنگی محل — لکھنؤ۔

دوافخانہ محمد عبد الغنی دہلوی
کارخانہ محمد عبد الرحمن مقام لکھنؤ گلی پارچہ
پنجاب
نیپال
کشمیر
مدراس
بمبئی
میسور
آسام
COLONIAL
AND INDIAN
EXHIBITION
LONDON
1886
پان میں کھانے کا خوشبودار تماکو

دلگداز

نمبر ۱۱ - بابت ماہ - نومبر ۱۹۱۰ء جلد ۱۴

مرتبہ

خادم قوم محمد عبد الحلیم شرر مہتمم دلگداز

دلگداز پریس مین چھپکر

لکھنؤ جھوائی ٹولہ سے شائع ہوا

اسلام اور تھیٹر

فی الحال یہ بحث پیش ہے کہ اسلام کو تھیٹر سے کیا تعلق ہو سکتا ہے۔ اور بزرگان دین کا بہروپ بھر کے ایکٹروں کا ناٹک کے اسٹیج پر آنا اسلامی پبلک کی نظر میں کیسا ہے۔ یہ مخصوص بحث تو جہان تک نہ چھیڑی جاتی وہین تک اچھا تھا۔ اسلیے کہ کوئی مسلمان اس بحث پر کچھ لکھنے کے لیے قلم ہاتھ مین لینے کے بعد اپنے ہوش مین نہین رہ سکتا۔ ہم اس وقت لکھ رہے ہین اور ہماری آنکھون مین خون اترا ہوا ہے جو ہمارا قلم آگے نہین بڑھنے دیتا ہے اور ہمارے دماغ سے نیک و بد تمیز کرنے کی حس زائل ہوئی جاتی ہے۔ بعض اسلامی ہمعصرون نے اس معاملے مین نہایت قیمتی اور پُرجوش مضمون لکھے ہین۔ اور ان ملاحون کو اسلامی دینی حمیت کا نہایت اچھا سبق دیا ہے جو حیرت سے پوچھتے تھے کہ مسلمانون کو اسپر کیون طیش آگیا۔

تھیٹر کیا چیز ہے؟ اس سے پہلے تو ہم اسی قدر جانتے تھے کہ رؤسا کی شادیون اور اکثر عام خوشی کی تقریبون مین ذلیل بھانڈ کسی خوبصورت لڑکے کو لاکے نچاتے ہین۔ اور اسکے ناچ کے درمیان مین کبھی کبھی وہ سامنے آکے کوئی مسخرہ پن کا واقعہ بیان کرتے یا کسیکا بہروپ بھر کے ادنی طبیعت والے رئیسون اور بچون کو ہنسی کے مارے لٹا دیتے ہین۔ ہمارے قدیم ایکٹرون کے ایکٹر یہی لوگ تھے۔ یہ عام ہندوستانی سوسائٹی مین نہایت ذلیل سمجھے جاتے تھے اور کوئی مہذب شخص ان لوگون کو اپنے پاس بٹھانا بھی جائز نہ سمجھتا تھا لیکن باوجود اس ذلت کے انکا جوش مذہبی مشہور تھا۔ چنانچہ [illegible] پیشتر کے مسلمان بھانڈون کا یہ واقعہ ہندوستان کے ہر بچے کو یاد ہے کہ ایک مرتبہ کسی غیر مذہب رئیس کے ہان کوئی خوشی کی تقریب تھی۔ بھانڈون کا قاعدہ ہے کہ جسکے ہان جاتے ہین پہلے اسی کی نقل کرتے ہین۔ شاید اسی امر سے ناراض ہو کر رئیس نے

کس وجہ سے صاحب خانہ رئیس نے ان لوگون سے فرمائش کی کہ اپنے پیغمبر و اُنکے دوستون کی نقل نہین کرتے" اسلامی حمیت ان نقالون کے دلمین ہی کسی قدر ضرور رہنا چاہیے تھی۔ اُنکو یہ متعصبانہ فرمائش سُنکے ملال بھی ہوا ہوگا۔ لیکن اس ملال کو اُنھون نے نہایت خوبصورتی سے مخفی رکھ کے تیوری پہ بل نہ آنے دیا اور عرض کیا کہ "بہتر۔ مگر آپ کچھ تلوارین اور نیزے منگا دیجیے" خود فراموش رئیس اسپر بھی نہ سمجھا اور اُسنے اسلحہ منگوا دیے۔ اس سامان کے ملتے ہی بھانڈون نے اپنا دلی جوش پورا کرنے کے لیے نہایت ہی خونخوار پارٹ شروع کر دیا۔ ایک شخص (معاذاللہ) محمد رسول اللہ صلعم بنا۔ باقی سب اُنکے وفادار اور جان نثار صحابی بنے۔ مصنوعی پیغمبر آخرالزمان نے تبلیغ رسالت کر کے اپنے پیرؤون کو حکم جہاد سُنایا۔ اتنا سنتے ہی سب تلوارین کھینچ کھینچ کے اُٹھ کھڑے ہوے۔ جسکے بعد اُن سینہ زور پیغمبر صاحب نے حملہ کا آخری حکم دے دیا۔ اور وہ اسلامی (مصنوعی) لشکر جو اُسوقت تک ایک شام فائٹ (جنگ مصنوعی) کا تماشا دکھا رہا تھا سچے مجاہدین کا گروہ بنگیا سبھون نے چارون طرف سیر دیکھنے والے اہل مجلس پر حملہ کیا اور دم بھر مین سب کو مع اہل خانہ رئیس کے کاٹ کے ڈالدیا۔ گذشتہ جس ایک اسٹیج پر پیغمبر آخرالزمان کا ہجو دیکھنے کی فرمائش کی گئی تھی اُسکا یہ نتیجہ ہوا اور اسی لیے ہم کہتے ہین کہ ہمارے متعصب انگلش دوستون کو اگر پیغمبر آخرالزمان کا ناٹک دیکھنا ہے تو خود ہمسے بلا کے کہین اور دیکھین کہ ہم کیسا اچھا اور کسقدر سچا پارٹ کرتے ہین۔ ایسا پارٹ جسکو دیکھ کے انہین کچھ مزہ بھی آئے اور وہ انیسوین صدی کا ناٹک صرف لندن والون کا تفریح گاہ ہی نہ رہے بلکہ خود محمد صاحب کی لائف کی طرح ایک تاریخی یادگار کی حیثیت حاصل کر سکے۔

اب ہم یہ بتاتے ہین کہ ڈراما کی ابتدا کس وقت سے اور کیونکر ہوئی۔ انگریزی مورخین کے نزدیک اسکے بانی اور موجد یونانی بت پرست ہین۔ اگرچہ ہندؤن کو بھی اپنی جگہ پر اسکی ایجاد کا دعوی ہے۔ مگر چونکہ یونانیون کے ڈراما کا حال زیادہ تفصیل کے ساتھ معلوم ہو سکتا ہے لہذا ہم پہلے یونانیون سے بحث کرتے ہین پھر ہندؤن کا ذکر کرینگے۔

مسلم ہے کہ سب سے پہلے جمہوری سلطنت یونان مین قائم ہوئی تھی جمہوری سلطنت کے اصول کا اصلی مقتضی یہ ہے کہ تمام اہل ملک خوش رکھے جائین۔ یہ غرض بغیر ڈراما کے اور کسی طرح حاصل نہین ہو سکتی تھی بس نہین ضرورتون کی وجہ سے ڈراما یونان مین پیدا ہوا۔ اور برابر ترقی کرتا گیا۔ اگرچہ ڈراما کو زیادہ عروج خاص ایتھنز والون کے ہاتھون حاصل ہوا۔ اُسکے اصلی موجد ڈوریا والے ہین جنہون نے سب سے پہلے اسکی بنا ڈالی۔ اور ابتدا انہی کی دونون قسمین ٹریجڈی (حسرت) اور کامیڈی (خوشی) ڈوریا والون کی ریاستون پلاپونیسس (جو مقام فی الحال موریا کے نام سے مشہور ہے) مین مروج ہوئین۔ اور اسی وجہ سے ایٹیکا کی ٹریجڈی مین گانے والون کی چوپائی جو ڈراما کی اصلی بنا تھی ڈوریا والون ہی کی لغت مین لکھی جاتی تھین۔ یہین سے پتہ لگتا ہے کہ اہل ایتھنز نے ڈراما کو ڈوریا والون ہی سے لیا تھا۔

ابتدائی عہد مین دونون مذکورہ اقسام ڈراما کی ایجاد یون ہوئی کہ انہین کے ذریعے سے ڈایونیسس (شراب کے دیوتا) کی پرستش کیجاتی تھی اور دونون مین ایسا فرق نہ تھا جیسا آج ہے۔ بلکہ اس عہد کا فرق ایسا تھا کہ گاؤن اور دیہاتون مین ڈایونیسس کی پوجا کامیڈی کے ذریعے سے کیجاتی تھی اور شہرون مین ٹریجڈی کے ذریعہ سے مگر اُس ٹریجڈی مین کوئی غم و حسرت کی بات نہ ہوتی تھی ٹریجڈی مین ایک قسم کے ایکٹر بنا کرتے تھے جو سٹائرس کہلاتے تھے۔ اور وہ بکریون کی قطع اور وضع مین اسٹیج پر آکے ڈایونیسس کے بھجن گاتے تھے اور ناچتے تھے۔ اسکے خلاف کامیڈی مین جو ایکٹر اسٹیج پر آتے تھے وہ مسخرہ پن کرتے تھے اور ہنستے اور ہنساتے تھے وہ تماشا دیکھنے والون پر پھبتیان کہتے اور آوازے کستے تھے۔ اسکے بعد دونون قسم کے ڈراما کو تدریجاً ترقی ہونے لگی۔

ٹریجڈی کو اسوقت سے ترقی ہوئی جب سے اسمین غزلین گائی جانے لگین۔ ان غزلون مین اکثر مضامین حسرت ہوتے تھے یعنی ڈایونیسس دیوتا کے مصائب کا ذکر اور رویا جاتا تھا اور اسوقت سے حسرت و اندوہ کے خیالات ٹریجڈی کا جزو لازمی ہو گئے۔ غزلین اسطرح گائی جاتی تھین کہ پچاس آدمی ملکے ڈایونیسس کی قربانگاہ کے گرد کھڑے ہوتے تھے اور آوازین ملاکے گاتے تھے۔ اس عہد کے بعد کا قصہ

مین ایک شخص پیدا ہوا اریان اُسنے اُن غزلون مین اور ترقی پیدا کی -
ہوتے ہوتے وہ زمانہ آیا کہ پائی سسٹریٹس بادشاہ کے زمانے مین تھسپیا
نے اسی ڈراما کو ترقی دلانے مین ناموری حاصل کی معمولی ایکٹر جو پیشہ سے معین
چلے آتے تھے - اُنکے علاوہ تھسپس نے ایک نیا ایکٹر ایجاد کیا - اور یہ طریقہ ہوگیا کہ
تین ٹریجڈیان ایک ہی غرض کی لحاظ تھین اور اُنکے بعد ایک نقل ہوتی تھی - اور ڈراما
انہین اصول پر چلا آتا تھا - یہان تک کہ قبل مسیح ۵۲۵ء مین اسکیلس پیدا ہوا - اس شخص
نے ڈراما مین بہت زیادہ ترمیم کی اور اسنے گویا ڈراما کی ایجاد کا وصف ڈوریا والون سے
چھین کے اتھینس والون کو دے دیا - اسکی اس اتھینس کی ٹریجڈی کا موجد مانا گیا ہے
اسنے اول تو تھسپس کی طرح ایک نیا ایکٹر اضافہ کیا - علاوہ برین ڈراما کی یہ حیثیت آرائی
جو آج ہمین نظر آتی ہے یہ اسکیلس ہی کی ایجاد ہے اسلیے کہ رنگ آمیز پردے
ایکٹرون کا بیش قیمت اور زرق برق لباس اُسی کا ایجاد ہے جسکی وجہ سے ڈراما
رونق کے علاوہ اثر کو بہت کچھ ترقی ہوگئی - پھر حضرت مسیح سے ۹۵ برس پہلے سفاکلیز
پیدا ہوا - اسنے بھی اپنے ڈراما مین ایک ایکٹر بڑھایا اور گویا یونانی ڈراما کی تکمیل کر دی
قبل مسیح ۴۸۰ء مین یوری پائڈیز پیدا ہوا تھا اُسنے مذہب اور یوچالی اغراض سے عام
کرکے ڈراما مین اخلاقی معاملات شامل کیے تھے - جس سے بیان کیا جاتا ہے کہ ڈراما عام
ہوگیا تھا - مگر اتنا ضرور ہوا کہ جذبات اور اثر کو بہت کچھ ترقی ہوگئی -

یہ تو ٹریجڈی کا حال تھا - اب کامڈی کا حال سنیے قدیم کامڈی کو ابتدا کریٹیس نے
ترقی دلائی جسنے شاہ پریکلیس کے زمانے مین شہرت پائی تھی - اسکے بعد ارسٹوفینیز
نے جو کامڈیان مرتب کی تھین وہ یا تو پولٹیکل تھین اور اُنکے ذریعے سے ممتاز و سرآوردہ
لوگون کی نقلین کی جاتی تھین جنمین ظرافت کا بہت زیادہ حصہ ہوتا تھا یونان کے عہد
وسطی مین جو کامڈی مروج تھی اُسمین گانے والون کی چوکیان نذر کر دی گئی تھین اور
شخصی نقلین بھی اڑا دی گئی تھین - یونانی کامڈی اسی وضع پر رہی اور یونان کے عروج
کا زمانہ آخر ہوگیا - یہان تک کہ فلیمن (جو ۳۶۰ برس قبل مسیح پیدا ہوا تھا) اور مننڈر
(جو قبل مسیح ۳۴۲ء مین پیدا ہوا تھا) ترقی کے اسٹیج پر نظر آئے - انمین پچھلا شخص مقدونیہ
کے زمانہ عروج کا بہت بڑا نامور شخص تھا - ان دونون نے مصر سلطنت سمجھ کے ڈراما مین

(شاہین جواری اور وفادار بیوی) اس ناٹک کی بھی نہایت قدر کی گئی۔ اور
زمانے نے اسکو بہت زیادہ شہرت دی خصوص اسوجہ سے کہ فارسی کے
معجز بیان اور فاضل شاعر فیضی فیاضی نے اُسکا ترجمہ نظم فارسی مین اس خوبصورتی
اور عمدگی سے اور ایسے شاندار الفاظ مین کیا کہ تمام فارسی مثنویان اُس کے
سامنے دب گئین۔

باوجود ان سب قصون کے اس امر کے خیال کر لینے کا نہایت آسان موقع ہے
کہ ہندوان نے بھی ناٹک کی بنا ابتداءً مذہبی پیرائے ہی سے لی ہوگی۔ اسلیے کہ رام
لیلا اور کرشن لیلا جو ہندون کے قدیم مذہبی کھیل بلکہ ذرائع عبادت ہین یقیناً
اُنکی بنا کالیداس اور دیگر شعرا سے پہلے پڑی ہے۔ کالیداس اور جن شاعرون نے
جو کچھ لکھا ہے اگرچہ اسکے پلاٹ مصنفون کی ذہانت کے شاہد ہین مگر ماخذ سب کا
وہی مذہبی ڈراما ہین جو ہندون کی عبادت مین داخل تھے۔ اور جنکے ذریعے سے
قدیم نامورون کی زندہ مورتین ہند مین بنا کے پرستش کیجاتی تھی۔

رومیون نے بھی ڈراما کو یونانیون سے سیکھ کے اپنی بت پرستی کی رسوم مین شامل
کر لیا تھا اور اطالیہ مین بھی حضرت مسیح سے پہلے یہ ڈراما بتون کی عبادت کا کام
دیتے تھے۔ بہرحال اسمین کوئی شک نہین کہ ڈراما کی ایجاد جہان کہین ہوئی ہو خواہ
یورپ مین یا ایشیا مین لیکن اُسکی بانی بت پرست قومین اور اُس کی غرض صرف
بت پرستی تھی۔

ان قدیم عہد کی ترقی یافتہ قومون اور موجودہ یورپ کے درمیان مین صرف
ایک مسلمان تھے۔ جنھون نے پہلی قومون سے اصول ترقی کو حاصل کیا تھا لیکن
مسلمانون کے خیالات ہر عصر اور ہر عہد مین دین کے تابع اور پابند رہے۔ نیز
اُسوقت جب وہ تلوارین ہاتھ مین لیے فتوحات کا سیلاب بہا رہے تھے۔ اور نیز
اُسوقت جب وہ علوم کو اپنی مذہبی زبان مین لا رہے تھے اور ترقی و تہذیب
کے دریاؤن کی شناوری مین مشغول تھے۔ اُس حالت مین بھی جب وہ مفلس اور
محتاج تھے اور اُس حالت مین بھی جب وہ دولتمند تھے اور عیش و عشرت کے
جام اطمینان کے ساتھ نوش کر رہے تھے۔ اُنھون نے کسی وقت اور کسی

عبادت مین دین کو نہ چھوڑا - لہذا یونانیون اور اپنے سے پہلی تمام ترقی یافتہ
قومون سے اُنہون نے جو کچھ حاصل کیا وہ وہی تہا جو دین اسلام کے خلاف
نہ تہا مصوری اگرچہ ایک عمدہ اور دلچسپ فن تہا اُنہون نے اُسکو بالکل
چھوڑ دیا - موسیقی جو بت پرستون کے عبادات مین داخل تہا اور جو بت پرستون
ہی کی تقلید مین اب چرچ آرگن (گرجہ کا باجہ) اور درویشون کی تانون کے
پیرایے مین نمودار رہا ہے اُسکی طرف بہی مسلمانون نے توجہ نہین کی محض اسلیے کہ
اُنکے ہادی برحق نے اُنہین اس فن سے قطعاً روک دیا تہا -
بخلاف عیسائیون کے انہون نے شریعت موسوی کی کوئی قدر نہین کی - اور ہمیشہ اُنکے
اعتقادات مین بت پرستون کی رسمین حضرت مسیح کی تعلیمات پر غالب آگئین خود آنحضرت
صلعم کے عہد مین عیسائیون نے اپنے کلیساؤن کو بتخانون کی نقل بنا دیا تہا جسطرح
منروا کی مورت اتہینز کے بڑے مندر مین تہی - اور جسطرح رادہکاجی کی مورت ہندون
کے اکثر دیو مندرون مین ہوتی ہے اُسیطرح حضرت مریم کی مورت اُنکے کلیساؤن مین گئی
یورپ کے مسیحیون نے ترقی یافتہ قومون کی کوئی لغو بات نہ تہی جو نہ حاصل
کی ہو - اس سے زیادہ کیا ہوگا کہ یونانیون اور رومیون کی دیوبانی جسپر اُنکے کفر
اور بت پرستی کی بنا تہی اُسکو بہی مسیحیون نے نہ چھوڑا - ایلیڈ اور اوڈسی ہومر (جو اصل مین
یونانیون کا الہامی ہے) کی تصانیف بہی آج تک دنیا کے قیمتی ہی نہین واجب التعظیم
مستند ہین - لندن کے بازارون مین جوو کی جو یونانیون کا دیوتا ہے آج قسمین کہائی
جاتی ہین -
بے شک مسلمانون اور مسیحیون مین یہ بڑا بین اور قابل غور فرق ہے کہ پہلون کا مسلک
قال (کیا کہا) تہا - اور آخرالذکر فریق کا مسلک صرف تقلیدی طور پر من قال (اسکا قول
ہے) رہا - خود پیغمبر عرب (بابی انت وامی یا رسول اللہ) نے باوجودیکہ مشرکین کی
قوم کے مقابلے مین ہمیشہ اہل کتاب کی رسوم کو ترجیح دی لیکن اہل کتاب کی بہی لغو
شہرت پسندی کی باتین ہمیشہ چہوڑ دین - جوبلی جو یہودیون کی لغو رسم تہی اور جس سے
اُنکا بہت بڑا اوچھا پن ظاہر ہوتا تہا اُسکا نام بہی مسلمانون مین نہ تہا مگر یورپ کے مسیحیون مین
یہانتک مروج ہوئی کہ خود روم کے بعض پوپون کی جوبلی یورپ کی تاریخ مین

موجود ہے

جسطرح یہ سب باتین یورپ کے مسیحیون نے لین اُسیطرح ڈراما کو بھی انگلستان کے
مسیحیون نے علمی نہین خاص مذہبی حیثیت مین یونانیون اور رومیون سے حاصل کیا
حالانکہ مسلمانون نے اُسکی طرف توجہ بھی نہین کی تھی۔

یورپ کی تاریخ بتارہی ہے کہ مسٹری یعنی راز کی باتون اور خونریزی کے واقعات کے
تماشے ایڈورڈ (بادشاہ انگلستان) کے عہد سے مدتون تک انگلستان کے گرجون
اور نیز سڑکون پر برابر نظر آیا کرتے تھے۔ اور اُنکے ذریعے سے عموماً انجیل کے قصے کہانی
جاتے تھے اور تسلیم کرلیا گیا تھا کہ مذہبی تاریخ بتانے کا یہ نہایت عمدہ ذریعہ ہے۔
جس سے صریحاً ثابت ہوگیا کہ ڈراما کو ابتداءً انگلستان کی علمی سوسائٹی نے نہین بلکہ
مذہبی مقدس گروہ نے لیا تھا۔ انگلستان کے ان پہلے ڈرامون مین پہرا تنا تغیر ہوا
کہ اخلاقی معاملات پر اثر ڈالنے کے لیے الیگری کا رواج ہوا۔ الیگری یہ چیز ہے کہ خاص
قوتین جو محسوس چیزین نہین ہین وہ استعارۃً شخص کرلیجاتین اور کوئی ایکٹر انکا
بہروپ بہرے۔ مثلاً ایک شخص وفا کے نام سے نامزد کیا جائے اور ایک دغا کے نام
سے۔ اور دونونکی رفتار علیحدہ علیحدہ دکھائی جائے۔ ان الیگری کے ڈرامون مین
پیچ اور مذاق کی باتین زیادہ ہوتی تہین۔ سب سے پہلے اس قسم کا ڈراما آٹھوین ہنری
کے عہد مین نکولس یوڈل نے تصنیف کیا جو آخر مین وسٹ منسٹر اسکول کا ماسٹر تھا۔
ڈراما کامیڈی تھا اور "رالف رائسٹر ڈائسٹر" کے نام سے نامزد تھا۔ بعد وہی ماسٹر صاحب
نے یہ ڈراما لکھ کے اپنے شاگردون کو دیا کہ وہ بہروپ بھر بھر کے اسکا تماشا دکھائین۔
جسکے ذریعے سے لندن کے بہادرون اور عام باشندون کا طرز تمدن نظر آسکتا تھا۔
ملکہ ایلزبتھ کے زمانے مین ڈراما کا ذوق لوگون کے دلمین بڑہ گیا۔ اور اُسی زمانے
مین تھیٹر کی عمارتین قایم ہوئین۔ اور اصول ڈراما کی تعلیم کا ایک اسکول بھی تیار ہوگیا
اس عہد کے تعلیم پائے ہوئے لوگونمین سے بعض لوگون نے اصول ڈراما مین بہت
کچھ وسعت اور شہرت حاصل کی مگر آخر شیکسپیر کے آگے جو اسی عہد کا بلکہ انگریزون کے
نزدیک تمام اگلے اور پچھلے عہدون مین ڈراما کا سب سے بڑا مصنف تھا سبکی شہرت مٹ گئی۔
لندن کے محلہ بنکسائڈ مین جو ملکہ ایلزبتھ کے عہد کا بہت بڑا تھیٹر مشہور بہ گلوب تھیٹر تھا

اور ۱۹۰۹ء میں قائم ہوا تھا اُسکے مالکون مین ایک شیکسپیر بھی تھا شیکسپیر نے انگلستان مین ڈراما کو بہت ترقی دلائی تھی اور اُسکے بعد سے انگلستان کے اخلاق عموماً تھیٹرون کے ساتھ وابستہ ہوگئے۔ لیکن اس سے انگلستان کے اخلاق کو سخت ضرر پہونچا۔ انگلستان کی یہ اخلاقی خرابیان ہماری ہی نظر مین نہین بلکہ خود انگلستان نے بعض اوقات مین اسکو تسلیم کر لیا۔ چنانچہ کرامول کے عہد مین کامڈی کے ڈرامون کی سخت مخالفت کر دی گئی۔ اسلیے نہین کہ اُسین ظرافت اور مذاق زیادہ تھا بلکہ محض اس وجہ سے کہ اُنکی وجہ سے اخلاق پر بہت برا اثر پڑ گیا تھا اور سوسائٹی کی حالت نہایت ذلیل اور شرمناک ہوگئی تھی۔

اگرچہ آج اہل انگلستان کو اپنی سوسائٹی کے نہایت اعلی ترقی پر ہونے کا دعوی ہے لیکن دیکھنے والے سمجھ جاتے ہین کہ وہان کی تہذیب کیسی ہے ڈراما کی دو نوعین قسمین وہان آج مروج ہین۔ فی الحال کی کامڈی ہین عموماً وہ عشق و شوق کی داستانین ہوتی ہین جنکا نتیجہ حسرت وغم اور مایوسی ہے۔ کامڈی کا یہ اثر صاف ظاہر ہے واقعات عشق و محبت مین جیسی آزادی اور بزرگون کی مخالفت انگلستان کے نوجوان مردون اور عورتون مین ہے ویسی آزادی دنیا کے پردے پر اور کسی ملک مین ہمین۔ جو لوگ انگلستان ہو آئے ہین اور نیز وہان کے حالات سے ظاہر ہو رہا ہے کہ دوشیزہ لڑکیان جسقدر وہان خراب ہو جاتی ہین اُسقدر اور کہین نہین خراب ہوتین۔ زنا جتنا وہان مروج ہے ویسا کہین ڈھونڈھے نہ ملے گا۔ وحشی اور ناتربیت یافتہ بلکہ جنگلی لوگون مین عصمت و عفت ہے اور نہین ہے تو اُس تربیت یافتہ اور مدعی تہذیب قوم مین۔ یہ تو کامڈی کا اثر تھا اب ٹریجڈی کا حال سنیے۔ خودکشی جو ہر مذہب اور ہر فلسفی کی نظر مین انتہا سے زیادہ نالائق بزدلی اور بدنام کرنے والی چیز ہے وہ انگلستان مین دنیا کی اکثر قومون سے زیادہ مروج ہے۔ خودکشی کے جیسے نئے اور عجیب و غریب حادثے انگلستان مین ظاہر ہوتے ہین ویسے اور کہین نہین ظاہر ہوتے۔ بلکہ اسی مین وہان ہر خود اپنی جان دینے والا ایک نئی جدت دکھا کے دنیا سے رخصت ہوتا ہے۔ یہ ظالم بدخلقی صرف ٹریجڈی سے نمایان ہوئی ہے۔ ٹریجڈی نوجوانون کے دلمین اُس ناموری کی موت کا شوق پیدا کر دیتی ہے جو

کسی ناکام اور مایوس عاشق کو نصیب ہوئی تھی اور تھیٹر کے اسٹیج پر نظر آتی
یہ فائدے ہین جو انگلستان نے اور اُسکے ساتھ یورپ کی دوسری تربیت یافتہ
قومون نے تھیٹر سے حاصل کیے۔ اور یہ وہ ناموریان ہین جو مغرب زمین کو
ڈراما کی بدولت نصیب ہوئین۔ کیا اسکے بعد بھی کوئی کہ سکتا ہے کہ ڈراما کوئی بد
چیز ہے؟ سچی اور نہایت ہی حق پر ہے شریعت اسلامیہ (علی صاحبہا الصلوۃ والتحیۃ)
جو بتاتی ہے کہ تمام اس قسم کی لغو چیزین اور کل ایسے بیہودہ کھیل ناجائز اور خدا کو
اُس خلاق عالم کو نہایت ناپسند ہین۔

افسوس! اور صد ہزار افسوس! کہ وہی پیغمبر برحق وہی ہادی مطلق۔ جسنے ان لغو
افعال کو حرام اور ناجائز بتایا۔ ایک جمہور نقال۔ ایک ذلیل ناچنے والا اُس کی
صورت بنکے اسٹیج پر آئے۔ اُسکی زبان کٹ جائے اگر وہ ایسا دعوی کرے۔ وہ
مقام ونہس جائے جہان اُسکے منحوس قدم آئین!

علاوہ بریں اس ڈراما مین صرف اتنی ہی خرابی نہین کہ اُسمین ایک ذلیل شخص
پیغمبر عرب کی صورت بنکے اسٹیج پر آنے کا۔ نہین بلکہ اُسکے ساتھ ہمارے پیغمبر محمد صاحب کی
توہین بھی کیجائے گی۔ وہ واقعات دکھائے جائینگے جنکی نہ کوئی اصلیت ہے۔ اور
نہ جنکو ایک محمد رسول اللہ صلعم کے ایسے شخص کی شان سے کوئی مناسبت ہے۔

ابھی تک صاف صاف نہین معلوم ہوا کہ اس ڈراما کا اصلی پلاٹ کیا ہے۔ مگر ہان جسقدر
اشارۃً معلوم ہو سکا اُسکا ماحصل یہ ہے کہ ایک ایکٹر محمد صلعم بنکے آئے گا اور ایک
ایکٹرس آنحضرت کی پیاری بی بی جناب عائشہ صدیقہ کا پارٹ کریگی۔ مصنوعی آنحضرت
دعوے کرینگے کہ مین افضل الناس۔ افضل البشر۔ بلکہ افضل الخلق ہون۔ عائشہ صدیقہ
دعوی کرینگی کہ نہین یہ جوہر خاص جناب مسیح کا ہے۔ اور فضیلت کا تاج اُنہین کے سر پر
ہے۔ آنحضرت مین اور جناب صدیقہ مین بہت دیر تک بحث ہوگی اور وہ بحث بہت
طول کھینچے گی۔ آنحضرت ہر پہلو سے اپنی فضیلت ثابت کرینگے۔ اور صدیقہ ہر پہلو سے
اُسکی تردید کر دینگی۔ آخر وہ فرضی آنحضرت صاحب ہار مین عاجز آکر خودکشی کر لینگے
اور اس ٹریجڈی کی حیثیت سے یہ ڈراما تمام ہوگا۔

یہ مضمون ابھی ناتمام ہے۔ باقی حصہ دسمبر کے پرچہ مین شائع ہوگا۔ اسوجہ سے یہ مضمون

دو نمبرون پر تقسیم کر دیا گیا - پہلا نمبر ہم یہین پر تمام کرتے ہین دوسرا نمبر ناظرین آئندہ دیکھین گے -

رامائن کے بعض سین

افسوس رامچندر جی اپنے شکار گاہ مین اپنی بہادری کا تماشا دکھاتے رہے اُنکا اُس صحرا مین ایسا دل بہلا کہ اُنکو آنے مین دیر ہوئی اور راون اُنکی جان سے زیادہ پیاری سیتا کو زبردستی لے اُڑا اب دیکھنا چاہیے کہ سیتا جی کے غائب ہوجانے کے بعد رامچندر جی کا کیا حال ہوا - فرض کرو کہ وہ شکار گاہ سے پلٹ کے اپنی منڈہیا آتے ہین - اپنی معشوقہ اپنی نازنین سیتا جی کو غائب پاتے ہین - آہ - ماں باپ - بہن - اور دوستون کے چھٹنے کا صدمہ انہون نے برداشت کر لیا مگر یہ ایسا سانحہ تھا کہ اُنکے ہوش جاتے رہے - اور اُنکے تحمل دل پر ایک دیوانگی کا عالم طاری ہوا اس موقع کا سین سنسکرت کا سحر بیان شاعر والمیکی جس خوبصورتی سے دکھاتا ہے وہ دیکھنے کے قابل ہے - وہ کہتا ہے :

تب رامچندر جی اپنی پیاری سیتا کی دلربا صورت دیکھنے کے آرزومند عشق کے جوش مین تیز تیز قدم اُٹھاتے ہوے چلے اور اپنی منڈہیا مین آئے لیکن ہاے او وہ دلربا نازنین اُنہین منڈہیا مین نہ نظر آئی - پھوس کا جھونپڑا خالی اور سنسان پڑا ہوا تھا یعنیہ اُس نہر کے مثل جسپر جاڑے کا پالا پڑ رہا ہو - اور اُسکی کوکابیلی کا سارا جوبن اُس ظالم موسم کے ہاتھون لٹ گیا ہو - رامچندر جی نے بے قراری کے ساتھ اپنی دلربا کو ادہر اُدہر ڈہونڈ ہا - پکارا - مگر جواب مین کوئی آواز نہ آئی - صدائے برنخاست سوا ایک ہلکی ہلکی سنسناہٹ کے جو درختون کی ٹہنیون کے ہلنے سے محسوس ہوتی تھی اُس نازنین پاکدامن کی منڈہیا کے گرد حسرت زدگی کے غم مین ہر درخت - ہر چیز ہر پھول رو رہا تھا - جنگل کی دیویان اور دیوتا سایہ دار جھنڈون مین بیٹھے آہ سرد بھر رہے تھے -

بیتابی کے جوش مین رامچندر جی نے اپنی آواز بلند کی اور پکار پکار کے کہنے لگے

"میری پیاری کہاں ہے؟ مرگئی؟ اُسے کوئی میرے پہلو سے چھین لے گیا؟ یا اس سبزہ زار میں پھول چنتے چنتے بھٹک کے کہیں دور نکل گئی؟ یا پانی بھرنے کو دریا کے کنارے گئی ہے؟" رامچندر جی کسی ایسے شخص کی طرح جسکا دماغ پھر گیا ہو گرد کے جنگل اور مرغزار میں مارے مارے پھرتے تھے اور مجنونانہ جوش سے ایک بالکل بے فائدہ جستجو میں مشغول تھے۔ اس آبشار سے اُس آبشار پر۔ اس پہاڑ سے اُس پہاڑ پر۔ ہر سبزہ زار کی تلاشی لیتے تھے۔ اور ہر درخت سے پوچھتے تھے "اے اکاشیہ+! مجھے میری مہ لقا کا پتہ بتا دے جو تیرے پھولوں کو بہت پسند کرتی تھی۔ تو نے اُسے دیکھا تو نہیں ہے؟ زرد ساری باندھے ہے اور اُسکی صورت تیرے پھول کے گچھوں کی ایسی پیاری پیاری ہے۔ اگر تو نے میری اُس پیاری کو دیکھا ہے تو بتا دے۔ اے بیل کے درخت جسکے سنہرے پھل میری دلربا کے جوبنوں کی طرح گول گول ہیں تو چپ اور خاموش کیوں کھڑا ہے؟ تو گونگا کیوں ہو گیا؟ تیرا سایہ تسکین بخش ہے۔ تیرا تو کام ہے کہ تو غم کو دفع کرے پھر کیوں نہیں بتاتا؟ بتا کہ میری معشوقہ کہاں ہے؟ ای تیزپات جسکے سنہرے اور آبدار آویزے لٹک رہے ہیں بتا کہ میری سیتا کس سائے میں جلوہ گر ہے۔ اے آم اور تاڑ کے درختو۔ اور چنبیلی اور گلخیرو کے پھولدار پودو تم بتاؤ میری پیاری وہ نرم اور لمبے گیسوؤں والی کہاں ہے؟ شاید ایسا ہوا ہو کہ میری وہ غزال چشم نازنین ہرنوں کے ساتھ کھیلنے کے لیے کسی جھنڈ کی جھکی ہوئی شاخوں کے نیچے گئی ہو اور کہیں بھٹک گئی ہو۔ ہاں ہاں پیاری میں نے تمہیں دیکھ لیا۔ چلی آؤ۔ بس اب جھنڈوں میں چھپنے کی کوشش نہ کرو نکل بھی آؤ۔ اچھا نہیں تو بول ہی دو۔ اے کنول کی ایسی آنکھوں والی رانی۔ اب چھپنے سے کیا فائدہ۔ میں تمہیں دیکھ رہا ہوں۔ تم میری آنکھوں سے غائب نہیں اب بھاگنا بیکار ہے۔ اگر مجھے چاہتی ہو تو ٹھہر جاؤ۔ میری پیاری سیتا ٹھہر جاؤ۔ بس بس۔ یہ بے رحمی کا کھیل ہو چکا۔ جھربیری کے جھنڈ میں میں تمہاری ساری کو اُڑتے دیکھ رہا ہوں۔ میری پیاری اب ٹھہر جاؤ۔ مجھپر ترس کھاؤ
ہائے! وہ مرگئی! اُسکے مچھے گُندھے اور کچلے ہوئے اعضا کسی پھرنے والے دیو یا کسی

+ اکاشیہ کوئی پھولدار درخت ہے جسکو ہم نہیں سمجھ سکتے۔ مترجم

خونخوار درندے کی غذا ہوگئے! وہ چاند کے ایسے گورے گورے رخسار مراد جھلکاتی ہوئی روشن جبین ناز! وہ لال لال ہونٹھ! وہ جھلکتے ہوئے انت! ہائے اب وہ سب کہان ہین؟ وہ اپنے نرم نرم چمکتی ہوئی ٹھنڈون کے ایسے ہاتھ پاؤن سے پھیلتی ہوگی اور بیکسی کے عالم مین کسی مددگار کو چیخ چیخ کے اور چلا چلا کے پکارتی رہی ہوگی اور کوئی اُسکی مدد کو نہ پہونچا ہوگا! افسوس - میری پیاری معشوقہ مار ڈالی گئی - ہائے مین تجھے دنڈکبن مین تنہا چھوڑکے کیون گیا! اسی لیے کہ دیو آئین اور تیرے نازک جسم کو پھاڑ ڈالین؟ اے میری جان! ہائے میری جان! میری سیتا کھوگئی! اب مین نہ جیون گا - ہجوم غم و الم سے اُس آنے والے دوسرے عالم کا رستہ لونگا - وہان آج میرے پتا - مجھے وہان دیکھینگے - اور نہایت غضبناک ہوکر پوچھینگے "کیون بدعہد رام یہان کہان؟ تیرا دھرم کیا ہوا جو تجھ بدبخت نے وقت مقررہ سے پہلے جلاوطنی کی مدت تمام کردی؟ وہ کرے خبیں جاہیے تھا کہ میری پیاری رانی اٹھکیلیون کی چال چلتی ہوتی کیا انھین خالی دیکھنے کے لیے اب مین اس جلاوطنی سے واپس جا سکتا ہون لوگون کے یہ آوازے سننے کے لیے کہ تف ہے اُس ملعون پر جو بچا نہ سکا - یا مرنہ گیا - ودیہا کے راجہ کو مین کیا منہ دکھاؤنگا؟ اُس نازنین کے باپ کی وہ حالت کہ ہجوم غم سے سناٹے مین آگیا ہو منہ سے آواز نہ نکل سکتی ہو کیونکر دیکھ سکونگا؟ ان ہونٹھون سے اُسکے سامنے یہ سارا حال کیونکر بیان کیا جاے گا؟ بھلا یہ آنکھین ایسا چونک پڑتا نعش کھانا - اور گرپڑنا دیکھ سکین گی؟ ہائے! اب مجھے یہین پڑا رہنے دو اپنے تیر رودونگا اور روتے روتے جان دیدونگا - پیارے بھائی! تم اُس پیارے وطن یعنی اجودھیا مین چلے جاؤ - بھرت سے میری طرف سے محبت آمیز و ادب سلام کے بعد کہنا رام نے کہا ہے اُس دیس کا پاٹ تمھین مبارک رہے - تم راج کرو - اور تمھین اسکے لائق ہو - یہ کہکر دست بستہ ادب کے ساتھ نرم اور بے بسی کے الفاظ مین میری ماں اور ماتون سے سیتا کا اور میرا افسانۂ غم بیان کردینا"

والمیکی نے رامچندر جی کی بے قراری کا حال اسقدر بیان کرکے ایک خاص سین دکھلایا ہے جس سے نہایت خوبی کے ساتھ اُسکے شاعرانہ کمال کا اظہار ہوتا ہے - وہ دکھلاتا ہے کہ

* متھلا کے راجہ سیتا جی جنکی راج کنواری تھین - مترجم

اسکے بعد جو موسم بہار آیا اُسمین رام چندر جی کا کیا حال تہا - اس سین کے دکہانے سے اُسکی یہ غرض ہے کہ گذشتہ موسم بہار جب - رامچندر جی باغ قدرت کی دلچسپیان دکہا دکہاکے اپنی نازنین معشوقہ سیتا جی کا دل بہلا رہتے تھے اور یہ دوسرا موسم بہار جب اُنپر ہجران نصیبی کی کڑی گہڑیان گذر رہی تہین دونون کا مقابلہ کرکے دنیا کے نشیب و فراز کی دونون دلچسپ تصویرین دکہا دے - آہ ! اب اُن کے پہلو مین اُنکی دلربا نازنین نہین - لہذا وہ باغ عالم کی نیرنگیان دکہاتے وقت اپنے ہمدرد اور غم کے شریک بہائی لکشمن جی کی طرف متوجہ ہوتے ہین -- اس سین کو والمیکی ان الفاظ مین ظاہر کرتا ہے :-

بہائی اُس جہیل کو دیکہتے ہو جو پامپا کے کنارے رتیلی زمین پر چلا گیا ہے اور اُن درختون کو دیکہا جو دیوون کے ایسے قوی ہیکل ہین اور بڑے بڑے سر اُٹہائے پہاڑون کی طرح کہڑے ہین - آہ ! یہ کیا مزے کے دن ہین جو انون کے دل مین یہ دن شوق کی آگ بہڑکا دیتے ہین - یہ وہ زمانہ ہے جبکہ باد نسیم کے ہلکے ہلکے زخم دلپر مرہم کا کام کرنے والے جہونکے جنگل مین مہک اُٹہنے والی اُس خوشبو کو چارون طرف پہیلا دیتے ہین جو انسان کے دل پر اپنا قبضہ کرلیتی ہے - جسطرح برکہا مین گہنگہور گہٹائین مینہ برساتی ہین اُسیطرح خنک اور خوشگوار ہوا اس موسم مین ہر جگہہ پہولونکی جہڑی برسا دیتی ہے - لو اسوقت ہی دیکہ لو - بہائی مین تمسے ابہی باتین ہی کررہا ہون اور میرے سر کو ان جہڑتے ہوے پہولون نے چہپا دیا - جنگلی شہد کی مکہیون کے راگ پر نسیم سحر کسطرح اتہلا اتہلا کے ناچ رہی ہے اور گت بہر رہی ہے - اسکے جہونکون نے سبزہ زار کے آبشارون سے خنکی حاصل کی ہے اور صندل کی خوشبو کو اپنے بازو پر سوار کرلیا ہے - بہائی - ذرا ادہر دیکہو - یہ جہکے ہوے درخت کیسے گہنے اور گنجان ہین اُنکی سبزی مین آسمان کی نیلگونی کا کوئی دہبہ کبہی تو نہایت ہی مشکل سے نظر آتا ہے - اور ہان اُدہر وہ تیز پات کی بہار ہی دیکہتے ہو ؟ بس بعینہ جیسے کوئی جہلکتے ہوے سونے مین منڈہا ہوا دیو آہ ! اسے خوش نصیب موسم بہار چڑیان اپنے خوشی کے چہچہون سے تیرا استقبال کررہی ہین - آہ ! اسے خوشی کے زمانے سب کے لیے - لیکن میرے لیے نہین - کیونکہ اسے میری بڑی بڑی رسیلی انکہڑیون والی پیاری نازنین مین تجہسے جدا اور

بہت دور مارا مارا پھر رہا ہوں اور کوئل جب اپنی بلند اور دلون پر اثر کرنے والی
کوکو - اپنی جوش مسرت - اپنی آزادی - اور اپنی آرزو سے جسکو ابتداے موسم بہار
دلون مین پیدا کر دیا کرتی ہے اپنے دوسرے ساتھی کو خوش کرتی ہے اُس وقت
مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے اور یہ دہوکا ہوتا ہے جیسے مجھ تنہا حسرت زدہ - اور
حرمان نصیب کو پکار رہی ہے - دیکھو بھائی وہان جہان وہ ہنس اپنی مادہ کو خوش
خوش نیستان کے کنارے کنارے لیے پھرتا ہے ہر بشاش اور خوش و خرم چڑیا اور
اکیلی کوئی نہین - سب اپنے ہمدم و ہمدرد کے ساتھ مل مل کے خوشی کے پیچھے اُڑا اُڑا
کے نسیم بہار کا خیر مقدم ادا کر رہی ہین سب کو دیکھو - برابر خوشی کے عالم مین از خود رفتہ
ہو ہو کے کلیلین کر رہی ہین - راج ہنس لکہر فاختہ - اور شکاری چڑیان سب اپنے لطف
کے جوش مین ہین - بھائی دیکھو اس سایہ دار وادی مین مور اپنی مورنی کے گرد
زرنگار پر پھیلائے ناچ رہا ہے - اسکی ہمدم جسکے ساتھ وہ کھیلنے اور ناچنے کا عاشق ہے
اُسکو کسی دیو کا ہاتھ زبردستی چھین نہین لے گیا - بھائی وہان بھی دیکھا؟ آم کے
خوشبودار بور پر شہد کی مکھیان عاشقون کے ایسے اشتیاق کے ساتھ ٹوٹی پڑتی ہین
ہین افسوس یہ ساری مسرت خیز زندگی سامنے کا ہر پیارا منظر - ہر خوشگوار صدا
میرے کلیجے کو برمائے دیتی ہے - اور وہ گذشتہ ایام جب میتیا - اُس پری رخ غزال چشم
کے ساتھ جنت کے ایسے مزے اُڑاتے تھے اُنکی یاد ہی مارے ڈالتی ہے -

یہ سین بھی تمام ہو گیا اب اسکے بعد ہم ایک اور مختصر سین نقل کرتے ہین دیکھو سنسکرت
کا جادو نگار اور با کمال شاعر ہر موقع پر اپنی بلاغت کا جوہر کس خوبصورتی سے دکھاتا ہے
اپنے خیال کی آنکھون سے تم [illegible] تصویر دیکھ سکتے ہو تو دیکھو کہ مجنون
ان بیتابیون مین نہایت زیادہ پریشان ہے اپنی نازنین کی جستجو مین زندگی
کی ساری راحتین بھول گئے ہر پہاڑ ہر صحرا اور ہر جنگل کو چھان ڈالا - مگر کہین پتہ
نہ لگا - آخر پھرتے پھرتے یہان پہونچے ہین جہان ایک پہاڑ پر کوئی جفاکش جوگی نظر آیا ہے
اس جوگی نے تمام دنیوی علائق چھوڑ دیے ہین - اور اُس قادر مطلق کی یاد مین اس
تنہائی کے مقام پر اسکے سکونت پذیر ہوا ہے [illegible]
[illegible]

جن باتون کو ظاہر کرتا ہے انکو سنسکرت کا مجد و شعر و سخن ان الفاظ مین ظاہر کرکے تمام پہلی نسلون سے دادخواہ ہوتا ہے :-

”جب مین سامنے کے ہوادار پہاڑ پر جو اُس دشوار گذار جنگل سے ملا ہوا ہے کھڑا تہا مجھے کوئی کالی چیز گھنگھور گھٹا کی ایسی جسکو دیکھ کے دلمین طوفان کا خوف پیدا ہو بہت بلندی پر اُڑتی نظر آئی - مینے اُسمین دیو کی آگ برسانے والی آنکھین دیکھین - مینے اُسمین کسی عورت کی دل ہلا دینے والی چیخ کی آواز سُنی - تہی ہوئی اور خاموش ہوا مین سے ایک رونے کی آواز جسمین اور الفاظ کے ساتھ رام کا نام بہی ملا ہوا تہا میرے کان مین آئی - ایک قمری جسے باز نے اپنے پنجون مین پکڑ لیا ہو مجھے اُس دیو کی گود مین ہاتھ پاؤن مارتی نظر آئی - مینے پہر دوبارہ پہلے سے زیادہ وحشت ناک اور جگر خراش چیخ کی آواز سنی - اُس بے بس اور گرفتار قمری نے مجھے پہاڑ کی چوٹی پر دیکھ لیا تہا - اُسنے اپنے پاؤن کی ایک پازیب اُتاری اور اُس پازیب کے ساتھ اپنے گلے کا موتیون کا مالا دونون اُسنے میری طرف پھینک دیے - ان نشانیون کو مینے بہت اچھی طرح اور نہایت حفاظت سے رکھا - شاید اُنکے ذریعہ سے تمہین اپنی معشوقہ کا کچھ پتہ ملجاے “ اتنا کہکے وہ جوگی جلدی سے پہاڑ کے غار مین گیا اور وہ زیور جنہین بڑی احتیاط سے رکھا تہا نکال لایا - اُس پازیب اور اُس مالے کی صورت دیکھتے ہی رامچندر جی کی آنکھون سے آنسو ٹپک پڑے - اُنھون نے زیور کو پہچانا اور جوش عشق مین بیتاب ہو کے چلا اُٹھے ”آہ! سیتا! آہ! میری جان“ اتنا کہا اور غش کہا کے گر پڑے - جیسے کسی کا دم نکلجاتا ہے اور وہ بیجان ہو کے دہم سے گر پڑتا ہے -

راقم - محمد عبدالستار
از فرنگی محل لکھنو -

دلگداز

نمبر ۱۲ - بابت ماہ دسمبر سنہ ۱۹۰۹ع جلد ۱۳

مرتبہ

خادم قوم محمد عبد الحلیم شرر مہتمم دلگداز

دلگداز پریس میں چھپکر

لکھنو جھوائی ٹولہ سے شائع ہوا

دکھائے گئے ہین اُنھون نے بھی اکثرون کو بیتاب کر دیا ہوگا ہم ہمیشہ ڈرتے
رہتے ہین کہ جس مذہب کے حالات سے واقفیت نہ ہو اُمین دخل دینا اکثر
موجب ندامت ہوا کرتا ہے لیکن ہمارا خیال ہین ٹھیک یہی ہے کہ ان مضامین سے
ذریعے سے ہمین ہندو سوسائٹی مین سرخروئی حاصل ہوگی خیالی مضامین مین کہ
قسمیہ سحر اور برساتی کے مضمون اکثر حضرات نے بہت پسند فرمائے جنکے ہاتھون
ہمین خوشنودی کے سرٹیفکیٹ مل چکے ہین -

باقی رہا ناول - یہ ناول ایک ٹریجک (حسرتناک) واقعہ پر تمام ہوا ہے ہمارے
دوست خوشی کی بہت داستانین سن چکے تھے اب مناسب معلوم ہوا کہ ایک حسرتناک
داستان بھی اُنھین سنا دی جائے - محمود غزنوی کا کیرکٹر اور نیز ہندو [illegible]
جن لوگون نے اس عہد کی تاریخین زیادہ غور سے پڑھی ہین وہ سمجھ جائینگے
کہ کتنا پورا ہے - ہندوؤن کی بہادری اور نیز اُن کی جانبازی کا ثبوت بھی اس ناول
کے ذریعے سے لوگون کو اچھی طرح ملجائے گا سلطان محمود کو مورخون نے
عبارت آرائیان کرکے بالکل ایک لوٹیرا اور ڈاکو ثابت کر دیا ہے - کوئی شک نہین
کہ محمود کی حالت ہندوستان مین اس صفت سے متصف بھی جا سکتی تھی لیکن ملکی
اصلی شان اور حالت اور نیز اُس کے خیالات صاف بتا رہے ہین کہ وہ ایک بہت
بڑا فاتح تھا شاید اگر وہ یہان کی سلطنت جہین کے تخت نشین ہو جاتا اور ہندوؤن کو
بالکل تباہ و برباد کر دیتا تو اُس کی نسبت یہ لفظ کہنے کا کسی کو موقع نہ ملتا - وہ ڈاکو اس لئے
تھا کہ اُسنے ہندوؤن کو زیادہ تباہ نہین کیا - اور رحم کیا -

آئندہ سال ناول کیسا ہوگا اسکا حال ہم جنوری سنہ ۹۹ء کے دلگداز مین بتائینگے
اب صرف ہمین اپنے دوستون کو یہ بتانا باقی ہے کہ دلگداز کا انتظام کیسا رہا -
ابتدائے سال سے نومبر تک پرچہ ماہ بماہ نکلتا رہا - صرف پچھلے تین مہینون کے
پرچے بہت ہٹ گئے اور دسمبر کی آخری تاریخون تک شائع ہوئے یہی بدانتظامی ہے
جسکا الزام ہمین اپنے سر سے اُٹھانا ہے - ہمارے بعض مہربانون کو تو ایسی گھبراہٹ
ہوئی کہ اُنھون نے اخبارون کے ذریعے سے بھی چٹکیان لین اس بدانتظامی کا
الزام اگرچہ صحیح ہے لیکن ہمارے دوستون کو اتنا خیال کر لینا چاہیے کہ دلگداز

اخبار مین ہے کہ اُسکے نہ پہونچنے سے خبرون کا سلسلہ موقوف ہو جاے یا دیر مین
شائع ہونے سے خبرین پرانی ہو جاتی ہین وہ ایسے مضامین اور ایسے خیالات
پیش کرتا ہو جو ہر وقت نئے اور ہر حالت مین اپنا لطف دکھا سکتے ہین اگر کسی مرتبہ
دیر ہو جاے تو وہ معذور رکھنے کے قابل ہو دلگداز ایک ماہواری پرچہ ہے سال کے
بارہ پرچے آج تک اُس نے ہمیشہ پبلک کے سامنے خواہ جلدی خواہ دیر سے لیکن سال کے
اندر ہی اندر پیش کر دیے اسی طرح وہ ہمیشہ ذمہ دار ہے اور وعدہ کرتا ہے کہ
بارہ پرچے ہمیشہ سال کے اندر پیش کرتا رہے گا وہ پبلک کا قدردان رہے گا لیکن
مہربان پبلک جو قدردان ہو وہ اتنی مہربانی اور کرے کہ ایسی جزئی بے انتظامیون
کی حالت مین وہ معاف رکھا جاے۔
ہم اسی مضمون کو تمام کرتے ہین اور آیندہ کے لیے اپنے موجودہ خیالات کی بنا پر
عرض کرتے ہین کہ انشاء اللہ دلگداز ماہوار نکلے گا۔ اور ہم پبلک کے خوش رکھنے مین
کامیاب ثابت ہونگے۔
گذشتہ بارہ سال کے متعلق دلگداز کی حالتین بیان کر کے اب ہم سنہ ۱۹۰۰ء کو رخصت کرتے
ہین اور نئے آنے والے مہمان سنہ ۱۹۰۱ء کے خیر مقدم کا سامان کرتے ہین۔

اسلام اور تھیٹر

نمبر ۲

بعض مسیحیون نے یہ اعتراض کیا ہے کہ "خود اہل اسلام بزرگان دین کا ڈراما
بحیثیت مذہب دکھایا کرتے ہین" زیادہ ضرورت ہے کہ اس امر پر ہم ذرا تفصیل سے
بحث کرین مسلمانون مین دو بہت بڑے فریق ہین ایک سُنی (یعنی پابندان سنت
نبوی صلی اللہ علیہ وسلم) دوسرے شیعہ (یعنی محبان اہل بیت رسالت علیہم السلام)
اسلام کی ایک پولیٹکل نزاع نے یہ دونون گروہ پیدا کیے۔ ان دونون مین وہ [illegible]
جو اصل مین ایک جزئی امر پر مبنی تھا روز افزون تعصبات کی وجہ سے بڑھتا گیا۔
اور بڑھتے بڑھتے اس درجہ کو پہونچا کہ ہزارہا علانیہ تیغ ہوئے ہزارہا مدارس ومعابد

ہے لہذا اُسکی تعظیم اور اُسکا ادب کرتے ہین - اُسکو دیکھ کے ایک اسلامی سب سے بڑی مصیبت کو یاد کر کے روتے ہین اور ثواب آخرت کے مستحق ہوتے ہین وہ کسی کی توہین نہین کرتے - کسی کے ساتھ تمسخر نہین کرتے - اور نہ اُس قسم کی کوئی بات ظاہر کرتے ہین جسکو ڈراما سے تعلق ہو -

دوسری بہت بڑی بات یہ ہے کہ وہ کسی شخص کی صورت اور تصویر نہین بناتے وہ تو ایک عمارت ایک مقبرے یا ایک تربت کی نقل بناتے ہین وہ ہرگز نہین پسند کرتے کہ اس زمانے کا ایک فاسق و فاجر اُنکے سامنے آ کے کھڑا ہو اور معاذ اللہ یہ زبان سے نکالے کہ "مین امام حسین ہون"، اگر کوئی ایسا کہے تو اُسکو روکنے اُسکا منہ بند کرنے کے لیے شیعہ اُسی سرگرمی - اُسی طیش - اُسی غصہ سے موجود ہو جائینگے - جس سرگرمی سے اسوقت شیعہ اور سنی دونون اُس شخص کو جو محمد (صلعم) کا بھروپ بھر کے تھیٹر مین آئے ٹانگ کھینچ کے ذلت سے اسٹیج کے نیچے گرا دینا چاہتے ہین -

بیان کیا جاتا ہے کہ کربلا اور ایران مین کربلا کا ڈراما دکھایا جاتا ہے - شاید ایسا ہو لیکن ہمارے نزدیک اُن لوگون پر یہ بہت بڑی تہمت ہے - اگر کسی جاہلیت کے پرجوش دور مین دکھایا گیا ہو تو اور بات ہے مگر بحیثیت مذہب اگر آج کوئی شخص شیعہ مقدس مجتہدین کے سامنے کھڑا ہو کے یہ دعوی کرے کہ مینے امام حسین علیہ السلام کا بھروپ بھرا ہے تو شاید اُس کی تکفیر مین کوئی دقیقہ نہ اُٹھا رکھا جائے گا اور شیعون کی دنیا مین اُسکو کسی جگہ ٹھہرنے کا موقع نہ ملے گا -

یہ بھی دعوی کیا گیا ہے کہ بعض شیعہ اُن خلفا کی تصویرین بنا کے توہین کرتے ہین جو اُنکے خیالات مین غاصب تھے - لیکن ایسا امر سوا عوام شیعہ کے خواص اور مہذب پارٹی کی جانب سے کبھی وقوع مین نہین آیا - جو لوگ ایسے امور کے مرتکب ہوے اور جنھون نے ایسی رسوم کو جائز رکھا وہ شیعون کی مہذب سوسائٹی مین کبھی قدر کی نگاہون سے نہین دیکھے گئے - علاوہ برین سب سے زیادہ غور طلب یہ امر ہے کہ جب کبھی جن لوگون نے ایسی کارروائیان کین اُنکا نتیجہ کیا ہوا؟ اُنکا نتیجہ یہ ہوا کہ بلوے ہوے - نوحداریان ہوئین - خون کے سیلاب بہے - سنیون اور شیعون کی طرف سے خونریز نداد کے آگ اُٹھے اور اُنھون نے کوئی امر بدانتظامی و بدامنی

کا نتھا جو اُتھار کہا ہو۔ ہزار ہا عورتون کی بے عزتی ہوئی - صد ہا خاندان برباد ہوگئین - بہت سے بچے یتیم - اور بہت سے باپ لاولد ہوے - مدارس مین آگ لگائی گئی - مسجدین مسمار کی گئین - کتابین دریا مین غرق ہوئین - قبرین کھود کھود کے لاشین نکال لی گئین - اور اُنکی بے عزتی و توہین مین کوئی دقیقہ نہ اُٹھا رکھا گیا ہو کلیسیا کی تاریخ کی طرح مسلمانون کی تاریخ مین قتل و خونریزی اگر پیدا ہوئی تو انہین اسباب کی وجہ سے - اور انہین خیالات کی بنا پر -

تو کیا یہ پسند ہے اور گوارا ہے یا انگریزی دور مین اُن قدیمی تعصبات کا جوش اور خروش مین دیکھنا مقصود ہے - جو کوشش کیجاتی ہے کہ تھیٹر کے اسٹیج پر پیغمبر عرب کی توہین کیجاے اور اسلام کے تمام فرقے آپس مین اتفاق کر کے وہی فساد اور وہی آفت پیدا کر دین جو پہلے آپس مین پیدا کیا کرتے تھے - اور کیا گورنمنٹ جو پبلک بدنظمیون کو نفرت کی نگاہ سے نہین دیکھتی ہے بلکہ اُنکے نام سے ڈرتی ہے ایسی کارروائیون کو جائز رکھے گی؟

اسمین کوئی شک نہین کہ قدیم زمانے مین تعصبات بہت بڑھے ہوے تھے - اور ان دونون ایک مذہب کے تبع دوسرے مذہب کی توہین کے لیے نئے اصول اور طریقے ایجاد کیا کرتے تھے - انہون نے جو کچھ کیا اُسکو اُس عہد کی پرشور و شر پبلک نے دلچسپی کے ساتھ قبول کر لیا - علی ہذا القیاس دوسرے مذہب والون نے اُسکا بدلہ لینے کے لیے بھی ویسی ہی کارروائیان کین اور اپنے ہاتھ پاؤن اور اپنے جوش و خروش سے کام لے کے اپنا کلیجا ٹھنڈا کر لیا - اور اسکی وجہ یہ تھی کہ زمانہ سابق کی گورنمنٹون نے دو اصول معین کیے تھے - ایک جو سب پر مقدم تھا وہ یہ کہ غیر بادشاہون کے حملہ روکنے کی قوت ترقی کے ساتھ قائم کیجاے - دوسرے یہ کہ سلطنت اپنی مالگزاری رعایا سے وصول کرلے اسکی طرف بہت کم توجہ کی جاتی تھی کہ رعایا کے حقوق کی حفاظت اور حمایت گورنمنٹ کرے اور اسی سبب سے اکثر ایسا ہوتا رہتا تھا کہ دو مذہبون مین لڑائی ہوئی اور گورنمنٹ نے اُسکے فرو کرنے کی کوشش نہ کی - دونون طرف کے لوگون نے خوب جی کھول کے اپنے دلون کا بخار نکال لیا - لہذا اُس زمانے مین اگر گورنمنٹ ایسی کارروائیون کو روکتی نہ تھی تو اُن لوگون کو جو اپنی مذہبی توہین کا انتقام لینا چاہتے تھے اپنے آلۂ

اور اپنی قوت سے کام لینے کا بھی پورا موقع دیتی تھی۔ ہمارے وہ دوست جو اس قسم کی باتون کے لیے گذشتہ توہین مذہبی کرنے والی کارروائیون کو بطور حجت پیش کرتے ہین وہ بخوبی سمجھ لین گے کہ اگر گورنمنٹ اُنکو اجازت دیگی اور نبی برحق پیغمبر عرب صلعم کا بہروپ بہرنے کا موقع دیگی تو لازمی طور پر گورنمنٹ کا یہ بھی فرض ہوگا کہ مسلمانون کو بھی انتقام لینے اور اس منحوس تھیٹر مین آگ لگا دینے کا حق دے۔ اور اگر حق نہ دے تو شاید مسلمانون کے دل کا جوش اور اپنی توہین مذہبی کا انتقام لینے کا جنون دل مین ایسی اُمس پیدا کرے گا کہ دل بے اختیار ہو جائے گا۔ اور شاید گورنمنٹ کو اپنا انتظام متعلقہ امن و امان قائم رکھنے مین کسیقدر دقتین لاحق ہونگی۔

بالفرض شیعہ بلکہ ہم یہ بھی تسلیم کرتے ہین کہ تمام مسلمان اپنے مذہبی معاملات کو ڈراما کی حیثیت سے بنا کے دکہایا کرتے ہین لیکن پورے مراتب تعظیم وتکریم کے ساتھ۔ نہین ہوتا کہ ہم کسی کے مذہبی مقتداؤن کی اپنے ڈراما مین توہین کرتے ہون۔ ہمارے دوست ہندو رام چندر جی اور سری کرشن جی کے ڈراما دینی آداب کے ساتھ دکہاتے ہین لیکن اُنکے دیسی اسٹیجون پر نہ کوئی موسیٰ آتا ہے نہ کوئی عیسیٰ آتا ہے اور نہ کسی محمد کی صورت نظر آتی ہے اور نہ اسکی توہین کیجاتی ہے۔ علیٰ ہذا القیاس ہمارے شیعہ دوستون کے ڈراما مین مظلوم سید الشہدا علیہ السلام کی مصائب دکہائی جاتی ہین۔ نہ وہ مریم بتول کو بے غرتی کی وضع مین نکالتے ہین۔ اور نہ کسی اور عیسائی پیشوا کی وضع مین کسی کو لاکے ذلیل کرتے ہین ہمارا ڈراما اپنا دکہڑا رونے کے لیے ہوتا ہے۔ ہم اون کی توہین کرنے سے کوئی غرض اور کوئی مطلب نہین رکہتے

جب ہمارے یہ خیالات ہین تو ہم کیونکر دیکہ سکتے ہین۔ نہین کیونکر سن سکتے ہین کہ کوئی اور بیہودہ شخص ہمارے مذہبی مقتداؤن کی توہین کرے۔ جہان تک ہمارا دسترس ہوگا ہم اُسکو روکین گے۔ اُس کی ناجائز اور بیہودہ اور لغو خواہشون کو پوری ذلت کے ساتھ خاک مین ملانے پر آمادہ ہونگے اور ہرگز موقع نہ دینگے کہ دنیا بہر مین کوئی شخص اپنے تعصبات کا ظاہر کرنے والا نظر آئے۔

انگلستان کے پولیٹیکل تعلقات زیادہ تر مسلمانون ہی کے ساتھ ہین۔ ہندوستان مین

مسلمانون کی بہت زیادہ آبادی ہے - افغانستان اُسکی حمایت مین اپنے تئین
سینہ سپر ثابت کر رہا ہے - ایران مین روس کے مقابل مین اپنی پالسیون کے
کامیاب کرنے کی ابھی اُسے بہت ضرورت ہے - ترکون سے اُس کے تعلقات
قدیم سے چلے آتے ہین اور اب تک انگلستان ترکون کا ہمدرد ہے - اسکے علاوہ بھی
پالسیون کا ایک بہت بڑا میدان افریقہ ہے جسمین انگلش گورنمنٹ کو ابھی بہت کچھ کرنا
ہے - اُسے مصر کو اپنے موافق رکھنا ہے - زنجبار کو اپنا مطیع بنانا ہے اور سب سے
بڑی بات جسکی تکمیل مسلمانون ہی کی دلداری اور اعانت سے ہو سکتی ہے بردہ فروشی
ہے - انسداد بردہ فروشی کے لیے انگلستان بڑی بڑی کوششین کر رہا ہے - وہ چاہتا
ہے کہ یہ ظالم رسم دنیا سے اُٹھ جاے - اور سب سے بدتر تجارت انسانی کو دنیا مین
زوال ہو - اس تجارت کے حامی اسوقت مسلمان ہی ہین اور اسی وجہ سے افریقہ مین
اکثر انگلستان کے خلاف جوش و خروش پیدا ہو جاتا ہے عربی پاشا کا جوش - مہدی کی
فوج کشیان ان سب کی اصلی بنا انسداد بردہ فروشی تھی - انگلستان اپنی دہمکیون سے
اور اپنی فوجی قوت دکھا کے تمام بازار ہاے بردہ فروشی واقع افریقہ کو بند نہین
کر سکتا - ہان اگر وہ بند کرا سکتا ہے تو اسی طرح کہ انگلستان کی انسانیت اُن لوگون
کے ذہن مین مرتکز ہو جاے جو بردہ فروشی کے حامی ہین - اور انکو یقین آجاے کہ
انگلستان مین کوئی تعصب اور کسی قسم کی قومی بدنیتی نہین ہے - وہی سب لوگ
جو ابھی بڑی مصیبتون سے راضی کیے گئے ہین کہ انگلستان کی صلاح نیک پر عمل
کرین جب یہ سنین گے کہ انگلستان کے دار السلطنت کے تہیٹر مین ڈراما کے
ذریعہ سے محمد صلعم کی توہین کی جاتی ہے تو کیا کہین گے - اور خود انگلستان بھی
سمجھ سکتا ہے کہ برٹش پالسی کو کتنا بڑا اثر پہونچ جاے گا -

بے شک ملکہ معظمہ نے نہایت عمدہ کارروائی کی جو اُس ڈراما کو موقوف کرا دیا - اور
اگر خدا نخواستہ ایسا امر وقوع مین آجاتا تو انگلستان کو بارہ کرور مسلمانون کی
دل آزاری سے جنمین بیشتر جنگجو خود مختار والیان ملک سلطان - شاہ - رئیس
اور عوام بھی شامل ہین ایسی صورت مین کہ جب وہ اس ڈراما پر نہایت شد و مد سے
اعتراض کر چکے ہین بہت بڑا پولیٹیکل نقصان پہونچتا -

راماین کا ایک سین

وہ سب مصیبت کے حالات تو ہمارے ناظرین نے دیکھ لیے معلوم ہو چکا کہ رام چندر جی کا سیتا جی کے فراق مین کیا حال ہوا۔ وہ کیونکر در بدر کہان کہان مارے مارے پھرے۔ کن کن جنگلون مین اور کن کن پہاڑون پر ٹکراتے پھرے۔ صدہا نامرادیون اور ناکامیون کے بعد انھین کیونکر سیتا جی کی خبر معلوم ہوئی۔ اب ہمارے احباب یہ بھی ملاحظہ فرمائین کہ غریب۔ بیکس و بے بس سیتا جی کا راون کی قید مین اسکے ظالمانہ جال مین پھنسکر کیا حال ہوا۔ دیکھو سنسکرت کا قدیم شاعر اس مضمون کو کس خوبصورتی سے اور کن دردناک الفاظ مین ادا کرتا ہے:—

جسطرح کوئی مصیبت زدہ ہرن اسوقت جبکہ خون کے پیاسے کتے اُسپر جھپٹ پڑتے ہون کسی سنسان اور سنسان جنگل مین یکہ و تنہا پڑی سسک رہی ہو۔ اپنی نیشلی انکھڑیون والی ہمجنسون کی جدائی مین سر دُھنتی ہو اُسیطرح خوف وغم کی گرفتار سیتا جی راون کے کمرے مین پڑی ہوئی تھین۔ بہت سی دیونیان چارون طرف گھیرے ہوے تھین۔ اور اس رنج و مصیبت مین کوئی یار و مددگار کوئی مونس و غمگسار بھی نہ تھا۔

وہ ظالم راجہ راون تیر عشق سے زخمی ہوکر اُس کمرے مین گیا۔ ستم رسیدہ اور مقید رانی کو اُٹھنے کا حکم دیا۔ اور کہا ذرا اپنی ڈبڈبائی ہوئی آنکھین اُٹھا کے دیکھو تو کہ یہ مکان کیسا آراستہ ہے اور کس قدر سجا ہوا ہے عظمت و شان مین جنت کے محلون کا مقابلہ کرتا ہے۔ یہ دالان۔ یہ کوٹھریان۔ ان حور وش عورتون کا لباس کیسا شوخ رنگ ہے۔ اور انکے جھرمٹ سے سارا محل پُر رونق ہو رہا ہے نغمہ سراؤن کے راگ گونج رہے ہین۔ سب کی نغمہ سنجیان آپس مین ملکر عجیب مزہ دے رہی ہین خصوصاً ان سونے اور بلور کے جگمگاتے ہوے ستونون مین جنمین نیلم کی کھونٹیان لگی ہوئی ہین۔

جس عالی شان مکان مین سیتا جی تہین اُسکے قریب ہی ایک بہت بڑا پر فضا شاہی باغ تہا جس جس کے درمیان مین خوشنما چبوترہ ۔ جابجا سبزہ زار اور متبسم پہولون کے تختے تہے ۔ ان تختہ ہاے چمن مین گلاب پہول رہے تہے ۔ دم کی چہان مین مور خوش و خورم ناچتے پہرتے تہے ۔ جسطرح ساون بہادون کے آسمان پر جہوم جہوم کے چلنے والی گھٹائین چاند سورج کے دلفریب چہرون کو چہپا لیا کرتی ہین ۔ اور جسطرح میرو کی اونچی چوٹی صبح کے آفتاب کی کرنون مین آتشی لباس نو رپہن کے دہک اٹہتی ہے اور لال لال ہوجاتی ہے اُسی طرح یہ عالیشان محل اپنے اونچے برجون کو سر پر اٹہائے کہڑا تہا اور اُسکی چوٹیان آسمان مین پیوست تہین ۔ اور اپنے سنہرے رنگ کی وجہ سے جگمگا رہا تہا ۔ اور گویا اُسن کی مجسم نازنین آتشی لباس پہنے کہڑی تہی ۔

راون سیتا جی کو زینے کی طرف لے چلا ۔ کیسا زینہ جسپر سونے کے پتر جڑے ہوے تہے اور جابجا بڑے بڑے ہیرے چمک رہے تہے ۔ اُنکی اُن آنکہون کو جو توجہ مین کرتی تہین اپنے فارغ البالی اور عیش وعشرت کے محل کی شان وشوکت دکہائی ۔ جابجا ایسی جالیان جنہین ہاتہی دانت کے چوکہٹے لگے ہوے تہے ۔ اور جنکے ذریعے سے باہر کی روشنی ہلکی اور خوشگوار ہوکے اور جالی مین سے گذر کے اور اُس سے اکتساب تصویر کرکے آتی تہی ۔ پردے جنہین سنہری جہالرین لگی ہوئی تہین مین پرانیا گلابی چمک روشنی مین ملا ملا کے ڈال رہے تہے ۔ سامنے وہ رتہہ کہڑی ہوئی تہی جو اُس کی مرضی کی تابع تہی ۔ اُسے سمندرون اور پہاڑون کی سیر کراتی تہی ۔ لمبے لمبے برآمدے اور رفیع الشان کمرے جنکی دیوارون پر بولتی ہوئی تصویرین لگی تہین اپنی بہار دکہا رہے تہے ۔ جنکے کہا کہا کے اور لہرا لہرا کے بہنے والے آبشار ہری ہری گہانس کا لباس پہنے ہوے تودون اور فرحت افزا مکان کے گرد بہ رہے تہے ۔ ہلکورے لینے والے خوبصورت تالاب تہے جنہین کو کابیلی پہول رہی تہی ۔ سامنے جہیل تہی جسمین ہنس کے بچے اور بطین اطمینان وفراغت سے کہیل رہی تہین ۔ راون ایسے روح افزا مکان مین خوش خوش اُس ستم زدہ رانی کو اس کمرے سے اُس کمرے مین ۔ اس منظر سے اُس منظر کی طرف کہینچتا لیے چلا جاتا تہا ۔ اور چونکہ ہر بار وہ اُس کے

پہلو مین تھرتھرا تھرتھرا اُٹھتی تھین لہذا ہر قدم پر وہ کہتا تھا " دیکھو سیتا -
اے پیاری نازنین - اب میری طاقت اور میری قدرت کا حال سنو - ایک کرور
رات کے لوٹیرے - اور اُنسے کم درجے راکشسون کی بے شمار فوجین کرور در کرور
میرے گرد کھڑی ہوتی ہین جنکو بھاگنے سے نفرت ہے - اور جو لڑتے رہنے ہی
مین خوش رہتی ہین - اس ساری فوج کا مالک صرف مین ہون - اتنی ایک اور
ایسی بہادر فوج اور کس کے پاس ہے؟ کس راجہ کے خزانے مین اتنے جواہرات
ہین اور اتنا سونا بھرا پڑا ہے؟ اے پیاری جو حسن و جمال مین سب حسینون سے
بڑھ چڑھ کے ہو بتاؤ دنیا کے کس شہر کو تم میرے شہر لنکا کے مقابلے مین تیا سکتی
ہو؟ اے پیاری تم مجھے جان و دل سے زیادہ عزیز ہو - یہ سب ساز و سامان اور
یہ سب قوت و قدرت مین تمہارے پیارے پیارے ہاتھون مین دیے دیتا ہون
اے بڑی بڑی انکھڑیون والی دلربا یہ ہزارون پریچہرہ عورتین میرے ایک ادنے
اشارے کی منتظر ہین - ان سب کی رانی بنو اور میری بھی - لے اب کہا مان لو میری
التجائین قبول کرو - اسلیے کہ میرے سینے مین عشق کی آگ بھڑک رہی ہے - میرا شہر
لنکا وسعت مین تین سو کوس تک پھیلا ہوا ہے - سمندر اُس کے چارون طرف لہرین
مار رہا ہے - اُسکی فصیلون پر آسمانی فوجین بھی گو کہ خود اندر اُنکا سردار ہو - اگر
حملہ آور ہون تو بھی پسپا ہونگی - زمین اور ہوا کے دیوتا کیسے خود خدا بھی میری طاقت
کا مقابلہ نہین کر سکتا - اب رام کی طرف جو جوگیون کی طرح اپنے جھونپڑے مین پڑا
ہے اپنا خیال نہ لے جاؤ - اُس انسان بے بنیان کو اُسکی قسمت پر چھوڑ دو اور ایسے
شوہر سے تعلق پیدا کرو جو تمہارے حسن و جمال کے قابل ہے - یہ شباب اور امنگون
کا زمانہ ہمیشہ نہین قائم رہے گا - قبل اسکے کہ یہ جوانی بے وفائی سے رخصت ہو -
آؤ مزے اڑا لو - یہ خیال محال اپنے دل سے نکال ڈالو کہ اس دیوتا دیوون کے خبر گیری
سے کوئی تمہین چھڑا لے جائے گا اور اس لیے فائدہ امید مین دل نہ بہلاؤ کہ کبھی
اس دیوزادون کے ملک سے رہائی ملے گی - آسمان سے باتین کرنے والی اور
نہ بجھنے والی آگ کے بجھانے کی کوشش مین اگر محنت کیجائے تو شاید وہ محنت کچھ
کارگر بھی ہو - وہ تیز ہوا جسکے جھونکے دلی خیالات کی طرح دوڑتے پھرتے ہین

اگر اسکے باندھنے اور پکڑنے کی کوشش کیجائے تو شاید کچھ سودمند بھی ہو مگر تم کو جسکی
مین حفاظت کرتا ہون میرے پنجے سے نکال لیجانا نہ کسی انسان کے امکان مین
ہے نہ کسی راکشس کے اور نہ کسی دیوتا سے ممکن ہے۔ پیاری رانی۔ اتنی بڑی سلطنت پر
لات نہ مارو۔ یہی صلاح ہے کہ میرے ساتھ رہو اور چین سے راج کرو۔ تمہاری نازک اور
نورانی روح پر جو نقش عشرت تھے انکو تمہارے جوگ کی زندگی نے دھو ڈالا ہے۔ اب اد
میرے ساتھ عیش کرو اور منہ سے ہر حوصلہ ہر ارمان اور ہر خوبی و نیکی کا انعام حاصل کرو۔ کیا
اب بھی ہچکچاتی ہو؟ وہی سرد مہری! وہی شرم! اب بھی وہی رنج سے عشق! وہی خوشی سے
نفرت سنو۔ اے رانی جسکی جبین ناز بالکل بے داغ و بے عیب ہے۔ راون کبھی آجتک
کسی کے آگے اتنا نہیں جھکا۔ مین تمہارے پاؤن پڑتا ہون اور التجا کرتا ہون کہ میرے دل
پر جو حالت گذر رہی ہے اُسپر ترس کھاؤ۔ دیکھو میرا سر تمہارے پاؤن کے نیچے پڑا ہوا ہے
اب اس اپنے عاشق غلام پر ترس کھاؤ"

یہ سنکے سیتا جی جھلا اٹھین۔ اور طیش مین آکے بولین "میرے بڑی بڑی آنکھون والے رام
جو تہرت، اموری کی آنکھ کے تارے ہین جنکے بازو وہی ہین۔ اور جو شیر ببر کے سے ایسے
دل والے ہین۔ اور اُنکے بھائی لکشمن دیر نہین لگائین گے بلکہ وہ تجھے مار کے ڈال دین گے
تیری یہ دیوارین لاکھ مضبوط ہون۔ وہ بہت جلد تیرا پتہ لگا کے پہونچین گے اور تیری جان
کے ساتھ اس سیتا کو اس محل سے نکال لیجائین گے۔ اُنکے مقابلے مین تیری فوجین کچھ
کام نہ آئین گی۔ ان فوجون کی اُنکے سامنے ایسی ہی مثال ہے جیسے سانپون کو جا بجا
دیکھتے ہی خونخوار اور ہولناک ہون چڑیون کا بادشاہ پکڑ لیا کرتا ہے۔ اُنکی کمان کے تیر
تیرے بدن کو چھلنی کر ڈالین گے اور تیرے پہلو کو توڑ کے نکل جائین گے جسطرح گنگا اپنے
پہلوؤن اور کنارون کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی ہے۔ اگرچہ تو دیوزادون کے جھرمٹ مین ہے
مگر تو اُنکے ہاتھ سے نہین بچ سکتا جب وہ اپنی تیز اور غضب آلود نظر تجھ پر ڈالین گے
تو اُنکے تیرون سے جھلس کے رہ جائے گا۔ وہ جو اس ناپیدا کنار سمندر کو سکھا سکتا ہے
وہ غم کی ماری اور دکھیاری سیتا کو گریہ و زاری کا حکم دے سکتا ہے مگر اس کی عصمت
مین فرق آنا محال ہے۔ اس سورج کا چمکنا موقوف ہو جائے گا قبل اسکے کہ اسکا پاک
نفس گناہون کی طرف مائل ہو۔ توبہ کر توبہ۔ تاکہ یہ ظلم جسکی سزا تجھکو ضرور ملے گی۔ اُسپر

تجھے پچھتانا نہ پڑے۔ ورنہ بہت جلد خون کے سمندر بہ جائینگے۔ اور تباہ و برباد!
اُجڑی ہوئی لنکا تیرے گناہوں پر روئے گی۔ جب رامچندر جی کا تیر تجھے مارکے گرا
اور جب تیری زبان پر اور الفاظ جاری ہونگے اُسوقت تو غرور سے یہ بڑیں نہ مارتا
کہ مجھے رامچندر جی کے پہلو سے چھین لایا۔ وہ آتے ہین اور انکے غصہ کے آگے تو
اور تیری فوج۔ تیرا شہر سب کے سب سرنگون ہونگے۔ وہ اگنی ہتر (قربانگاہ) جس پر
پوجا کے لیے برتن لاکے سج دیے گئے ہون اور جسپر پروہت نے دعا پڑہی ہو۔ کیا وہ
ایک بے دہرم ملکش کے ناپاک پاؤن سے آلودہ کیا جا سکتا ہے؟ میرا سر تیرے اختیار
مین ہے شکنجہ مین کس۔ زنجیرون مین باندہ۔ مار ڈال۔ نگل جا۔ مگر تیری بیہودہ اور ذلیل
خواہش مین کبھی پوری نہ کرونگی۔ اپنی ساری عزت خاک مین ملادونگی مگر یہ نہوگا۔"
یہ سُنکے راون نے غضب آلود نظرون سے دیکھا۔ اور بے تحاشا چلا اُٹھا "دیونیو آؤ۔
اور اسے اسکے غرور کا مزہ چکھاؤ"۔ اسکی گرج کی آواز تو سہمناک تھی ہی مگر دیونیون کی
آمد کا ہیبت ناک سین اور بھی قیامت کا تہا۔ جیسے ہی وہ ظالم خونخوار دیونیان دوڑتی
ہوئی آئین ہوا تھرائی۔ اور اُنکے پاؤن کی دہمک سے دہرتی ہل ہل گئی۔ سبھون نے انکے
اپنے راجہ کے سامنے عاجزی سے سر جھکایا اور سیتا جی کو ہر چہار طرف سے گھیر لیا۔ وہ اُن کی
طرف خطاب کرکے بولا "میرے اس مال غنیمت (سیتا جی) کو اشوک باغ مین لیجاؤ۔
اور وہان قید رکھو۔ جب تک اسکا غرور نہ ٹوٹے اُسوقت تک دھمکانا بھی اور پھسلاتی بھی
دیکھو خوب اچھی طرح حفاظت سے رکھنا۔ اور جسطرح کسی جنگلی اور وحشی جانور کو ہلاتے ہین!
اسی طرح اس عورت کو ہلاؤ اور مانوس بناؤ"۔ دیونیان سیتا جی کو اُس باغ مین لے گئین
ہر قسم کے نظر فریب پھول وہان کھلے ہوے تھے۔ درختون کی جھکی ہوئی ڈالیون کے نیچے
نیچے پاکیزہ اور شفاف چشمے بہ رہے تھے۔ پھل بارہون مہینے پھلے رہتے تھے۔
جیسے کوئی بیچاری آفت کی ماری ہرنی شیر کے پنجے مین گرفتار ہو اور کانپ رہی ہو۔ آہ!
اسی طرح سیتا جی اُس باغ مین منہ کے بل دشمنون کی آنکھون کے سامنے پڑی ہوئی تھین
اور دل مین رامچندر جی کا خیال کر رہی تھین جو وہان سے بہت دور تھے۔

راقم۔ محمد عبدالستار
لکھنو۔ فرنگی محل۔

Accession Number
124172
Date 27.7.95